طاغوت کے حمایتیوں کا ردّ

حق کا اتباع باطل کا ردّ کیا ضروری نہیں؟

شیخ ناصر الدین الالبانی کی کیسٹ الکفر کفران پر تبصرہ و تنقید

تالیف

فضیلۃ الشیخ عبد المنعم مصطفی حلیمہ ابو بصیر حفظہ اللہ

ترجمہ: فضیلۃ الشیخ عبد العظیم حسن زئی حفظہ اللہ	مقدمہ: فضیلۃ الشیخ محمود الحسن الجمیری حفظہ اللہ

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد نعیم راشد حفظہ اللہ

(ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی) مدرسہ جامعہ ستاریہ اسلامیہ کراچی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الانتصار لاھل التوحید والرد علی من جادل عن الطواغیت

ملاحظات ورود علی شریط ''الکفر کفران''

طاغوت کے حمایتیوں کا ردّ

حق کا اتباع باطل کا ردّ کیا ضروری نہیں؟

شیخ ناصر الدین الالبانی کی کیسٹ الکفر کفران پر تبصرہ و تنقید

تالیف:

فضیلۃ الشیخ عبد المنعم مصطفیٰ حلیمہ ابو بصیر حفظہ اللہ

ترجمہ: فضیلۃ الشیخ عبد العظیم حسن زئی حفظہ اللہ

مقدمہ: فضیلۃ الشیخ محمود الحسن الجمیری حفظہ اللہ

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد نعیم راشد حفظہ اللہ

(ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی) مدرسہ جامعہ ستاریہ اسلامیہ کراچی



اخوانکم فی الاسلام:

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

Website: http://muwahideen.co.nr/

Email: salafi.man@live.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین والصلاۃ والسلام علی امام الانبیاء والمرسلین۔ وبعد

شیخ البانی جو کہ اس صدی کے ایک بہت ہی عظیم محدثِ و محقق العصر گزرے ہیں۔ اس امت کے لئے ایک مجدد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن کے علم پر تمام علم فخر اور رشک کرتے ہیں۔ ان کی لاتعداد کتابوں اور تقاریر میں سے ایک تقریر (الکفر کفران) جو کہ سوال وجواب پر مبنی ہے۔

جس کو" الشیخ عبد المنعم مصطفیٰ حلیمہ حفظہ اللہ ابو بصیر الطرطوسی" نے قلم بند کیا ہے اور پھر اس پر سیر حاصل تبصرہ بھی کیا ہے۔ جو کہ آپ کے سامنے پیش خدمت ہے۔

یادرہے کہ ہر انسان پر اولین فرائض میں سے دو فرائض ایسے ہیں جنہیں جانے بغیر کوئی انسان اللہ رب العزت کے ہاں تقرب تو دور کی بات ہے مسلم ومؤمن بھی شمار نہیں ہوتا۔

1 ایک یہ ہے کہ وہ توحید کو جانے اور اسکے تقاضے کو پورے کرے۔

2 دوسری بات یہ ہے کہ وہ شرک کو جانے اور اسکے ارتکاب سے پرہیز کرے۔

جس طرح کوئی مشرک تب تک موحد نہیں بن سکتا جب تک توحید کو اُچھی طرح جان نالے اسی طرح کوئی موحد اپنے ایمان کو بچا نہیں سکتا جب تک شرک کو اچھی طرح جان نالے۔

جیسے کے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا (النساء:36)

"صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو"۔

اور اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:48)

" اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کرنے والے کو معاف نہیں کرتا اس کے علاوہ جس کو چاہے معاف کردے"۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((یا معاذ هل ندری ماحق الله علیٰ عباده ؟ قلت الله ورسولُه اعلم قال: ان حق الله علی عباده ان یعبده ولا یشرکوا به شیئاً))

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے معاذ تمہیں پتہ ہے کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے۔ معاذ نے کہا: اللہ اور اسکا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں: پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے“۔

تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر سکتا ہے؟ جو توحید اور شرک سے ناآشنا ہو؟ یقیناً نہیں۔

تو پھر ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حقوق کو نہیں جانتا پھر بھی وہ مؤمن وموحد ہے۔

یادرہے کچھ اعمال ایسے ہیں جن کے ارتکاب سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے چاہے وہ جہالت کی وجہ کیا ہو، مزاحاً کیا ہو یا عمداً کیا ہو۔ جن پر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے۔

1 اللہ یا اسکے رسول ﷺ کے ساتھ مزاح کرنا۔

2 شعائر اسلام کا مزاح اڑانا۔

3 اللہ تعالیٰ کی شریعت کو تبدیل کرنا۔

4 کافروں کے دین یا رواج کو دین اسلام سے بہتر سمجھنا۔

5 مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنا۔

6 مسلمانوں پر انسان کے بنائے ہوئے قانون کو لاگو کرنا۔

7 حلال کو حرام سمجھنا اگرچہ اسے کھانا بھی ہو یا حرام کو حلال سمجھنا اگرچہ نہیں کھاتا ہو۔

اب آیئے اس شبہ کو بھی دور کر لیتے ہیں کہ کیا بھلا مسلمان بھی کسی بات کی ارتکاب کی وجہ سے کافر ہو سکتا ہے اگرچہ اسکی نیت میں ایسی کوئی بات نہ ہو؟

تو اس کا جواب ہے جی ہاں! بالکل ہو سکتا ہے آیئے سورۃ توبہ کی اس آیت کو پڑھیں۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (التوبہ: 66،65)

”اور اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے ۔ کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟ ۝ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔“

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید وشرک میں تمیز کرنے کی اور ہر طرح کے کفر وشرک بچانے توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کتبہ: محمود الحسن الجمیری حفظہ اللہ

۲۹/ ذی الحجہ / ۱۴۲۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وکفیٰ و سلام علی عبادہ الذی اصطفیٰ امابعد

سب سے پہلے میں شکریہ ادا کرتا ہوں اور قدر کرتا ہوں اس دوست کے احسان کا جس نے اس کتاب کو قارئین کے سامنے لانے کی کوشش کی۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ ان دوستوں کا بھی میں تہہ دل سے احسان مند ہوں جنہوں نے کم سے کم وقت میں اس کتاب کی نشر واشاعت کو ممکن بنایا ہم اس کتاب کا اولین نسخہ قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کی گئی۔

نوٹ: ہم یہ کتاب کبھی شائع نہ کرتے اگر شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ (اپنی زندگی میں) الکفر کفران کی تردید کردیتے۔ اس کتاب کی اشاعت سے ہمارا مقصد صرف کتاب چھاپنا نہیں بلکہ لوگوں کو حق بتلانا ہے۔ ہم نے شیخ الالبانی (جو، اب انتقال کرچکے ہیں) کو (ان کی زندگی میں) خط لکھا تھا اور ان کے متعارف کرائے ہوئے نظام سے متعلق کچھ جواب طلب باتیں لکھی تھیں مگر دوماہ گزرنے کے بعد بھی ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تو میں نے بہتر جانا کہ یہ خط کتابی صورت میں شائع ہوجائے۔ خاص کر اس وجہ سے بھی کہ قوم میں شبہات پھیلتے جارہے ہیں۔ اور اتنی تیزی سے پھیل رہے ہیں کہ چند افراد کے بجائے دنیا کی ایک کثیر تعداد کو متاثر کررہے ہیں اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری رہنمائی سیدھے راستے کی طرف کردے۔ آمین

عبد المنعم مصطفیٰ حلیمہ ابو بصیر حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ان الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، ومن يهده الله فلامضل له، ومن يضلل فلاهادی له، واشهدان لااله الاالله وحده لاشريك له ، وأشهد ان محمداً عبده ورسوله۔

ياايهاالناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً كثيرا ونساء واتقوا الله الذي تساءلون به والارحام ان الله كان عليكم رقيبا۔

ياايهاالذي آمنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سديداً، يصلح لكم اعمالكم ويغفرلكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظيما۔

امابعد:

فان اصدق الحديث كتاب الله وخيرالهدى هدي محمد صلى الله عليه وسلم، وشر الامور محدثاتها، وكل محدثه بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة فى النار،اللهم رب جبريل وميكائيل واسرافيل ، فاطرالسموات والارض، عالم الغيب والشهادة ، انت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون، اهدنا لما اختلف فيه من الحق باذنك، انك تهدى من تشاء الى صراط مستقيم۔

لوگوں اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس جان سے اس کا جوڑ پیدا کیا پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں۔ اللہ سے ڈر جاؤ جس کے ذریعے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو اور صلہ رحمی کا خیال کرو۔ اللہ تم پر نگران ہے۔

ایمان والو اللہ سے ڈر جاؤ اور سیدھی بات کرو وہ تمہارے اعمال کی اصلاح فرمادے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرلی اسے بہت بڑی کامیابی مل گئی۔ امابعد:

سب سے سچی بات اللہ کی ہے اور بہترین راستہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے سب سے بدترین کام وہ ہیں جو دین میں نئے ایجاد کیے جائیں ۔ ہر نیا ایجاد کردہ کام (دین میں) بدعت ہے۔ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کے رب زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کرنے والے، عالم الغیب والشہادۃ تو ہی اپنے بندوں کے باہمی اختلافات کا فیصلہ کرنے والا ہے اختلافی باتوں اور امور میں حق کی طرف ہماری رہنمائی فرما۔ تو ہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

ایسا حق جو اعتدال والا ہو اب تقریباناپید ہو چکا ہے ایسا اجنبی بن چکا ہے جس طرح طائفہ منصورہ اجنبی بن گیا ہے جن کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اسلام غربت و اجنبیت کی حالت میں شروع ہوا تھا اور دوبارہ اسی اجنبیت کی طرف لوٹ آئے گا جس طرح شروع ہوا تھا غرباء قابل ستائش ہیں۔ سوال ہوا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غرباء کون ہیں؟ فرمایا وہ اس وقت اصلاح کا کام کریں گے جب سارے لوگ فساد و بگاڑ پیدا کریں گے۔ فرمایا یہ چند صالح لوگ ہوں گے بقیہ بہت زیادہ ہوں گے۔ ان کی پیروی کرنے والے کم اور نافرمانی و مخالفت کرنے والے زیادہ ہوں گے۔ اب اسلامی دنیا میں یہ حالت چھائی ہے ایک طرف خوارج [1] کی طرح افراط ہے دوسری طرف مرجئہ کی طرح تفریط، اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ کچھ لوگ جن کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ سلفی اور متبع سنت ہیں، ایمان، وعدہ وعید کے مسائل میں سلف کے عقائد پر ہیں۔ ایمان قول، عمل اور اعتقاد کا نام ہے اس میں کمی بیشی ہوتی ہے مگر اس سب کے باوجود یہ لوگ مرجئہ [2] کی رائے اپنائے ہوئے ہیں۔ ایمان وعدہ اور وعید میں انہوں نے جہمیہ کا عقیدہ اور رائے اپنا رکھی ہے۔ ان کے طریقے پر چل رہے ہیں ان کی طرح بول بول رہے ہیں۔ ان کے نقش قدم پر رواں دواں ہیں ہر معاملے میں ان کی پیروی کر رہے ہیں۔ کیا ایک ہی وقت میں دو متضاد باتیں یا متصادم عقیدے و نظریئے اپنائے جاسکتے ہیں؟ یہ تو تعجب انگیز بات ہے؟ ان میں ایک خرابی یہ ہے کہ یہ تمام لوگوں کے ساتھ مرجئہ والا سلوک و معاملہ نہیں کرتے بلکہ کمزوروں اور غریبوں کے لیے بہت سخت ہیں وہ اہل قبلہ مسلمان جو ان کے مخالف ہیں یہ ان پر بہت سختی کرتے ہیں ان کے بارے میں ہمیشہ بد ظنی کا شکار رہتے ہیں ان کے معمولی گناہوں پر بھی ان کے خلاف ہر قسم کے دلائل و نصوص لاگو کر کے انہیں گناہ گار، فاسق، مجرم بلکہ کافر تک قرار دیتے ہیں۔ جبکہ کافر طاغوتوں اور مرتدین کے خلاف یہ بہت نرم دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں ان کا دفاع کرتے ہیں (خوف یا لالچ کی وجہ سے) ان کے لیے ہر قسم کی تاویلات کرتے ہیں اور تاویل میں اتنی وسعت پیدا کر لیتے ہیں کہ جسے نہ عقل قبول کر سکتی ہے اور نہ ہی نقل۔ ان پر ہر قسم کے نصوص کو منطبق کرتے ہیں جس نص سے بھی ان کا مقصد حاصل ہو سکتا ہو۔ اس طرح ان لوگوں میں بہت سی صفات جہمیہ کی اور بہت

---

[1] ابن تیمیہ رحمہ اللہ فتاوی میں (۷/۴۸۱) لکھتے ہیں۔ سب سے پہلے خوارج نے گناہوں کی بنیاد پر اہل قبلہ کو کافر قرار دیا بلکہ گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کا خون تک جائز قرار دیتے تھے ان کے بارے میں جیسا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا یہ ویسے ہی تھے کہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو (قریب آنے کی) دعوت دیں گے۔ انہوں نے علی بن ابی طالب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما اور ان کے حمایتیوں کو کافر کہا۔ علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ان کے قتل کو حلال سمجھا۔ عبد الرحمن بن ملجم المرادی انہی میں سے تھا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ یہ دیگر خوارج کی طرح بہت عبادت گزار تھا مگر یہ لوگ اہلسنت والجماعت سے علیحدہ ہونے کی وجہ سے جاہل تھے۔ یہ کہتے تھے کہ لوگ یا تو مومن ہوتے ہیں یا کافر، مومن وہ ہوتا ہے جو تمام واجبات کو بجالاتا ہے اور تمام محرمات کو ترک کر دیتا ہے اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا تو وہ کافر ہے ہمیشہ جہنم میں رہے گا پھر انہوں نے ہر شخص کو کافر اور ہمیشہ کا جہنمی قرار دیدیا جو ان کی اس بات کی مخالفت کرتا ہے۔

[2] مرجئہ وہ لوگ ہیں جو عمل کو ایمان کا حصہ نہیں سمجھتے۔ اسی طرح انہوں نے عمل کو کفر اور فسادِ عقیدہ پر دلیل کے طور پر مؤخر رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایمان قول و تصدیق کا نام ہے لہٰذا ان کے نزدیک کفر دلی انکار اور زبانی تکذیب کا نام ہے ان میں جو غلو کرنے والا فرقہ ہے وہ جہمیہ کا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف دلی تصدیق کا نام ہے اور کفر دلی انکار کا نام ہے جو تصدیق کے منافی ہو۔ مرجئہ نے عمل کی اہمیت کم کر دی۔ وعدے کی احادیث لے لی ہیں اور وعید کی چھوڑ رکھی ہیں۔

سی برائیاں مرجئہ کی اکھٹی ہو گئی ہیں۔ ان کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ اپنے اہل قبلہ مخالفین کے لیے یہ خوارج ہیں اور طاغوتوں کے لیے مرجئہ ہیں ان میں کفر و نفاق کی تمام خرابیاں آگئی ہیں۔ یہ ایک منفرد و نادر نمونہ ہے اس سے پہلے تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مزید خرابی کی بات یہ ہے کہ یہ عجیب و غریب طرز عمل چند افراد تک محدود نہیں ہے بلکہ دن بدن وسیع تر ہوتا جارہا ہے مسلمانوں کے تمام ممالک میں پھیل گیا ہے کوئی بھی اسلامی ملک اس سے محفوظ نہیں رہا۔ ان لوگوں کے جال میں بہت سے لاعلم نوجوان گرفتار ہو چکے ہیں ان نوجوانوں کو ان لوگوں نے شریعت کے نام پر شرعی اصطلاحات استعمال کر کے ورغلایا ہے حالانکہ ان کی عملی زندگی میں شریعت کہیں نظر نہیں آتی ان کی سب سے بری عادت یہ ہے کہ یہ اپنے غلط نظریات سلف صالحین کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ جس غلط نظریہ پر یہ قائم ہیں اور خود کو اثری و سلفی کہتے ہیں ان کے پاس سلف کے منہج میں سے کچھ نہیں ہے۔

ان لوگوں کے بارے میں خاموشی اختیار کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ ان کے بارے میں وضاحت سے بیان کرنا انتہائی ضروری ہو گیا ہے تاکہ ان کے باطل نظریات اور ارجاء کا عقیدہ لوگوں کے سامنے آجائے۔ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ طاغوتوں کا کتنا ساتھ دے رہے ہیں ان کے سامنے کتنی عاجزی کر رہے ہیں؟ میں جانتا ہوں کہ ان کے خلاف لکھنے پر لوگ مجھ پر الزامات لگائیں گے کہ میں شہرت چاہتا ہوں۔ میں نے بے وفائی کی ہے زیادتی کی ہے۔ اس لیے کہ جو حق بیان کرتا ہے لوگ اس کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہی ہیں۔ اس کے باوجود ہم جسے حق سمجھتے ہیں اس کا اظہار برملا کریں گے اس لیے کہ ہمارے نزدیک لوگوں کی ناراضگی کی نسبت اللہ کی رضامندی زیادہ اہم ہے۔ ہمیں اپنی جانوں۔ بیٹوں اور آباء سے حق زیادہ پسند ہے۔ ہم حق پر مخلوق کو ترجیح نہیں دے سکتے چاہے کوئی بھی ہو۔ مجھے ایک کیسٹ دی گئی جس کا عنوان ہے الکفر کفران جسے عمان میں بیت المقدس کیسٹ ہاؤس نے جاری کیا ہے یہ شیخ ناصر الدین الالبانی کی کیسٹ ہے [3] اس کیسٹ میں جگہ جگہ محمد ابراہیم شقرہ [4] کی

---

[3] ہم شیخ الالبانی کی عزت کرتے ہیں ان کے علمی مقام و مرتبے کا اعتراف کرتے ہیں مگر اس کے باوجود ہم شیخ کی ان غلطیوں سے چشم پوشی نہیں کر سکتے جن کی وجہ سے پوری دنیا میں ذہنی انتشار لوگوں میں پھیل رہا ہے اور لوگ اس وجہ سے آنکھیں بند کر کے انہیں اپنا رہے ہوں کہ یہ شیخ الالبانی کی رائے ہے۔ شیخ الالبانی خود امام ابن حزم رحمہ اللہ کی علمی قدر کے معترف ہیں مگر ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ صفات میں خالص جہمیہ ہیں اسی طرح ہم بھی شیخ الالبانی کی علمی قابلیت و لیاقت کے اعتراف کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ شیخ الالبانی ایمان۔ وعد۔ وعید میں خالص جہمیہ ہیں۔ ہم صرف دعویٰ نہیں کرتے بلکہ عنقریب آئندہ صفحات میں قارئین کے سامنے اپنی بات مدلل ثابت کر دیں گے ان شاء اللہ۔ اللہ امام ذہبی رحمہ اللہ پر رحم فرمائے کہ انہوں نے (السیر 45 / 03) میں کیا خوب بات کہی ہے کہ غالی معتزلہ، غالی شیعہ، غالی حنابلہ، غالی اشاعرہ، غالی مرجئہ، غالی جہمیہ اور غالی کرامیہ سے دنیا بھری پڑی ہے ان میں سے بہت سے عابد زاہد اور علماء شامل ہیں۔ ہم اہل توحید کے لیے اللہ سے معافی و مغفرت طلب کرتے ہیں۔ خواہشات اور بدعات کی پیروی سے پناہ مانگتے ہیں سنت واہل سنت سے محبت کرتے ہیں اس عالم کو پسند کرتے ہیں جس میں صفات حمیدہ اور اتباع کی خوبی ہو۔ تاویل کے پیچھے چلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اعتبار زیادہ نیکیوں کا ہوتا ہے۔

[4] ابراہیم شقرہ اپنی کتاب ''ھی السلفیہ'' میں لکھتے ہیں حقیقی سلفیت اور سلفی منہج کے لیے جو بات پریشانی کی ہے وہ یہ ہے کہ دنیاوی حکمرانوں کو اپنا کام کرنے دو اور اللہ کا کام اللہ کے لیے چھوڑ دو۔ یہ بہترین عقل کی بات ہے جو ہمارے زمانے کے حالات سے موافقت رکھتی ہے۔ اب دین و حکومت میں علیحدگی بہت ضروری ہو گئی ہے اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ موجودہ جیسے حالات ہیں ان میں کسی مسلمان پر سیاسی عمل میں شرکت کرنا ضروری ہو۔ اس لیے کہ وہ اس کی

باتیں ہیں اور آراء بھی موجود ہیں اور ایسی عجیب آراء اور باتیں ہیں کہ ان پر خاموشی اختیار کرنا ممکن نہیں ان باتوں نے ہمیں اس کیسٹ کے مواد پر ردّ اور تبصرہ کرنے پر مجبور کیا۔ میں نے ان صفحات میں لائن کے نیچے ان کی کیسٹ کا مواد دیا ہے اور لائن کے اوپر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ تاکہ دونوں کی باتیں علیحدہ پڑھنے میں آئیں۔ ہم نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے یہ دراصل اس باطل کا ردّ ہے جو اس کیسٹ میں موجود ہے۔ یہ ان شذوذ وانحرافات کا بھی ردّ ہے جو اس کیسٹ کی وجہ سے دنیا بھر میں پھیل رہی ہیں عنقریب جن کا تذکرہ آئندہ سطور میں ہوگا۔

میں قارئین سے گزارش کروں گا مکمل کتاب پڑھنے سے پہلے کوئی فیصلہ نہ کریں جب پوری کتاب پڑھ لیں تو پھر اپنے دل سے پوچھ کر مبنی بر انصاف فیصلہ کریں ایسا فیصلہ جس میں نہ شیخ کا لحاظ رکھا گیا ہو نہ میری طرفداری کی گئی ہو حق کی اتباع ہر چیز پر مقدم رکھنی چاہیے۔

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَ مَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ (ھود:۸۸)

میں صرف اصلاح چاہتا ہوں۔ اللہ سے ہی توفیق کا خواستگار ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

وصلی اللہ علی محمد النبی الامی وعلی صحبہ وسلم۔

عبد المنعم مصطفیٰ عبد القادر حلیمہ ابو بصیر حفظہ اللہ

استطاعت نہیں رکھتا جبکہ اللہ تعالیٰ کسی نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ یہ فضول اور بے فائدہ بات ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ سیاسی عمل میں حصہ لیں جو صرف سیاستدانوں کا کام ہے۔ ہم پوچھتے ہیں امت جہاد کی تیاری کی استطاعت کیوں نہیں رکھتی؟ جبکہ جہاد اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد صرف امام کی موجودگی میں اور اس کی اجازت سے ہوتا ہے اس کی مثال حدود اور سزائیں نافذ کرنے کی ہے جو کہ امام کے بغیر نہیں ہوتیں، جہاد کا دروازہ نہیں کھول سکتا نہ اس کا علم بلند کر سکتا ہے نہی اس کی طرف دعوت دے سکتا ہے مگر صرف ایک امام جو تمام مسلمانوں کا ہو چاہے کوئی اس بات کو پسند کرے یا ناپسند کرے مگر امت کے تحفظ کے لیے یہی بات ہے۔ امت کے دفاع کا تقاضا ہے کہ جہاد ہو جبکہ مدافعت کے قانون کا تقاضا ہے کہ جہاد کی اجازت دینے والا تمام مسلمانوں کا ایک امام ہو ورنہ موجودہ جو مسلمانوں کی حالت ہے ان حالات میں جہاد کرنے والا یا جہاد کا حکم دینے والا گناہ میں ملوث شمار ہوگا عذاب کی طرف جانے والا اور اللہ کے غضب کا حصہ اپنے لیے حاصل کرنے والا ہے۔ اس طرح کی دیگر باتیں بھی ابراہیم شقرہ کی اس کتاب میں موجود ہیں یہ سب کچھ طاغوت کی خدمت کے لیے کیا گیا ہے ہم ان شاء اللہ اس کتاب میں ان کا بھی ردّ کریں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ کی عبارت جو کیسٹ میں ہے وہ ابراہیم شقرہ کے سوال اور شیخ البانی کے جواب کے ساتھ اس طرح ہے۔

سوال کیا خوارج، معتزلہ اور رافضہ جیسے گمراہ فرقوں کو حجۃ قائم ہونے کے بعد کافر قرار دینا جائز ہے؟

البانی: سوال میں جب یہ پوچھا گیا کہ حجۃ قائم ہونے کے بعد کافر کہا جاسکتا ہے؟ تو اس کا جواب (اگر حجۃ قائم ہو چکی ہو) ہے کہ ہاں۔

ابو بصیر: ہم جلد بازی میں دیئے گئے اس جواب پر دو زاویوں سے بات کرنا چاہتے ہیں:

1 اس طرح مطلقاً ہاں کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس میں تفصیل کی اور فرق واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ خوارج کے بہت سے فرقے ہیں اور ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں کچھ اہلسنت کے عقیدے سے زیادہ دور ہیں کچھ کم اسی طرح معتزلہ و رافضہ میں بھی ہیں۔ جلد بازی میں دیا جانے والا یہ نامکمل فتویٰ سلف صالحین کے طریقے کے مطابق بھی نہیں ہے اس لیے کہ سلف نے خوارج کو کافر نہیں کہا ہے بلکہ انہیں باغی مسلمان شمار کیا ہے۔

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ:7/712) میں لکھتے ہیں: خوارج بدعتی تھے اور امۃ کے قتل اور تکفیر میں بھی آگے تھے مگر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی انہیں کافر نہیں کہا۔ یہاں تک کہ علی رضی اللہ عنہم نے بھی نہیں بلکہ انہیں سرکش و ظالم کہا ان کے مسلمانوں کے ساتھ روا رکھے سلوک کی وجہ سے۔

2 ایک طرف شیخ جلد بازی میں ان گمراہ فرقوں کے خلاف نامکمل فتویٰ دے رہے ہیں جبکہ دوسری طرف طواغیت الحکم کے لیے زبردستی کی تاویلیں کر رہے ہیں ان کا دفاع کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ طواغیت گمراہ فرقوں خوارج، معتزلہ، رافضہ وغیرہ کفریہ وزنادقہ فرقوں مثلاً سیکولر، لادین جماعتوں کے محافظ ہیں یہ ان کے لیے ایسے قوانین بناتے ہیں کہ جنکی بناپر ان فرقوں کے لیے اپنی گمراہیاں لوگوں میں پھیلانا آسان ہو جاتا ہے اور یہ طاغوت اس کو اعتقاد، رائے اور سیاسی آزادی کا نام دیتے ہیں۔ یہ لوگ ان گمراہ فرقوں اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں کرتے بلکہ سب کے حقوق و فرائض برابر ہوتے ہیں جب تک اکھٹے رہتے ہیں تو وطن اور حدود وطن کی طرف ہی خود کو منسوب کرتے ہیں تاکہ خود پر سے کفر کا حکم ہٹا سکیں۔ یہ فرقے کیوں مطلقاً کافر ہیں جبکہ طاغوت ان کی بنسبت بڑے منافق اور کافر ہیں جن کی طرف سے تم بحث و جدال کر کے ان کا دفاع کرتے ہو ان کے لیے زبردستی کی تاویلات کرتے ہو تاکہ ان پر کفر کا حکم نہ لگ سکے تم انہیں زبردستی اسلام میں داخل کرتے ہو۔ کیوں؟

هٰٓاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلۡتُمۡ عَنۡهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا، فَمَنۡ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَمۡ مَّنۡ يَّكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا

بھلا تم دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے بحث کر لیتے ہو قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ سے کون جھگڑے گا اور کون ان کا وکیل بنے گا؟۔

اللجنة الدائمه للبحوث العلميه کے فتویٰ (1/541) میں لکھا ہے کہ جس نے یہود نصاریٰ یا دیگر کافروں اور مسلمانوں کے درمیان فرق نہیں کیا سوائے وطنی فرق کے اور ان سب کا حکم ایک قرار دیا تو وہ کافر ہے یہ ایک وجہ نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ طواغیت الحکم کافر قرار پاتے ہیں بلکہ کفر و نفاق کی عادتیں ایک سے بڑھ کر ایک ان میں جمع ہیں مگر تمہیں نظر نہیں آتیں اور اگر نظر بھی آجائیں تو تم سمجھ نہ سکو گے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ تم لوگ اکثر اقامۃ حجۃ کو جملہ معترضہ کے طور پر کیوں استعمال کرتے رہتے ہو؟ تاکہ کفر، نفاق اور فتنہ کے سرغنوں تک احکام الٰہی نہ پہنچ سکیں (ان پر فتویٰ نہ لگ سکے کفر کا؟) اقامۃ حجۃ کی شرط اس وقت شرط ہے جب غالب گمان ہو کہ جو شخص شریعت کی مخالفت کر رہا ہو وہ اتنا عاجز اور مجبور ہو چکا ہے کہ اس عجز کو دفع نہیں کر سکتا۔ عجز بالاتفاق مواخذہ و ذمہ داری کو ختم کر دیتی ہے۔ اور اگر شریعت کی مخالفت عجز و مجبوری کے بغیر ہو یا اس کا دفع کرنا ممکن ہو دفع کرنے کی طاقت ہو مگر کچھ اسباب یا وجوہات کی وجہ سے اس عجز کو دفع نہیں کر سکتا جن کا دفع کرنا ممکن ہے تو یہ شخص قابل ملامت ہے قابل مواخذہ ہے اس پر اللہ کے احکام جاری ہوں گے قیام حجۃ کی شرط کے بغیر۔ اس لیے کہ یہ اپنے آپ سے جہالت دور کر سکتا ہے مگر نہیں کر رہا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ﴾ (التغابن:١٦) ''اللہ سے ڈرو جتنی تمہاری طاقت ہو۔'' اور فرماتے ہیں: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا﴾ (البقرہ:٢٨٦) ''اللہ ذمہ داری نہیں رکھتا بندے پر مگر اس کی استطاعت کے مطابق۔'' اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ((وما امرتکم به فأتوا منه ماستطعتم)) ''جس کا میں تمہیں حکم دوں تو اس پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو۔''

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی فتاوی (20/59) میں فرماتے ہیں: بندوں پر حجت دو چیزوں سے قائم ہوتی ہے ایک مسئلے کا علم دوسرا اس پر عمل کرنے کی طاقت۔ پس جو علم سے عاجز ہوتا ہے جیسے مجنون شخص ہے یا عمل کرنے سے عاجز ہے تو وہ نہ امر کا مکلف ہے نہ نہی (منع) کا کیونکہ کسی چیز کا واجب ہونا یا اس کا حرام ہونا اس شخص کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ جس کو اس مسئلے کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ممکن ہو کیونکہ انسان کا سمجھ اور عمل سے عاجز ہونا اس حکم کے یا اس منع کے ساقط ہونے کا سبب ہے۔ اگرچہ وہ حکم دراصل واجب ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جو شخص کسی مسئلے کے علم سے قاصر ہے اس پر اس مسئلے کا علم اور پھر اس پر عمل کرنا فرض نہیں ہے کیونکہ علم عمل کا تابع ہوتا ہے البتہ جو شخص علم پر قادر ہو لیکن عمل سے عاجز ہے یعنی اس مسئلے پر عمل نہیں کر سکتا تو اس پر اس مسئلے کی تصدیق اور اس کا عقیدہ رکھنا واجب ہے۔ کیونکہ یہ اس کی استطاعت میں ہے۔ اور عمل اس سے ساقط ہے کیونکہ یہ اس کی استطاعت میں نہیں ہے۔

اس کے بعد ہم پوچھتے ہیں کہ کیا وہ لوگ جن کے بارے میں تم ہمیشہ شرط لگاتے ہو کہ ان پر کفر کا فتویٰ لگانے سے پہلے حجۃ قائم کی جائے۔ کیا یہ لوگ یقیناً اللہ کے نازل کردہ احکام کے علم حاصل کرنے سے عاجز ہیں؟ اگر عاجز ہیں تو آپ کی مقرر کردہ شرط اپنی جگہ پر صحیح ہے۔ لیکن اگر وہ لوگ عاجز نہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ علم عام ہوا ہے اور جو لوگ علم حاصل کرنا چاہے تو آسانی سے علم حاصل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ کی یہ شرط بے کار ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ یہ مرجئہ کی باتیں اور ان کی گنگناہٹ ہے جو کافر کو بھی کافر کہنے میں تامل کرتے ہیں اور اس کو پرہیز گاری سمجھتے ہیں۔

البانی: مزید فرماتے ہیں کہ: ہر وہ شخص جو اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے اپنے مخالف یا منکر پر حجۃ قائم کر دی۔ اس کے لیے ضروری یہ ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ کیا یہ اپنے مخالف پر حجۃ قائم کرنے کا اہل ہے؟ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں (افسوس کے ساتھ) کہ بہت سارے ہمارے سلفی نوجوان جب چند ایک مسائل کا علم حاصل کریں پھر کسی عالم سے اس کا اختلاف ہو جائے (جبکہ وہ حقیقت میں عالم ہو جو علم کے آلات ہیں (نحو، صرف، اصول، اصول فقہ (ان سب پر عبور رکھنے والے ہوتے ہیں لیکن انہوں نے (نوجوانوں) نے یہ فنون اور علم کے آلات اس مسئلے پر فٹ نہیں کئے ہوتے) تو یہ اِن علم کے ابتدائی طالب علم بھائیوں میں سے کوئی آتا ہے جس نے صرف ایک یا دو مسئلے سیکھے ہوتے ہیں اور اس عالم سے اس کا اختلاف ہوا ہو تو کہتا ہے میں نے فلاں عالم پر حجۃ قائم کر دی میں نہیں سمجھتا کہ اتنی آسانی سے حجۃ قائم کی جائے گی اس لئے میں کہتا ہوں کہ جب اس پر عملاً حجۃ قائم کرلی جائے تو اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حجۃ کون قائم کرے؟ پس حجۃ قائم کرنے والے لوگ علماء ہیں۔ کتاب و سنت اور منہج سلفِ صالحین کی معرفت اور سمجھ رکھنے والے ہیں۔

ابو بصیر: یہی بات شیخ البانی نے کئی مقامات پر کہی ہے۔ اور کئی شرطوں کے ساتھ کہی ہے۔ جب بھی شیخ البانی قیامِ حجۃ کی بات کرتے ہیں تو یہی کہتے ہیں، جبکہ اس بات پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی سلف میں سے کسی نے شیخ البانی کا اس بات میں ساتھ دیا ہے۔ یہ ان کی تفرادت میں سے تمام امۃ کے علماء کے مقابلے میں تو ہم شیخ البانی سے عرض کرتے ہیں، کہ آپ نے بہت وسیع چیز کو تنگ کر دیا اللہ کی حجت دلوں پر اترنے والی ہے (یا تمام عالَم تک پہنچنے والی ہے) اگر چاہتے تو تم سب کو سیدھی راہ پر چلا لیتے۔ آپ نے صرف کتاب و سنت اور منہج سلف کے فہم رکھنے والے علماء میں یہ بات محصور کر دی۔ جبکہ یہ لوگ آپ کو ہاتھ کی انگلیوں سے زیادہ نہیں ملیں گے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سوچا جا سکتا ہے کہ اللہ نے اپنی حجۃ چند لوگوں میں منحصر کر دی ہے؟ اپنی تمام مخلوق اور نشانیوں کے سوا، جن کی تعداد و شمار ممکن نہیں؟!!

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ وہ جاہل جو اپنا جہل دور کرنے سے عاجز ہے اس پر اس قدر حجۃ قائم ہو گی کہ جس کے ذریعے سے وہ اپنا جہل و عجز دور کر سکے اور اس کے پاس اللہ کی نازل کردہ کتاب کا اتنا علم آجائے کہ جو اس کے جہل و عجز کی وجہ سے کیے ہوئے کاموں کے خلاف ہو۔ اب کون سا ایسا ذریعہ ہے کہ جس کے توسط سے یہ حجۃ قائم ہو سکے؟ یہ ذریعہ کبھی عالم ہوتا ہے کبھی طالب علم ہوتا ہے اور کبھی عام مسلمان۔ کبھی مرد ہوتا ہے کبھی عورت کبھی کوئی بچہ، یا اطلاعات کے مختلف ذرائع میں سے کوئی

ذریعہ مثلاً ٹی وی، ریڈیو، کتابیں، رسائل، اخبارات وغیرہ ان میں سے کوئی بھی ذریعہ حجۃ قائم ہونے کا ہو سکتا ہے شرط یہ ہے کہ اس ذریعے سے حجۃ شرعیہ پہنچائی جائے۔ حجۃ شرعی سے مراد ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان یا امت کے سلف کا اجماع جو کہ جہل و عجز کو دور کر سکتا ہو اور اس شخص کو ان کاموں اور باتوں میں جن کا یہ مرتکب ہو رہا ہے شارع کا مقصد سمجھایا جا سکے۔ اس شخص تک شرعی حکم پہنچنے میں اعتبار اس بات کا ہو گا کہ اسے شارع کا حکم اس زبان میں پہنچ گیا ہے جسے یہ سمجھتا ہے۔ اس کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں کہ ایک شخص اس بات سے لاعلم ہے کہ شراب حرام ہے اور یہ لاعلمی اس کی ایسے عجز کی وجہ سے کہ جسے رفع کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ (بعض دفعہ یہ عجز اس وجہ سے ہوتا ہے کہ آدمی نیا نیا مسلمان ہوا ہوتا ہے یا ایسے علاقے میں رہائش پذیر ہوتا ہے کہ جو علم سے دور ہو نہ وہاں علم پہنچ سکتا ہے نہ یہ علم تک پہنچ سکتا ہے۔ یا یہ عجز ایسی تاویل کی وجہ سے ہوتا ہے جو محتمل ہو۔ یا شارع کے حکم کو سمجھنے میں غلطی کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے یہ اور اس طرح کے دیگر موانع تکفیر جب جمع ہو جاتے ہیں تو یہ عجز کی وہ صفت پیدا کر دیتے ہیں جس کا رفع کرنا اس شخص کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ جس مانع میں یہ صفت موجود نہ ہو وہ شرعاً معتبر مانع نہیں ہے اور اس کی بنا پر تکفیر معین کے منع پر استشہاد صحیح نہیں ہو گا۔ پھر ایسے آدمی کے پاس ایک چھوٹا بچہ آتا ہے جو کہ عالم نہیں ہے وہ اس شخص کو بتاتا ہے کہ شراب حرام ہے اور اسے شرعی دلائل بتا دیتا ہے شراب کی حرمت کے، شراب کی حرمت پر اللہ کا جو حکم ہے وہ اس کو معلوم ہو جاتا ہے تو اس طرح لاعلم و جاہل مخالفت کرنے والے پر حجۃ قائم ہو جاتی ہے اسی طرح اگر اسے یہ معلومات ریڈیو یا ٹی وی کے ذریعے پہنچتی ہیں (تو بھی حجۃ قائم ہو جائے گی) صحیح مسلم میں حدیث ہے۔ "رسول ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جس یہودی یا نصرانی نے میری نبوت کے بارے میں سنا اور پھر مجھ پر ایمان لائے بغیر مر گیا تو وہ جہنمیوں میں سے ہو گا۔" اس میں یہ بات اہم ہے کہ نبی ﷺ کی نبوت اور دعوت کو صحیح طریقے یا ذریعے سے پہنچ جائے اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ کس ذریعے سے نبوت و دعوت پہنچی ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نبی کے اقوال و فرامین اور معلومات کفار، یہودی راہبوں اور عیسائی علماء سے حاصل کرتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے ہم یہ شرط نہیں لگاتے کہ حجۃ قائم کرنے کے لیے کسی عالم، عارف اور مجتہد کا ہونا ضروری البتہ یہ شرط ضرور لگاتے ہیں کہ اس مسئلے کے ساتھ کہ جس میں حجۃ قائم کر رہا ہے صحیح شرعی تعلق اور معلومات رکھتا ہو تب ہی وہ لاعلم اور مخالفت کرنے والے پر حجۃ قائم کر سکتا ہے۔ ورنہ جو شخص خود کسی مسئلے سے لاعلم ہو وہ دوسروں کو کیا سمجھا سکتا ہے؟ قیام حجۃ کے لیے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ مخالف جاہل کو مطمئن کر دیا جائے اور اس کو صحیح فہم دے دیا جائے اس لیے کہ یہ کام مخلوق کی استطاعت کا نہیں ہے اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ ہدایت و گمراہی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ کی حجۃ قرآن ہے جس کو قرآن پہنچ گیا اس کو حجۃ پہنچ گئی لیکن مشکل یہ ہے کہ قیام حجۃ اور فہم حجۃ میں لوگ فرق نہیں سمجھتے۔ اکثر کفار اور مسلمانوں میں موجود منافقین اللہ کی حجۃ اور اس کا قیام نہیں سمجھ پاتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (الفرقان:۴۴)

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان کے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ یہ لوگ تو چوپایوں کی طرح ہیں یا ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

جب معین پر حجۃ قائم ہو جائے تو اس کو کافر کہا جاسکتا ہے تو یہ معلوم ہی ہے کہ قیام کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ ااور اس کے رسول ﷺ کے کلام کو اس طرح سمجھے جس طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سمجھا تھا بلکہ جب اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کلام پہنچ جائے اور کوئی عذر والی بات نہ رہے تو وہ کافر ہے۔ سب پر قرآن کے (پہنچنے) کے ذریعے سے حجۃ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَّ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ ☆بنی اسرائیل:۴۶) "ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اس کو سمجھنے سے۔" پھر بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ جہل کو عذر بنانے والی بات ایک علامت بن گئی ہے جس کے ذریعے سے لوگوں کی پہچان ہو سکتی ہے کہ وہ کتنے صحیح راستے پر ہیں؟ لہٰذا جو بھی آدمی جہل کو مطلقاً عذر مانے بغیر کسی استثناء اور ضوابط کے اور ہمیشہ ہی اسے تکفیر کے لیے مانع قرار دے اور ہمیشہ قیام حجۃ کو عاجز و غیر عاجز کے لیے شرط بنائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ شخص مرجئہ ہے تفریط کی طرف مائل ہو چکا ہے۔ اسی طرح اگر ایسا آدمی نظر آئے جو جہل کو مطلقاً عذر نہیں مانتا یہاں تک کہ جہل معجز کو بھی تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ غلو اور افراط کی طرف مائل ہو چکا ہے اور یہ خوارج کی سنتوں کو زندہ کر رہا ہے چاہے یہ مانے یا نہ مانے، حق ان دونوں کے درمیان ہے حق کتاب و سنت کے ساتھ ہے افراط و تفریط غلو اور ارجاء کے بغیر۔ بلکہ وہ مطلقاً کافر مرتد ہے کتاب و سنت کے نصوص اس پر دلالت کرتے ہیں اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین بھی، تبع تابعین ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم سب کی یہی رائے ہے سوائے چند مرجئہ اور جہمیہ کے، ان ادلہ کی تفصیل اب پیش خدمت ہے۔

کتاب اللہ سے دلائل

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ (التوبۃ:۱۲)

اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ عجب نہیں کہ (اپنی حرکتوں سے) باز آجائیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (الصارم:ص17) میں لکھتے ہیں: اگر ان کو ائمہ کفر دین میں طعن کی وجہ سے کہا گیا ہے تو پھر ہر وہ شخص جو ایمان میں طعن کرتا ہے (عیب نکالتا ہے) وہ امام کفر ہے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (82/8) میں لکھتے ہیں: جس نے عہد توڑا اور دین میں طعن کیا تو وہ ائمہ کفر میں سے ہے۔ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے کہا کہ دین میں طعن کرنے والے کو کافر سمجھ کر قتل کیا جائے گا۔ طعن سے مراد ہے دین کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو دین کے شایان شان نہ ہو یا دین کے کسی مسئلے پر اعتراض کرنا اس مسئلے کو معمولی سمجھتے ہوئے جبکہ دین کے اصول و فروع دلیل قطعی سے ثابت شدہ ہیں۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر (2/253) میں لکھتے ہیں: اس سے استدلال کیا گیا ہے اس بات پر کہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا دین اسلام میں طعن یا نقص نکالا اسے قتل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ، لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (التوبۃ:٦٥۔٦٦)

اگر آپ ان سے پوچھیں تو یہ کہیں گے ہم باتیں کر رہے تھے اور کھیل رہے تھے۔ ان سے کہدو کیا اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے ہو؟ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو اگر ہم ایک گروہ کو معاف کر دیں تم میں سے تو ایک گروہ کو عذاب کریں گے اس لیے کہ وہ مجرم ہیں۔

ان لوگوں نے اعتقاد کے بغیر کھیل کھیل میں ایک بات کی تھی گالی بھی نہیں دی تھی مگر وہ ایمان لانے کے بعد کافر قرار دیئے گئے اس سے معلوم ہوا کہ گالی دینا تو اس سے بھی زیادہ ارتداد اور کفر کا سبب ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی (7/272) میں لکھتے ہیں: یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ تو گالی دینا بدرجہ اولیٰ کفر ہے یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جس نے بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی چاہے مذاق میں ہو یا سنجیدگی میں وہ کافر ہو گیا۔ آیت میں بتایا گیا ہے کہ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے جبکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم نے بغیر اعتقاد کے بات کی ہے ہم تو صرف باتیں کر رہے تھے اور کھیل رہے تھے۔ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ (الاحکام:2/976) میں کہتے ہیں: انہوں نے جو بات کی تھی وہ دو حالتوں سے خالی نہ ہو گی یا مذاق میں کی ہو گی یا سنجیدگی سے۔ مگر جیسے بھی کی ہے وہ کفر اس لیے کہ مذاق میں بھی کفریہ بات کہنا کفر ہے اس میں امت میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ تحقیق جو ہے وہ حق اور علم کا ساتھی ہے مذاق اور بے ہودگی باطل اور جہل کی ساتھی ہے ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ (الاحکام:4/348) میں کہتے ہیں: اس آیت میں دلیل ہے اس بات پر کہ مذاق کرنے والا اور سنجیدگی سے بات کرنے والا کلمۂ کفر کے اظہار میں برابر ہیں جبکہ یہ بغیر اکراہ کے ہو۔ آیت میں یہ بتلایا گیا کہ ان لوگوں کا یہ قول کفر ہے چاہے کسی بھی طریقے سے کہا گیا ہو جان بوجھ کر ہو یا مذاق میں حکم دونوں کے لیے یکساں

ہے۔ اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے اللہ کی آیات یا شریعت کے کسی حکم کا مذاق اڑانے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (التوبۃ:۷۴)

یہ قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کہا حالانکہ یہ کفریہ کلمہ کہہ چکے ہیں اور اسلام لانے کے بعد کافر ہو چکے ہیں۔

قشیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کلمہ کفر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا ہے اور اسلام میں طعن کرنا ہے ﴿كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ﴾ کا معنی ہے اسلام کا حکم لگنے کے بعد کافر ہو گئے (تفسیر قرطبی:206/8) کشمیری اپنی کتاب اکفار الملحدین میں لکھتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس نے کلمہ کفر مذاق یا سنجیدگی میں ادا کر لیا سب کے نزدیک وہ کافر ہے اعتقاد کا کوئی اعتبار نہیں ہے جیسا کہ الخانیہ اور رد المحتار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا (النساء:۱۴۰)

اور اللہ نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل کیا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیات سے انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں ان کے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں اکھٹا کرنے والا ہے۔

سلیمان آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیت کا وہی معنی و مطلب ہے جو اس کے ظاہر سے ثابت ہو رہا ہے یعنی یہ کہ اگر کوئی شخص سنے کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے یا اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور اس کے باوجود بھی بغیر کسی مجبوری و کراہ کے وہاں بیٹھا رہا اور اس غلط کام پر اعتراض و انکار نہ کیا تو وہ انہی مذاق اڑانے والوں کی طرح کافر ہے اگرچہ ان کی طرح کا عمل نہیں کیا مگر اس کا یہ طرز عمل کفر پر راضی ہونے کی دلیل ہے جبکہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ اس جیسی آیات سے علماء نے استنباط کیا ہے کہ کسی گناہ پر راضی ہونے والا گناہ کرنے والے کی طرح ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ میں دل میں اس گناہ سے نفرت کرتا ہوں مگر اس کی یہ بات قابل قبول نہ ہو گی اس لیے کہ حکم ظاہر پر لگایا جاتا ہے اور اس نے کفر کا اظہار کر دیا ہے لہٰذا کافر ہو گیا ہے۔ (مجموعۃ التوحید:ص48)

جب اللہ کی آیات کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ بیٹھنے والے کے لیے یہ حکم ہے جبکہ وہ خود اس فعل کا مرتکب نہیں ہے تو پھر اس کے لیے کیا حکم ہو گا جو صراحتاً اللہ کے دین کو برا بھلا کہتا ہو؟ بلا شک وشبہ وہ کفر وارتداد کا زیادہ مستحق ہے۔ کشمیری کہتے ہیں: کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "اعلام" کے فصل الکفر المتفق علیہ میں کتب حنفیہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ جس نے کفریہ لفظ منہ سے ادا کیا تو وہ کافر ہے اور جس نے بھی اس کے اس عمل کو اچھا کہا یا اس پر راضی ہوا وہ بھی کافر ہے۔ البحر میں ہے (غالبًا البحر الرّائق کتاب مراد ہے۔ مترجم) جس نے خوشی سے کفریہ کلمہ زبان سے ادا کیا اگرچہ اس کا دل ایمان پر تھا تو وہ شخص کافر ہو گا اللہ کے ہاں مومن نہیں ہو گا اسی طرح فتاویٰ قاضی خان، ھندیہ اور جامع الفصولین میں بھی ہے۔ (اکفار الملحدین ص:59)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ایک نابینا آدمی کی ایک لونڈی تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ وہ نابینا اسے روکتا تھا مگر وہ باز نہیں آتی تھی۔ ایک رات ایسا ہوا کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات ادا کر رہی تھی کہ نابینا نے کدال اٹھائی اس کے پیٹ پر رکھا اوپر سے دبائے رکھا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا اور اس کا حمل بھی ضائع ہوا جب صبح ہوئی تو یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں اس آدمی کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے یہ فعل کیا ہے اگر وہ خود پر میرا حق تسلیم کرتا ہے تو وہ کھڑا ہو جائے۔ نابینا آدمی کھڑا ہوا لوگوں کو پھلانگتا ہوا۔ ہانپتا کانپتا آگے بڑھا یہاں تک کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر بیٹھ گیا اور عرض کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی اس کا قاتل ہوں اس لیے کہ وہ آپ کو برا بھلا کہتی تھی میں اسے منع کرتا تھا مگر وہ نہیں مانی۔ اس کے بطن سے میرے دو بیٹے ہیں موتیوں کی طرح (خوبصورت) وہ میرے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتی تھی مگر جب کل رات وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے لگی تو میں نے کدال اٹھالی اور اس کے پیٹ پر رکھ کر اوپر سے دباؤ ڈالا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اس کا خون رائیگاں ہے۔ (صحیح سنن ابی داؤد: 3665)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث نص ہے اس کے قتل کے جواز کے لیے اس لیے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی۔ اسی طرح ذمی کے قتل اور مسلمان مرد عورت کے قتل پر بھی نص ہے جب وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں۔ (الصارم ص:62)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عصماء بنت مروان نامی ایک عورت نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اس سے میرا بدلہ لے؟ اسی کی قوم میں سے ایک آدمی عمیر بن عدی الخطمی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بدلہ لوں گا وہ گیا اور اس عورت کو قتل کر دیا پھر آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا اگر تم ایسے آدمی کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھو۔ (الصارم ص:95)

اسی طرح بخاری میں بھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون کعب بن اشرف سے میرا بدلہ لے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی ہے؟ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟

آپ ﷺ نے فرمایاں: ہاں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مہاجر بن ابی ربیعہ کو اس عورت کے بارے میں جس نے رسول ﷺ کی ہجو میں گانے گائے تھے لکھا اگر تم پہلے نہ کر چکے ہوتے تو میں تمہیں اس کے قتل کا حکم دیتا اس لیے کہ انبیاء کے بارے میں جو حد ہوتی ہے وہ دوسری حدود کی طرح نہیں ہوتی۔ جس مسلمان نے بھی اس (عورت کے عمل کی) طرح عمل کیا تو وہ مرتد یا غدار، محارب ہے۔ (الصارم)

مجاہد کہتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے رسول ﷺ کو گالی دی تھی آپ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرا دیا پھر فرمایا جس نے اللہ کو یا کسی بھی نبی کو گالی دی اسے قتل کر دو۔ (الصارم) ابو برزہ اسلمی کہتے ہیں: کچھ لوگوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلط باتیں کیں تو میں نے کہا کہ میں انہیں قتل کر دوں، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں۔ رسول ﷺ کے بعد یہ کسی کے لیے جائز نہیں۔ (صحیح سنن نسائی: 3795)

امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ یا اس کے رسول کو گالی دی یا اللہ کے نازل کردہ دین میں سے کسی مسئلے کو مسترد کر دیا۔ یا کسی نبی کو قتل کیا تو وہ کافر ہو گیا اگر چہ وہ اللہ کے نازل کردہ تمام شرائع کا اقرار کرتا ہو۔ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ اس کے قتل کے وجوب میں کسی مسلمان کو اختلاف رہا ہو۔ حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ کہتے تھے جس نے بھی نبی ﷺ کو گالی دی یا آپ ﷺ کی شان میں (کوئی اور) گستاخی کی مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے اور توبہ بھی نہ کرائی جائے۔ ابو الصفراء کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ سے ایک آدمی کے بارے میں سوال کیا جو ذمی ہے اور نبی ﷺ کو گالی دیتا ہے اسے کیا سزا دی جائے گی؟ انہوں نے کہا جب ثبوت مل جائے تو نبی ﷺ کو گالی دینے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔ ایک روایت میں ہے ان سے سوال ہوا کیا اس بارے میں احادیث ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اور ان میں سے ایک نابینے آدمی والی حدیث بھی ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والی عورت کو قتل کیا تھا۔ اور حصین کی روایت بھی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جس نے نبی ﷺ کو گالی دی اسے قتل کیا جائے گا۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کہتے تھے نبی ﷺ کو گالی دینے والے کو اس گالی کی بنا پر قتل کیا جائے گا وہ اسلام سے مرتد ہے۔ مسلمان کبھی نبی ﷺ کو گالی نہیں دے سکتا۔ عبد اللہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جس نے نبی ﷺ کو گالی دی ہو کہ اس سے توبہ کروائی جائے گی؟ انہوں نے کہا اس کا قتل واجب ہے اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی اس لیے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تھی اور اس سے توبہ نہیں کروائی تھی۔ کہتے ہیں میرے والد سے دوسرا سوال ہوا کہ جس نے نبی ﷺ کو (بطور توہین کے کہا) کہ اے فلاں فلاں کے بیٹے۔ تم اور تمہارے بعد آنے (والے بھی ایسے ہیں) تو میرے والد احمد بن حنبل نے کہا ایسا کہنے والا مرتد ہے۔ میں نے کہا کیا آپ اس کی گردن ماریں گے؟ انہوں نے کہا میں اس کی گردن ماروں گا۔ ان سے ایک یہودی کے بارے میں سوال ہوا جو کسی موذن کی اذان کو سن کر کہے کہ تو نے جھوٹ بولا۔ تو

انہوں نے کہا کہ اس یہودی کو قتل کیا جائے گا اس لیے کہ اس نے گالی دی ہے۔) یہ تمام اقوال ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' میں نقل کی ہیں اور پھر قرآن و سنت کے نصوص بھی پیش کر دیئے ہیں اس کے ساتھ اقوال سلف بھی اس بات پر نقل کیے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا مرتد کافر ہے صرف گالی دینے سے ہی کافر ہو جاتا ہے اگر چہ اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ اور دل میں جائز بھی نہ سمجھتا ہو۔ تعجب کی بات ہے کہ ارجاء کا یہ گروہ اس مسئلے میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم المرتبت مصنف کی اس شاہکار تصنیف کو بھول جاتا ہے جس میں اس مسئلے کی مکمل تفصیل بیان ہوئی ہے اور کتاب و سنت کے دلائل دیئے گئے ہیں)

کشمیری اکفار الملحدین (ص:64) میں کہتے ہیں: مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اسے قتل کیا جائے گا۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ارتداد ہے کہ کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائے۔ یا ان کی شان میں گستاخی کرے یا آپ سے براءت کا اعلان کرے۔ محمد بن سحنون کہتے ہیں: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی وہ کافر ہے جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔

الشفاء میں قاضی عیاض لکھتے ہیں: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مسلمانوں میں سے جس نے اللہ کو گالی دی وہ کافر ہے اس کا خون حلال ہے۔ اسی طرح جس نے یہ کہا کہ (نعوذ باللہ) رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دیئے ہوئے پیغام میں جان بوجھ کر جھوٹ بولا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں شک کیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔ یا یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین نہیں پہنچایا۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں (کوئی اور) گستاخی کی یا کسی اور پیغمبر کی شان میں گستاخی کی، یا ان پر جھوٹ باندھا، یا کسی نبی کو قتل کیا یا تکلیف دی یا کسی نبی سے جنگ کی تو وہ بالاجماع کافر ہے۔

ابن حزم المحلیٰ 12/438 میں نبی کو گالی دینے والے کے کفر پر دلائل پیش کیے ہیں پھر کہا ہے کہ ہم نے جو دلائل دیئے ان سے ثابت ہوا کہ جس نے اللہ کو گالی دی یا مذاق اڑایا۔ کسی فرشتے کو گالی دی یا مذاق دی یا مذاق اڑایا۔ کسی نبی کو گالی دی یا مذاق اڑایا۔ اللہ کی آیت کو گالی دی تو وہ اس عمل کی وجہ سے کافر مرتد ہے اس پر مرتد کا حکم لگایا جائے گا ہمارا بھی یہی مذہب اور رائے ہے ۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں: ان دلائل سے ثابت ہوا کہ جس نے اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دی وہ کافر مرتد ہے۔

یہ تھے کتاب و سنت اور اقوال ائمۃ العلم سے دلائل اس بات پر کہ اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا بالاجماع کافر ہے ۔ یہ تمام دلائل شیخ البانی کے اس قول کے ردّ کے لیے کافی ہیں جس میں وہ کہتے ہیں کہ ہم اسے مطلقاً کافر نہیں کہہ سکتے۔ اس قول میں شیخ متفرد ہیں دیگر ائمہ سلف و خلف کی رائے دوسری ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ شیخ کے قول کی ایک اور توجیہ شرع میں کی جاسکتی ہے مگر سمجھ داری کی بات یہ ہے کہ اس کی مخالفت کی جائے خاص کر ایسے دور میں کہ جب لوگوں کے لیے رب کی توہین کرنا معمولی کام بن گیا ہے ذرا سی بات پر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں کبھی تو شہرت و ناموری کے لیے بھی ایسا

کرتے ہیں۔ تو کیا ایسی حالت میں یہ اچھی بات ہے کہ ہم ان کے اس گالی دینے کے عمل کی تحسین کریں؟ ان سے کہدیں کہ چونکہ تم مسلمان اور جنتی ہو اس لیے اللہ ورسول کو گالی دینا چاہو تو دیتے رہو؟ میرا نہیں خیال کہ شیخ اور دیگر موجودہ دور کے ان کے جہمیہ ساتھیوں پر یہ بات مخفی ہوگی کہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بوڑھے روزہ دار کو بوسے کی اجازت دی تھی اور جوان کو نہیں دی تھی۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب ان سے سوال ہوا کہ قاتل کے لیے توبہ ہے؟ تو انہوں نے نہیں میں جواب دیا تھا اس لیے کہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی آنکھوں میں قتل کی رغبت دیکھ لی تھی۔ دوسری بات جس کی نشاندہی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے جن طواغیت حکم کا کفر دورِ حاضر کے ان جہمیہ پر مخفی ہے یہ جانتے ہیں کہ ان طواغیت کے ساتھی حمایتی وغیرہ اللہ اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اور دین کو گالیاں دے رہے ہیں اور بہت ہی معمولی وجوہات کی بناپر ایسا کر رہے ہیں مگر یہ طواغیت ایسا نہیں کرتے کہ ان کو روکیں یا ان کو سزائیں دیں، جبکہ کسی بادشاہ، گورنر، یا حکومت کے کسی کارندے یا جج وغیرہ کی توہین کرنے پر سخت ترین سزائیں مقرر ہیں اور وہ دی بھی جاتی ہیں۔ جن میں کئی سال کی قید، مارپیٹ اور تمام شہری حقوق سے محرومی وغیرہ کی سزائیں ہیں۔ اس سے بڑھ کر کفر اور کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا یُّحِبُّوۡنَهُمۡ کَحُبِّ اللّٰهِ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ: ۱۶۵)

کچھ لوگوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھے ہیں ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہیے جبکہ ایمان والے اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔

سوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور بعض ائمہ جیسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اللہ یا اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں گستاخی کرنے والے کو کافر کہا ہے اور اسے مرتد قرار دیا ہے کیا یہ مطلقاً ہے؟ جواب دیکر مستفید فرمائیں؟

البانی: ہمارے خیال میں یہ مطلقاً نہیں ہے (الرسائل الشخصیہ ص:220-4 22) کبھی کبھی گستاخی جہالت کی وجہ سے بھی ہو جاتی ہے عدم تربیت کی وجہ سے ہوتی ہے کبھی انجانے میں ہو جاتی ہے اور کبھی جانتے بوجھتے کرلی جاتی ہے جب یہ آخری صورت ہو تو یہ بلاشک وشبہ ارتداد ہے اور اگر اس کے علاوہ مذکورہ دیگر وجوہات کا احتمال ہو تو تکفیر میں جلد بازی نہیں کرنا چاہیے بلکہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

ابوبصیر: تبصرہ ورد: پہلے گزر چکا ہے کہ جس جہالت یا عدم واقفیت کی وجہ سے کسی کو معذور قرار دیا جاسکتا ہے تو اس سے وہ جہالت مراد ہے جو عجز کی وجہ سے ہو اور اس کا رفع کرنا ممکن نہ ہو اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں گستاخی کہاں کا عجز ہے؟ جبکہ اس کو اللہ کی تعظیم و توقیر کا علم اسی وقت ہو چکا ہوتا ہے جس اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ اور شہادتین کا اقرار کرتا ہے ہمیں پوری دنیا میں ایسا کوئی مسلمان دکھلا دیں جو شہادتین کے ذریعے اسلام میں داخل ہو چکا ہو اور پھر یہ کہے کہ مجھے معلوم

نہیں کہ اللہ یا اس کے رسول اور دین کی شان میں گستاخی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ عین ممکن ہے کہ مسلمان کے سامنے جب اللہ یا اس کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی جائے تو یہ اس کو کہے کہ کفر مت کر۔ عام مسلمانوں کے ذہنوں میں تو کفر اور اللہ ورسول ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمہ ایک ہی چیز ہے۔ لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینے والے کے لیے عدم علم کا عذر نہیں ہو سکتا نہ ہی اس کی تکفیر میں کوئی مانع ہے سوائے اکراہ کے اس لیے کہ اللہ نے اکراہ کو ہی مستثنیٰ کیا ہے۔ ﴿ اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ ﴾ اور عمار کی مشہور حدیث بھی ہے۔ بری تربیت کی جہاں تک بات ہے تو یہ انتہائی نامناسب اور ہر طرح سے باطل قول ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے نہ ہی کسی عالم کا قول اس کی تائید میں موجود ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ بری تربیت تکفیر کے موانع میں سے ہے اگر شیخ کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر سارے کافر معذور ہیں اس لیے کہ ان کی تربیت صحیح نہیں ہے۔ شرعی دلائل بھی کفار کی بری تربیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں مگر اس کے باوجود بھی انہیں معذور نہیں سمجھا گیا جب کہ ان کو رسول ﷺ کا پیغام پہنچ گیا ہے۔ نبی ﷺ کی صحیح حدیث ہے:

((كل مولود يولد على الفطرة، اى ملة التوحيد فابواه يهودانه اوينصرانه اويمجسانه))

ہر بچہ فطرت (ملت توحید) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بناتے ہیں۔

اس کے باوجود کسی نے بھی یہود ونصاریٰ یا مجوسی کو بری تربیت کی وجہ سے معذور نہیں کہا۔ بے پرواہی کی جہاں تک بات ہے تو علماء کے اقوال پہلے گزر چکے ہیں کہ اعتقاد کے معاملے میں غفلت ایسا عذر نہیں ہے کہ جس کی بنا پر گستاخی کرنے والے کو صحیح کہا جائے بلکہ یہ سب عذر دور حاضر کے جہمیہ نے تراشے ہیں اس لیے کہ ان کے نزدیک کفر صرف وہ ہے جو دلی اعتقاد کی بنیاد پر کیا جائے۔ اس رائے کی بنا پر لازم ہے کہ ایمان صرف دلی اعتقاد کو کہا جائے اگرچہ اعضاء کا ظاہری عمل نہ بھی ہو۔ شیخ کا مقصد یہ ہے کہ دل کا ارادہ جس کے ساتھ اعتقاد واستحلال لازم ہے وہ ہو (تب شاتم رسول کافر ہو گا) ہم یہ بات اس بنیاد پر کر رہے ہیں کہ شیخ صاحب سوء تربیت کو عذر مانتے ہیں حالانکہ سوء تربیت والا جانتے بوجھتے گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے مگر اس کے باوجود شیخ کے نزدیک وہ تکفیر سے مستثنیٰ ہے اس لیے احتمال کی بنا پر کہ شاید اس نے یہ گستاخی بغیر اعتقاد اور بغیر استحلال کے کی ہو۔ شیخ کا یہ قول اہل سنت کے قول کے برعکس ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان اعتقاد، قول اور عمل کا نام ہے اس طرح ان کے نزدیک کفر اعتقاد سے بھی ہوتا ہے۔ قول سے بھی اور عمل سے بھی۔ جبکہ جہم اور اس کے موجودہ متبعین (دور حاضر کے جہمیہ) کہتے ہیں ایمان صرف اعتقاد قلبی کا نام ہے اس لیے کفر بھی صرف دلی طور پر انکار کا نام ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے اللہ کو یا اس کے رسول کو گالی دی وہ باطناً وظاہراً کافر ہو گیا چاہے گالی دینے والا اس گالی کو حرام سمجھتا ہو یا حلال، مذاق میں دے یا اعتقاداً یہ تمام فقہاء اور اہل سنت کا مذہب ہے جو ایمان قول عمل اور اعتقاد کو کہتے ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ گالی دینے والے کو تب کافر کہیں گے جب وہ اسے حلال سمجھتا ہو تو ان کی یہ بات ان کی لغزش اور غلطی ہے اور بہت ہی فضول بات ہے۔ اپنی اس بات کی تائید

کے لیے جو لوگ فقہاء کا قول پیش کرتے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ جس نے حلال و جائز سمجھ کر گالی دی وہ کافر ہے ورنہ نہیں تو اس قول کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ ایک وجہ تو یہ تھی جو بیان ہوئی۔

دوسری وجہ: جب کفر صرف استحلال کی وجہ سے ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا اعتقاد گالی کی حلت کا ہو۔ تو جب اس کا یہ عقیدہ ہو کہ جس چیز کو اللہ نے حرام قرار دیا (اس کا ارتکاب) کفر ہے تو لازمی بات ہے کہ اگر وہ معلوم محرمات کو حلال کہے گا تو یہ کفر ہو گا مگر اس میں فرق نہیں کہ وہ نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرے یا کسی مومن پر تہمت لگائے یا اس کی غیبت کرے وغیرہ دیگر اقوال جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے جس نے ان میں سے کوئی بھی کام حلال سمجھ کر کیا تو وہ کافر ہوا جبکہ یہ جائز نہیں ہے کہ جس نے مومن پر تہمت لگائی وہ کافر ہوا اور اس سے مراد وہ استحلال لے رہا ہو۔

تیسری وجہ: گالی کا حلال سمجھنا کفر ہے چاہے اس کے ساتھ عملاً گالی دی ہو یا نہ۔ تو جب تکفیر کے لیے گالی کا وجود و عدم موثر نہیں ہے اور صرف اعتقاد موثر ہے یہ علماء کے اجماع کے خلاف ہے۔

چوتھی وجہ: جب کفر کا سبب گالی کا استحلال ہو تو پھر گالی میں ایسی کوئی چیز نہیں جو یہ بتا سکے کہ دینے والا اسے حلال سمجھ رہا ہے تو لازم آتا ہے کہ اسے کافر نہ کہا جائے خاص کر جب وہ گالی کی حرمت کا اعتقاد کر رکھتا ہو اور صرف غصہ، یا کھیل و مذاق میں گالی دے جیسا کہ منافقین نے کہا تھا کہ: ﴿إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَ نَلْعَبُ﴾ "ہم صرف باتیں کر رہے تھے اور مذاق کر رہے تھے"۔ اگر ان منافقین کو کافر کہا جا سکتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ انہیں ایسے عمل پر کافر کہا گیا جو انہوں نے کیا نہیں تھا اس لیے کہ ان کا عمل اعتقاد سے نہیں تھا اور تکفیر کے لیے عمل کے ساتھ اعتقاد بھی ضروری ہے جبکہ اللہ نے ان کے اس قول پر ہی کہا تھا کہ: ﴿لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ "بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہو"۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اپنے اس قول میں جھوٹے ہو۔ اس عذر میں ان کو دیگر عذروں کی طرح جھٹلایا نہیں جن کے ذریعے سے وہ کفر سے بری ہوتے تھے اگر عذر سچے ہوتے تھے۔ ان کا عذر قبول کرنے کے بجائے مذاق میں کہی ہوئی بات پر بھی انہیں کافر قرار دیدیا۔ (غور کریں کہ کس طرح اس فتویٰ اور ایمان کی تعریف کہ قول و عمل کا نام ہے میں کس طرح ربط پیدا کیا گیا ہے۔ گویا کہ وہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایمان کی تعریف کے لیے لازم ہے کہ اس فتویٰ کو مانا جائے اور اگر کوئی شخص ایمان کی وہ تعریف کرتا ہے جو سلف نے کی ہے اور فتویٰ کو نہیں اپناتا تو وہ ایک ہی وقت میں دو متضاد باتیں کرتا ہے حالانکہ ایمان کے بارے میں یہ قول جہم کے قول کے قریب ہے) جب یہ ثابت ہو گیا کہ سلف اور ان کے متبعین خلف کا مذہب یہ ہے کہ اس طرح کا قول کفر ہے چاہے اسے حلال جانا ہو یا حرام اور اس پر دلیل وہ احادیث اور ائمہ کے اقوال ہیں جو ہم نے سابقہ سطور میں پیش کر دیئے ہیں کہ گالی دینا ہی کفر ہے اعتقاد حرام و حلال کا اعتبار کیے بغیر اگر ایک شخص اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اللہ اس کا رب ہے اور اسی نے اس کام کا حکم دیا ہے مگر حکم کی پیروی نہیں کرتا اس لیے کہ اللہ کا یہ حکم (نعوذ باللہ) صحیح نہیں ہے اس آدمی اور اس شخص میں کوئی فرق نہیں جو عقیدہ رکھتا ہے کہ محمد ﷺ سچے رسول ہیں اپنے احکام میں واجب الاتباع ہیں پھر آپ ﷺ کو گالی دیتا ہے یا

آپ ﷺ کے حکم میں عیوب نکالتا ہے۔ یا آپ ﷺ کی ذات میں نقص ڈھونڈ تا ہے۔ یا آپ ﷺ کی شان میں کسی بھی قسم کی گستاخی کر تا ہے جو رسول ﷺ کی شان کے خلاف ہو اس لیے کہ ایمان قول عمل کا نام ہے یہاں سے جہم بن صفوان اور اس کے پیروکاروں کے قول کی غلطی واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان صرف تصدیق و علم قلبی کا نام ہے۔ اعمالِ قلب کو وہ ایمان کا حصہ نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ کبھی انسان دلی طور پر مکمل مومن ہو تا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دیتا ہے ان سے دشمنی کر تا ہے۔ اللہ کے دوستوں سے دشمنی اور دشمنوں سے دوستی کر تا ہے۔ انبیاء کو قتل کر تا ہے ۔ مسجدیں منہدم کر تا ہے قرآن کی توہین کر تا ہے۔ مومنوں کی بہت زیادہ توہین کر تا ہے۔ اور کافروں کو حد درجہ احترام و عزت دیتا ہے مگر یہ سب صرف معاصی ہیں دلی ایمان کے منافی نہیں لہٰذا اس سب کچھ کے باوجود وہ دلی طور پر مومن رہتا ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں کفار کے احکام ثابت ہیں اس لیے کہ یہ سب کام کفر کی نشانیاں و علامات ہیں لہٰذا ظاہر پر حکم لگایا جائے گا جس طرح کہ (مسلمان ہونے کا حکم) شہادتین کے اقرار پر لگایا جاتا ہے۔ اگر چہ باطن میں وہ اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو جب ان لوگوں کے سامنے قرآن۔ سنت اور اجماع پیش کر کے کہا جائے اس طرح کے کام کرنے والے کافر ہیں آخرت میں عذاب کے مستحق ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تصدیقِ قلب و علم کی نفی کی دلیل ہے۔ ان کے نزدیک کفر صرف ایک ہی چیز کا نام ہے یعنی جہل اور ایمان بھی ایک ہی چیز کا نام ہے یعنی علم یا تکذیب قلب کفر اور تصدیق قلب ایمان ہے۔ ایمان کے بارے میں یہ سب سے بدترین قول ہے مگر بہت سے اہل کلام مرجئہ نے اس کو اپنایا ہے اور بہت سے اسلاف جیسے وکیع بن جراح۔ احمد بن حنبل اور ابو عبید وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم نے انہیں اور جو بھی اس قول کا قائل ہے اسے کافر قرار دیا ہے۔ (قابل غور بات ہے کہ کس طرح اس بات کو کہ ایمان قول و عمل کے لزوم کے لیے معتبر قرار دیا ہے گالی دینے والے، قول و فعل سے گستاخی کرنے والے کے کفر کو اگر چہ وہ اللہ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی اتباع کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہو) ان لوگوں نے دو اصولوں میں غلطی کی ہے۔

1 یہ کہ ایمان صرف تصدیق و علم ہے اس کے ساتھ عمل کا ارادہ۔ حرکت۔ محبت اور خشیۃ فی القلب کا تعلق نہیں ہے۔ یہ مرجئہ کی سب سے بڑی غلطی ہے۔

2 ان کا یہ خیال کہ جہاں بھی شارع نے کسی کو کافر مخلد فی النار کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں علم و تصدیق نہیں تھا (یہی الفاظ ہیں شیخ اور اس کے جہمیہ متبعین کے جو سلف کے عقیدے کا دعویٰ کرتے ہیں) یہ ایسی بات ہے جو عقل اور شرع کے خلاف ہے اور سلیم الفطرت اسلاف اور جمہور کے خلاف ہے۔ اس بارے میں شیخ الاسلام نے عمدہ گفتگو کی ہے جو ہماری کتاب تنبیہ الغافلین میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ کو گالی دینے کے کفر ہونے میں روئے زمین کے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہے سوائے جہمیہ اور اشعریہ کے (مراد وہ مرجئہ ہیں جو ایمان صرف اعتقاد کو کہتے ہیں قول و عمل کو شامل نہیں کرتے) جبکہ یہ دونوں فرقے قابل اعتبار نہیں ہیں اس لیے کہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کو گالی دینا اور کفر کا اظہار کرنا کفر نہیں ہے۔ یہ کفر پر دلالت کرتی ہے مگر یقینی کفر نہیں ہے۔ اس بارے میں ان کا اصول اہل اسلام کے اجماع کے

خلاف ہے کہتے ہیں کہ ایمان صرف دل کی تصدیق ہے اگر چہ کوئی شخص بغیر تقیہ وحکایت کے بتوں کی عبادت اور کفر کا اعلان ہی کیوں نہ کر دے۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ یہ خالص کفر ہے اس لیے کہ یہ اجماع امت اور اللہ ورسول کے حکم کے خلاف ہے اور تمام صحابہ کی رائے کے برعکس ہے غور کریں کہ کس طرح ثابت کیا ہے کہ گالی دینے کے لیے عقیدہ واستحلال کو جہمیہ اور غالی مرجئہ کا عقیدہ قرار دیا ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور کفران کے نزدیک صرف انکار ور تکذیب ہے اس بنا پر ہم نے کبھی صحیح بات کا دامن نہیں چھوڑا جب ہم نے یہ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ بعض ایسے لوگ جو بظاہر عقیدۂ سلف کو اپنائے ہوئے ہیں اور کفر کے لیے قلبی کو ہی شرط مانتے ہیں اور عمل کے استحلال کو۔ وہ جہمیہ ہیں ایمان کے معاملے میں جہم کے عقیدے پر ہیں۔)

البانی: مجھے اس بارے میں تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ بعض فقہاء کا یہ قول ہے کہ جب نناوے علماء کسی شخص کی تکفیر پر کسی عملِ مکفر کی وجہ سے متفق ہو جائیں اور ان میں سے ایک کہدے کہ یہ کفر نہیں ہے تو وہ عمل فسق کہلاتا ہے کہتے ہیں جب تک کہ سو کے سو متفق نہ ہوں تو کافر نہیں کہا جا سکتا۔(ص:14-22)

ابوبصیر: یہ قول ان الفاظ کے ساتھ کہیں نہیں ہے نہ کسی جاہل نہ عالم نے ایسا کہا ہے۔ کسی عالم سے الھندیہ میں جو منقول ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی مسئلے کی متعدد وجوہ ہوں جو کفر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ کفر کی ممانعت کی ہو تو مفتی کو چاہیے کہ اس ایک وجہ کی طرف رجحان رکھے۔ اسی طرح کا قول الغزالی کا، فیصل التفرقہ میں ہے۔ یہ نہیں خیال کرنا چاہیے تکفیر یا اس کی نفی ایک ہی جگہ پر قطعی طور پر پائی جائے بلکہ تکفیر شرعی حکم ہے اس کا ماخذ بھی دیگر احکام شرعیہ کی طرح ہے۔ کبھی یہ یقینی طور پر پایا جاتا ہے اور کبھی ظن غالب اور کبھی تردد کے ساتھ جب تردد کے ساتھ ہو تو تکفیر سے اجتناب بہتر ہے۔ ان منقولہ اقوال اور الفاظ اور شیخ کے منسوب کردہ بعض فقہاء کی طرف الفاظ میں واضح فرق ہے۔ بعض فقہاء سے اگر چہ اس طرح منقول ہے کہ کسی مسئلے میں نناوے وجوہ ہوں اور ایک طرف ایک وجہ ہو......... مگر وجوہ اور عالم میں فرق ہے)

البانی: یہ ہے وہ احتیاط کا مقام جو اس قول کی وجہ سے اپنایا گیا ہے کہ اگر کسی نے ایک مسلمان کو کافر کہہ دیا تو یہ تکفیر کا فتویٰ دونوں میں سے کسی ایک پر لوٹ آئے گا۔ زیادہ مشہور عبارت یہ ہے کہ جس نے مسلمان کو کافر کہا وہ خود کافر ہوا۔ لہٰذا اجتناب واحتیاط کرنا چاہیے کسی ایسے مسلمان کو مطلقاً کافر کہنے سے جو" لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا اقرار کرتا ہو۔ (ص:15-16-22)

ابوبصیر: حدیث پر تبصرہ آئندہ چل کر ہم کریں گے کہ مطلقاً کسی کو کافر کہنا چاہیے یا نہیں؟ البتہ جہاں تک بات ہے شہادتین کے اقرار کی تو اس کلمے کے کچھ تقاضے، شروط اور نواقض ہیں ان کا لحاظ کیے بغیر صرف زبان سے رٹہ لگانا کوئی فائدہ نہیں کرتا جیسا کہ عصر حاضر کے جہمیہ کا خیال ہے۔ اس لیے کہ ایمان قول، اعتقاد اور عمل کا نام ہے۔ ہاں اگر کوئی شہادتین کا اقرار کرنے والا اس کے شروط تقاضوں کا لحاظ کرنے سے عاجز ہو تب تو ذمہ داری سے بری ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ

کسی پر اس کی استطاعت سے بڑھ کر ذمہ داری نہیں ڈالتا۔ اس حالت میں شہادتین کا اقرار اس کا اعتقاد اور اس سے محبت فائدہ دے گی جیسا کہ ایک آدمی مسلمان ہو اور اسی وقت قتل ہو گیا اور اسے کسی قسم کے عمل کا موقع نہیں ملا۔ ایسے شخص کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ عمل کم کیا اجز زیادہ مل گیا۔ آگے ہم شہادتین کے تقاضے اور شروئط تفصیل سے بیان کریں گے۔

البانی: دلیل کے طور پر اس مشرک کا واقعہ پیش کیا جاسکتا ہے جو جنگ کے دوران ایک صحابی کی تلوار کے نیچے آگیا تو اس نے "لاالٰہ الا اللہ" پڑھ لیا حالانکہ یہ صرف تقیہ کی بنا پر تھا مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ طیبہ کا اعتبار کیا اور صحابی کو (آئندہ) ایسا کرنے سے منع کیا جو اس وقت صحابی نے کیا تھا (یعنی اس آدمی کو قتل کیا تھا)

ابوبصیر: ہم کہتے ہیں کہ شیخ یہ دلیل تو آپ کے خلاف جارہی ہے اس میں آپ کے باطل مذہب کا ردّ ہے جو تکفیر کے حکم کے لیے دل چیر کے دیکھنے اور دلی علم معلوم کرنے کی بات کرتا ہے جبکہ آدمی کے ظاہری اعمال کفریہ ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں کفر وایمان کے ابتدائی مرحلہ کی بات ہے جب اس کا کفر وایمان برابر ہو۔ اس کے بعد جب ایک آدمی ایمان کا بغیر مناقض کے اظہار کردے تو اس کے ظاہر پر اعتبار کرتے ہوئے اس کا ایمان قبول کیا جائے گا اور اگر وہ واضح کفر کا اظہار کردے تو اس کا بھی اعتبار ہوگا اور اس کے ساتھ کافروں مرتدوں والا معاملہ کیا جائے گا۔ امام نووی شرح مسلم میں کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی سے جو یہ کہا تھا کہ تونے اس کا دل چیر کر کے کیوں نہ دیکھا؟ تو اس میں دلیل ہے اس مشہور فقہی اصول کی کہ احکام میں ظاہر دیکھ کر معاملہ کیا جائے گا اس لیے کہ باطن کا حال اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ صحیح بخاری میں ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کا مواخذہ وحی کے ذریعے سے کیا جاتا تھا اب وحی منقطع ہو چکی ہے اب ہم لوگوں کا مواخذہ ظاہری اعمال کی بنیاد پر کریں گے جس نے اچھا عمل ظاہر کیا ہم اسے امن دیں گے اسے قریب کریں گے ہمیں اس کے باطن سے کوئی غرض نہیں جس نے برا عمل ظاہر کیا ہم اسے امن نہیں دیں گے نہ اس کی بات کی تصدیق کریں گے اگرچہ وہ کہتا رہے کہ میرا باطن بہت اچھا ہے۔ (2/107)

صحیح مسلم میں ہے (عمر رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں مجھے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں میں نقب لگاؤں یا ان کا پیٹ پھاڑ دوں۔ حالانکہ شیخ صاحب آپ لوگ تو ظاہری اعمال کو ایمان کی دلیل بناتے ہو کفر کی نہیں اور جب کسی کے ظاہر کا اعتبار کر کے اس کے کفر کی طرف اشارہ کر لیا جائے تو آپ لوگ فوراً اس کے خلاف اس لفظ کو دلیل بناتے ہو کہ ((ھلا شققت قلبہ)) تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا؟۔ اس سے مراد آپ لوگ یہ لیتے ہو کہ اس کے دل میں موجود حقیقت کو کیوں نہ معلوم کر لیا کہ وہ کفر پر قائم ہے یا نہیں؟ آپ لوگ گویا اپنے مخالفین سے یہ مطالبہ کرتے ہو کہ وہ لوگوں کا باطن معلوم کریں کہ اس کے دل میں کیا ہے؟ اور پھر اس کے مطابق حکم لگائیں جبکہ یہ بات مذکورہ حدیث کے خلاف ہے اس لیے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کی تھی تو اس کا مطلب صحابی کو یہ سمجھانا تھا کہ دلوں کی حالت سے واقفیت ممکن نہیں ہے۔ یہ کسی بشر کا کام نہیں تم

کیسے کسی انسان کے دل کی بات معلوم کر سکتے ہو؟ لہٰذا تم صرف ظاہر پر اعتبار کرو جہاں تک بات ہے تقیہ کی تو آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں حالانکہ اس آدمی نے توحید کا اظہار کر لیا تھا نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تقیہ کی اشارہ نہیں کیا مگر شاید آپ اعتبارِ ظاہر والے قاعدے کو ردّ کرنا چاہتے ہیں اس لیے اس اقرار کو تقیہ (نفاق) سے تعبیر کرتے ہو مگر اس کے باوجود اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔

البانی: تکفیر ایک مشکل کام ہے پھر میں سمجھتا ہوں کہ یہ بحث اکثر ہمیں اس بات کی طرف بھی لے گئی ہے کہ ہم اکثر نوجوانوں کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ اپنا وقت اس میں ضائع کر رہے ہیں کہ تمام مسلمان حکمرانوں کو کافر کہہ رہے ہیں ان نوجوانوں نے خود کو صرف اس تکفیر میں مشغول کر لیا ہے ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو یہ کافر کہتے ہیں ان میں بہت سے لوگ نمازی ہیں بہت سے روزے دار اور بہت سے حاجی ہیں یہ ظاہری اعمال ان کے مسلمان ہونے پر دلالت کرتے ہیں تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم تکفیر کا فتویٰ جلدی لگائیں جبکہ ہم نے ابھی کہا ہے کہ تکفیر ایک خطرناک کام ہے تو یہ ایک قابل غور پہلو ہے۔

ابو بصیر: جی ہاں کام تو یہ بہت مشکل ہے مگر صرف جہمیہ و مرجئہ کے شیوخ و علماء کے لیے پھر دور حاضر کے جہمیہ کی طرف سے یہ تکرار کہ تکفیر پر ہر ایرے غیرے کو قدم نہیں اٹھانا چاہیے صرف علماء مجتہدین تجربہ کار اور معروف علماء کا اس کا اختیار ہونا چاہیے اس بات پر ہمارے چند اعتراضات ہیں۔

1 تکفیر شرعی حکم ہے کتاب و سنت سے اسی طرح ثابت ہے جس طرح دیگر احکام ہیں لہٰذا جس عمل کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ یہ کفر ہے اور اس کا مرتکب یقینی کافر ہے جیسا کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرنا یا اپنے اندر اللہ کی خصوصیات کا سمجھنا اپنی طرف سے اللہ کی مخصوص صفات میں کسی کو شریک کرنا، ایسی حالت میں تو مطلقاً جائز نہیں کہ کافر کی عدم تکفیر یا اس کے کفر میں شک ملۃ سے خارج کرنے والا ہے اس لیے کہ یہ تو اللہ کے حکم سے انکار ہے بلکہ اللہ کے حکم کو ردّ کرنا ہے۔

2 کتاب و سنت کے نصوص ان آیات و احادیث سے بھرے پڑے ہیں جو مومنین کے ساتھ دوستی اور کفار کے ساتھ دشمنی کو واجب کرتے ہیں یہ ایسے نصوص ہیں جنہیں امت کے تمام افراد کو ان میں مخاطب کیا گیا ہے یا انہیں سمجھایا گیا ہے اگر یہ بہت مشکل کام کام ہے تو پھر کس طرح کفر اور اس کی حدود اور کافر اور اس کی صفات کو کیسے معلوم کیا جائے گا؟

3 ہم زنا کرنے والے کو آسانی سے زانی کہہ دیتے ہیں۔ چوری کرنے والے کو آسانی سے چور کہہ دیتے ہیں اور جب ان سے زیادہ اہم موقع آتا ہے یعنی کوئی شخص صریح کفر کرتا ہے اور کوئی مانع بھی نہیں ہوتا تو ہم اس کی تکفیر سے ڈرتے ہیں اور افراد امت کو بھی تکفیر سے اجتناب کا مشورہ دیتے ہیں بلکہ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہم افراد امت پر اس بات کا معلوم کرنا لازمی سمجھتے ہیں کہ ہوا کے اخراج سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور مشائخ ارجاء ان کے لیے لازم قرار دیتے ہیں کہ نواقض وضو پہچانیں اس لیے کہ ان نواقض کا مرتکب مومن نہیں رہتا۔ ہم نے موجودہ دور کے جہمیہ کی پرہیزگاری کے بارے میں ان کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ وہ کافر بے دین، اللہ کی شریعت کو جھٹلانے والے اللہ کے حرام کردہ کو حلال سمجھنے والے جس پر شریعت کی حجۃ

قاطعہ قائم ہو چکی ہو جس کی تکفیر میں کوئی مانع نہ ہو اس کی تکفیر سے بھی اجتناب کرتے ہیں اور صرف اس بات پر اکتفا کر لیتے ہیں کہ یہ "کفر دون کفر" ہے اس احتیاط اور پرہیز گاری کی وجہ سے کفر کا حکم نہیں لگاتے۔ ان سے منقول اقوال میں سے ایک یہ ہے کہ جب تمام احتمالات ختم ہو جائیں اور تکفیر کے معتبر و غیر معتبر تمام موانع نہ رہیں تو پھر بھی کسی مسلمان سے (اسلام کی) نفی نہ کریں صرف یہی کافی ہے کہ اس کے بارے میں کہا جائے یہ قول یا فعل کفر ہے۔ احتیاط اور پرہیز گاری کا یہی تقاضا ہے ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ کسی چیز سے ناواقف کی مثال ایسی ہے جیسے اس کو وہ ملی ہی نہ ہو اس لیے وہ آسانی کے ساتھ اس مبتلا ہو سکتا ہے لہٰذا جو شخص کفر اور اس کی حدود سے ناواقف ہو وہ اس میں مبتلا ہو سکتا ہے حالانکہ یہ شریعت کی سب سے بڑی حرام کردہ شئ ہے اللہ نے تفصیل سے آیات بیان کی ہیں اور مجرمین کی روش واضح کر دی ہے اور کفر اور شک کی تمام اقسام کی وضاحت کر دی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ (الانعام:۵۵)

ہم اسی طرح آیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ مجرمین کا رستہ واضح ہو کر سامنے آجائے۔

تاکہ ہم اس سے محتاط رہ سکیں یہ اس لیے نہیں ہے کہ ہم قوم پر مشکل ڈالدیں کہ ان کو معلوم کرنا ضروری ہے یہ ان کی طاقت واستطاعت سے زیادہ ہے ایک اعتراض ہمارا یہ بھی ہے کہ جس مشکل کی طرف شیخ نے اشارہ کیا ہے یہ اس وضاحت، تفصیل اور آسانی کے معارض ہے جو ہماری شریعت کا امتیازی وصف ہے اللہ کا فرمان ہے:

الٓرٰقف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ (الحجر:۱)

یہ کتاب اور واضح قرآن کی آیات ہیں۔

فرمان ہے:

حٰمٓ، وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (الدخان:۱)

قسم ہے کتاب وضاحت کرنے والے کی۔

فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:۱۷)

ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

علوم دین میں سب سے زیادہ آسان اور واضح توحید ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (البقرہ:۲۶۵)

جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔

طاغوت کے انکار کے لیے لازم ہے اس کی تکفیر اور اس سے اجتناب جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وَ لَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ(النحل:۳۶)

ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی بندگی اختیار کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔

جب امت کے تمام افراد پر توحید کو لازم کر دیا اور طاغوت سے اجتناب واجب کر دیا تو یہ ایسا مشکل کیسے ہوا کہ صرف چند بڑے عالم ہی اسے سمجھ سکتے ہیں؟

دیکھیں انہوں نے (طاغوت کے بجائے) حکام المسلمین کا قصہ کھڑا کیا (یا طاغوت کے لفظ کی جگہ مسلم حکمران کا لفظ استعمال کرتے ہیں) تاکہ اس کے بعد یہ ان کا دفاع کر سکیں یہ بھی طاغوت کی طرف جھکاؤ اور میلان کی ایک قسم ہے جسے انہوں نے خوشی سے اپنایا ہے۔ یہ معاملہ فضول نہیں ہے نہ وقت گذاری یا دل بہلانے کا مشغلہ ہے بلکہ اس میں بہت تفصیل درکار ہے۔ اس کا تعلق ایمان اور شرعی نصوص کے ساتھ ہے کہ شریعت کے احکام والفاظ کو صحیح مفہوم ومقام پر رکھا جائے۔ اس کا مطلب ہوا کہ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے اس کے بغیر چارہ نہیں جس طرح کسی مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مومن کو مومن کہے اور اس سے دوستی رکھے اسی طرح اس پر واجب ہے کہ کافر کو کافر کہے اور اس سے دشمنی رکھے لہٰذا یہ کفر وایمان سے متعلق مسئلہ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تب صحیح ہو گی جب صریح اسلام کے مقابل ایسا کفر ہو جس کی تاویل ممکن ہو اور اسے کفر اصغر پر محمول کیا جا سکتا ہو اس لیے کہ جس کا اسلام یقینی ہو تو وہ اسلام سے صرف یقینی کفر کے ذریعے ہی نکل سکتا ہے (اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب قواعد التکفیر میں بیان کر دی ہے) مگر جب صریح اسلام کے مقابل صریح کفر ہو جس کی تاویل ممکن نہ ہو جیسا کہ طواغیت الحکم ہیں جن میں کفر، نفاق، خیانت اور دھوکہ دہی کی تمام صفات بیک وقت موجود ہیں تو ان پر ارتداد اور کفر کا حکم لگانے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ یہ فتویٰ اللہ کے حکم کے مطابق ہی ہو گا کہ ایک دل میں کفر وایمان یکجا نہیں رہ سکتے اور یہ کہ شرک تمام اعمال کو باطل کر دیتا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ لَوۡ اَشۡرَکُوۡا لَحَبِطَ عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ☆ الانعام:۸۸) ''اگر انہوں نے شرک کر لیا تو ان کے اعمال برباد ہو جائیں گے''۔ فرمان ہے: ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ☆ آل عمران:۲۲) ''ان لوگوں کے اعمال دنیا وآخرت میں برباد ہو گئے''۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ایک ہی دل میں کفر وایمان جمع نہیں ہو سکتے۔

البانی: ایک اور پہلو سے دیکھیں تو سوچنا چاہئے کہ موجودہ دور میں تکفیر کے اسلحہ سے ہم کیا فوائد حاصل کر رہے ہیں کہ بعض حکام یا ان کے متبعین کو کافر قرار دیتے ہیں؟ جبکہ ہم کبھی بھی وہ کام نہیں کر سکتے جسے رسول ﷺ نے مباح قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث ہے آپ ﷺ سے سوال ہوا ((افلا نقاتلهم ؟)) ''کیا ہم ان حکمرانوں سے جنگ نہ کریں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جب تک وہ صریح کفر نہ کریں۔ جب وہ صریح کفر کر لیں اور ہم ان سے قتال نہیں کر سکتے تو کیا فائدہ اس موضوع کو اچھالنے کا؟ سوائے اس کے کہ ہم اپنے آپ کو ایسے کاموں میں مشغول کر لیں جو علم وفقہ کی طلب کی نسبت زیادہ

اہم نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہماری اسلامی زندگی کے لیے نقصان دہ ہے اس لیے ہم لازمی سمجھتے ہیں کہ تکفیر سے اجتناب کیا جائے۔

ابوبصیر: طواغیت وغیرہ اور کفار کی تکفیر ایمانی اور عقیدتی موقف ہے جس سے تجاوز جائز نہیں ہے۔ یہ اس عقیدے کے لوازمات میں سے ہے جو مومنوں کے لیے ضروری ہے یعنی "براءت عن الکافرین" اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہم نے اس کی بنیاد پر اللہ کی بندگی اختیار کی ہے لہٰذا دنیاوی مفاد کی خاطر ہم اس سے چشم پوشی نہیں کرسکتے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

> قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (الممتحنۃ:۴)
>
> تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھی بہترین نمونہ ہیں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور اللہ کے علاوہ جن معبودوں کو پکارتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے ان کاموں کا انکار کرتے ہیں ۔ ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی ظاہر ہوچکی جب تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔

یہی ملت ابراہیم ہے جس کی اتباع کا ہمیں حکم ملا ہے اس سے اعراض بے وقوف ہی کرسکتا ہے۔ ﴿وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ﴾ البقرۃ:۱۳۰) "ملت ابراہیم سے اعراض وہی کرتا ہے جو بے وقوف ہو۔" اور اگر ہم طواغیت کفر وغیرہ اور کافروں کی تکفیر نہ کریں تو پھر مندرجہ ذیل خطرات پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

1 اللہ کا حکم معطل ہوجاتا ہے جو ان کے بارے میں اس نے دیا ہے کہ: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ المائدہ:۴۴) "جس نے اللہ کے نازل کردہ (دین) کے مطابق حکومت نہیں کی وہ کافر ہیں۔" لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ان کے بارے میں وہی حکم اور فیصلہ کریں جو اللہ نے ان کے بارے میں نازل کیا ہے۔ ورنہ مائدہ کی تینوں آیات پر عمل نہیں ہوسکے گا اور ہم اس گناہ میں مبتلا ہوجائیں گے جس میں یہود ہوئے تھے یعنی حکمرانوں کی خوشی کے لیے حق پر پردہ ڈالنا۔

2 ان کی تکفیر نہ کرنے سے ہم کتمان علم (یعنی حق کو چھپانا) کے مرتکب ہوگے۔ حالانکہ ہمیں اس کے اظہار کا حکم ہے ۔ حق کو چھپانے والوں کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے:

> اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَ الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (البقرہ:۱۷۴)

جو لوگ چھپاتے ہیں وہ جو کچھ اللہ نے کتاب میں سے نازل کیا ہے اور ان کے عوض لیتے ہیں تھوڑی قیمت (دنیاوی مفاد) یہ لوگ اپنے پیٹ میں آگ ڈال رہے ہیں قیامت کے دن اللہ ان بات نہیں کرے گا نہ ہی انہیں پاک کرے گا ان کے لیے دردناک عذاب ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب لے لیا انہیں آگ پر کیسے صبر آئے گا۔؟

3 ان کی عدم تکفیر کی وجہ سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے انہیں ان طواغیت کے کفر اور جرم کا پتہ نہیں ہو گا۔ خاص کر جب ہم انہیں مسلمان کہیں اور ان کو اسلامی لباس میں پیش کریں۔

4 طواغیت حکم کی تکفیر کو عبث سمجھنا اسے بے فائدہ کہنا جیسا کہ محمد شقرہ نے کہا اور شیخ نے اس کی تائید کی ہے اس سے یہ لازم آئے گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کافروں کا نام لے کر انہیں کافر کہا وہ بھی عبث ہو گا؟ جیسا کہ سورہ کافرون میں ہے جبکہ مکہ کے حالات اور شعب ابی طالب کے حالات موجودہ دور سے بہتر نہ تھے مگر اس کے باوجود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کمزوری کے باوجود تبلیغ سے اجتناب نہ کیا اور اللہ کا حکم تکفیر بیان کرنے اور ان کے دین کے نقائص بیان کرنے ان کے "الہٰ" کی مذمت کرنے سے اجتناب نہیں کیا۔ بلکہ ایسے بھی انبیاء گزرے ہیں جن کی اتباع کرنے والا صرف ایک آدمی تھا مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنی کمزوری کو تبلیغ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیا اور کافروں کے بارے میں جو اللہ کا حکم تھا جو عذاب کا اعلان تھا وہ بیان کر دیا کیا ہم یہ کہیں کہ کیا انبیاء کا یہ سب کچھ کرنا عبث تھا؟

5 طواغیت کے حکم کی عدم تکفیر سے یہ طواغیت اپنی سرکشی ظلم اور گمراہی میں اور بڑھ جائیں گے اور یہ اپنے متبعین سمیت مزید ایسے غلط کام کریں گے کہ ان کو حکومت کرنے کا حق ہے وہ ایسا کرنے کے حقدار ہیں۔ اس لیے کہ بڑے بڑے علماء اور مرجئہ کے سردار ان کی تکفیر نہیں کرتے بلکہ انہیں مسلمان قرار دے چکے ہیں۔

آخر میں ہم محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے چند کلمات پیش کر رہے ہیں شاید ان سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکے۔ فرماتے ہیں۔ اللہ سے ڈرتے رہو دین کی بنیاد کو تھامے رکھو جس کا اول و آخر "لا الہٰ الا اللہ" کی گواہی ہے اس کا معنی سمجھ لو اس کلمہ سے محبت کرو کلمہ والوں سے محبت رکھو انہیں اپنا بھائی بنا رکھو اگرچہ دور رہتے ہوں۔ طواغیت کو کافر سمجھو ان سے دشمنی رکھو ان سے نفرت کرو اور ان سے محبت کرنے والوں سے بھی نفرت کرو جو انکا دفاع کرے یا انہیں کافر نہ سمجھے یا یہ کہے کہ ہمیں ان سے کیا؟ مجھ پر اللہ نے ان کی ذمہ داری نہیں ڈالی تو ایسا شخص اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اللہ نے اس پر ذمہ داری ڈالی ہے کہ ان طواغیت کا انکار کرے ان سے براءت کا اعلان کرے اگرچہ ان کے بھائی ہوں اولاد ہوں لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو اس بات کو تھامے رکھو تاکہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو تو مشرک بن کر نہ کرو۔ (مجموعۃ التوحید: ص 111)

ان کے خلاف قتال و بغاوت کی جہاں تک بات ہے قتال کا سبب تکفیر ہے اور قتال جب مشکل ہے تو کیا آسان کام بھی ترک کر دیں؟ ان کے بارے میں اللہ کا جو حکم ہے اسے بھی چھوڑ دیں؟ امت کو ان سے باخبر نہ کریں۔ آسان عمل مشکل کی وجہ سے

نہیں چھوڑا جا سکتا جبکہ یہ بات ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ تکفیر شرعی ضرورت اور عقیدے و ایمان کا مسئلہ ہے اس سے چشم پوشی کرنا ممکن نہیں ہے۔ شیخ سے ہم یہ پوچھنے کی جسارت کرتے ہیں کہ ہم شیخ سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ آپ کے پاس کونسی دلیل ہے جس کی بنا پر آپ قتال و خروج کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے تکفیر کی ممانعت کرتے ہیں۔ سلف امۃ اور علماء میں سے کس نے یہ فتویٰ دیا ہے یا رائے دی ہے؟ ہم چور اور زانی کے بارے میں اللہ کے نازل کردہ حکم کو چور اور زانی پر لاگو نہیں کر سکتے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم پر اس کا بیان لازم ہے؟ کیا ہم اللہ کا حکم لوگوں کو بتا کر انہیں زنا اور چوری سے محتاط رہنے ان سے اجتناب کرنے کا کہہ سکتے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ ہر عاقل مسلمان اس کا جواب ہاں میں ہی دے گا۔ تو پھر توحید اور اس کے تقاضے تو زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے اسے چھپایا نہ جائے۔

البانی: نے کہا ہے کہ تکفیر کے بجائے علم و فقہ پر توجہ دینی چاہیے۔

ابو بصیر: وہ کونسا علم اور فقہ ہے جو توحید سے زیادہ اہم ہے۔ ''لا الٰہ الا اللہ'' سے زیادہ اہم ہے جس کا تقاضا اولین یہ ہے کہ تمام الٰہ کی نفی کی جائے اللہ کے علاوہ جن کی بندگی و پرستش کی جاتی ہے بندگی کسی بھی طریقے سے ہو اس کا انکار کرنا۔ اس سے دشمنی رکھنا اس کی تکفیر کرنا ہے۔ یہ عجیب قوم ہے کہ خود کو اور دیگر لوگوں کو فقہیات اور دیگر علوم کی باریکیوں میں مشغول رکھتے ہیں جبکہ دنیا ناحق معبودوں سے بھری ہوئی ہے جن کی عبادت کی جارہی ہے لوگ تیزی سے ان کی عبادت کی طرف جا رہے ہیں ان کے بارے میں کوئی ایک لفظ کہنے یا لکھنے کے تیار نہیں ہے جبکہ فروعی فقہی اختلافی مسائل میں کئی کئی جلدوں میں کتابیں تصنیف کر رہے ہیں، فروعی مسائل میں یہ لوگ مصروف ہو گئے ہیں اور دین کا وہ اصل الاصول ترک کر چکے ہیں جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا یہ لوگ صغیرہ گناہوں سے بر سر پیکار ہیں مگر کبیرہ گناہوں اور شرک اکبر سے غافل ہیں جو ہر عمل کو باطل کرنے والا ہے۔

البانی: تکفیر ہماری اسلامی زندگی کے لیے نقصان دہ ہے۔

ابو بصیر: وہ کون سا نقصان ہے جس سے شیخ خوفزدہ ہیں؟ سزائیں قید، قتل یا دیگر تکالیف؟ کیا ان تکالیف کا سامنا اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے نبی ﷺ نے نہیں کیا؟ آپ ان شرعی نصوص کا کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اور ہر شخص اپنے دین کے حساب سے مبتلا ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ مصائب و آلام انبیاء پر اور اس کے بعد جتنا نیک و دیندار آدمی ہو گا وہ مبتلا ہو گا۔ سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے جو سرکشوں اور اللہ کے باغیوں کے سامنے کلمہ حق بلند کرتے رہے؟ تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ دین کی مدد بھی ہو۔ اعلاء کلمۃ اللہ بھی ہو اور تکالیف بھی نہ ہوں؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ وَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ (محمد:٦)

اگر اللہ چاہتا تو ان سے بدلہ لے لیتا مگر وہ تم کو ایک دوسرے (کے ساتھ لڑا کر) آزمانا چاہتا تھا۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کے اعمال وہ کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمت ہارنے والو اس راستے کو اپناؤ جو تھکاوٹ والا ہے اسی راستے پر آدم علیہ السلام۔ نوح علیہ السلام چلے ہیں اسی راہ میں ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، اسماعیل علیہ السلام خود کو قربان ہونے کے لیے پیش کیا یوسف علیہ السلام کو چند ٹکوں کے عوض فروخت کیا گیا انہیں قید کیا گیا زکریا علیہ السلام کو آری سے کاٹا گیا، یحیٰ علیہ السلام کو ذبح کیا گیا، ایوب علیہ السلام پر سختیاں آئیں، داؤد علیہ السلام نے دکھ اٹھائے، عیسیٰ علیہ السلام کو تنہا کیا گیا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف قسم کی تکالیف دی گئیں مگر ہم (ان کی اتباع کے دعویدار) کھیل کود میں مصروف ہیں۔ (الفوائد: ص 42)

شیخ صاحب میں جانتا ہوں کہ آپ اور آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگ میرے بارے میں یہی کہتے ہوں گے کہ یہ وہ ناپسندیدہ لوگ ہیں جن کے ساتھ چلنے سے ہم امت کو روک رہے ہیں انہیں محتاط رہنے کا مشورہ دے رہے ہیں ہم اختصار کے ساتھ صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے متبعین علماء کاملین ناپسندیدہ قرار دیئے گئے اور ان کا راستہ مشکل سمجھا گیا تو ہم سب سے پہلے ناپسندیدہ قرار دیئے جانے والے ہیں اس ناپسندیدگی کو ہم قبول کرتے ہیں اسے اپنے لیے باعث عزت سمجھتے ہیں۔

البانی: ہم کلمہ تکفیر کے استعمال سے اجتناب لازمی سمجھتے ہیں۔

ابو بصیر: جہاں اجتناب واحتیاط کی ضرورت ہوتی ہے وہاں ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں مگر جہاں صریح کفر ہو تو تکفیر سے اجتناب ایسی پرہیز گاری نہیں ہے کہ جس کی گنجائش اللہ کی شریعت میں ہو بلکہ یہ تو قوم کے ساتھ تلبیس ابلیس کرنا ہے، ایسی پرہیز گاروں کو ہم نے دیکھا ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ کی تکفیر سے بھی اجتناب کرتے ہیں کہتے ہیں کہ جب تک ان پر حجۃ قائم نہ ہو جائے تب تک تکفیر نہیں کرنا چاہیے۔

البانی: شیخ البانی کہتے ہیں کہ یہ (تکفیری) ان (حکام مسلمین) پر کفر کا حکم لگاتے ہیں اس وجہ سے ہم انہیں گمراہ کہتے ہیں۔

ابو بصیر: یہ مسئلہ مذاق یا کسی کی خواہش و مرضی کا نہیں ہے کہ ہم اس پر اکتفا کریں کہ کون کیا چاہتا ہے یا ہم کیا چاہتے ہیں اور کیا نہیں چاہتے۔ جب اللہ کی شریعت میں ان پر کفر کا حکم لگایا جا چکا ہے تو ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم اس سے کم پر اکتفا کریں بلکہ ہم پر لازم ہے کہ ہم ان پر اللہ کا وہ حکم لاگو کر دیں جس کے وہ مستحق ہیں اس میں کسی قسم کی طرفداری، لحاظ یا کمی بیشی نہ کریں۔

البانی: شیخ کہتے ہیں ان لوگوں نے شریعت کے احکام میں بہت سختی کی ہے حالانکہ یہ کافی ہے کہ ہم کسی عمل کو گمراہی کہیں۔ یہ کہنا کہ فلاں کافر ہے۔ فلاں کام کفر ہے۔

ابو بصیر: یہ تو ظاہر ہے کہ شیخ اس کا اقرار نہیں کریں گے نہ ہی اس پر رائے دیں گے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک کفر اس وقت ہوتا ہے جب (کفریہ عمل کے ساتھ) دلی اعتقاد بھی ہو۔ گویا کفر صرف اعتقاد ہے زبانی قول نہیں حالانکہ ایمان کے بارے میں یہ جہم کا قول ہے جو کہ نصوص شرعیہ اور علماء امت کے خلاف ہے۔ علماء امت کہتے ہیں کہ ایمان، عقیدہ، قول اور عمل کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ المائدہ: ١٧) ”وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہے۔“ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ﴾ المائدہ: ٧٣) ”وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین کا تیسرا ہے۔“ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا﴾ المائدہ: ٦٤) ”یہود کہتے ہیں اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔“ ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ان پر لعنت کی گئی ہے ان کے اس قول کی وجہ سے۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ان کے قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی یہ نہیں کہا گیا کہ اس کے عقیدے کی وجہ سے کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ﴾ التوبۃ: ٧٤) ”انہوں نے کلمہ کفر کہا اور اسلام لانے کے بعد کافر ہوگئے ہیں۔“ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے ثابت ہوا کہ کفر قول کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر بہت سے دلائل ہیں جنہیں ہم عنقریب ذکر کریں گے اور علماء کے اقوال بھی پیش کریں گے جن سے ان کے تمام شبہات کا ازالہ ہو جائے گا جو دور حاضر کے جہمیہ کے دل میں ہیں۔ ایسی وضاحت کریں گے اس مسئلے کی کہ جہم اور اس کے متبعین اس تک پہنچ نہیں سکے ہوں گے۔

البانی: ہم اس سوال کی نسبت سے بات کر رہے ہیں۔

ابو بصیر: یہ شاتم رسول کے حکم کے متعلق ہے۔

البانی: مسلمانوں کے ہاں یہ بات مشہور و معروف ہے کہ جس سے کلمۂ کفر صادر ہوا اس سے توبہ کرائی جائے گی۔

ابو بصیر: یہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو توبہ کرائے بغیر قتل کرنا واجب ہے۔ جس طرح کہ کفر وارتداد پر بطور حد کے قتل کیا جاتا ہے اس کا ساقط کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے کہ یہ حد دیگر حدود کی طرح نہیں ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”الصارم“ میں کہتے ہیں: شاتم رسول کا قتل اگرچہ ایک کافر کا قتل ہے مگر یہ حدود میں سے صرف کفر و حرابہ پر قتل نہیں ہے پہلے احادیث گزر چکی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسکی حد قتل ہے۔ اسی طرح زندیق اور جو بار بار گالیاں دے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یا بار بار مرتد ہو جس کی اس حرکت سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ اسلام کو حقیر سمجھ رہا ہے اس کی کوئی پرواہ نہیں کر رہا تو اس کو توبہ کرائے بغیر قتل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا (النساء: ١٣٧)

جو لوگ ایمان لائے پھر کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر کفر زیادہ کیا اللہ انہیں بخشے گا نہیں اور نہ ہی انہیں راستہ دکھلائے گا۔

اللہ کا تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ (آل عمران:۹۰)

جن لوگوں نے کفر کیا ایمان کے بعد پھر زیادہ کیا کفر ان کی توبہ ہر گز قبول نہیں کی جائے گی یہ لوگ گمراہ ہیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان آیتوں میں اللہ نے یہ بتایا ہے کہ جس نے ایمان کے بعد کفر زیادہ کیا اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی ۔کفر اور کفر زائد میں اللہ نے فرق رکھا ہے صرف کفر کے بجائے زائد کی توبہ قبول نہ ہو گی جو لوگ سمجھتے ہیں کہ ہر کفر کی توبہ قبول ہوتی ہے ان کی سوچ نص قرآنی کے خلاف ہے۔ (الصارم: ص368)

ابن ضویان منار السبیل (2/409) میں لکھتے ہیں: بار بار مرتد ہونے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کا بار بار کا ارتداد اس کے عقیدے کی خرابی اور اسلام کو حقیر سمجھنے کی دلیل ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جس نے متعدد بار اللہ کی شان میں گستاخی کی اور اپنے اس عمل کی پرواہ بھی نہیں کرتا اسے معمولی کام سمجھتا ہے تو یہ اس کی توبہ کے کذب اور اس کے عقیدے کی خرابی کی دلیل ہے یہ اس زندیق کی طرح ہے جس کے باطن پر ہم یقین نہیں کر سکتے نہ ہی اس کا رجوع قبول کر سکتے ہیں۔ (الشفاء: ص631)

البانی: شیخ البانی کہتے ہیں کہ جس نے توبہ کی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کلمہ کفر کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ اگر دوبارہ یہ عمل کر لیا تو پھر اسے بھی مرتد سمجھ کر قتل کیا جائے گا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا۔

ابو بصیر: اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ توبہ کرانے سے پہلے کسی پر کفر وارتداد کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اس لیے کہ اس کا ارادہ اور اس کا باطن معلوم نہیں اس کا ارادہ و باطن اس وقت معلوم ہو گا جب اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ باطنی طور پر صحیح ہے لہٰذا اس کا ظہری کفری عمل کی بنا پر اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔ اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور توبہ پر قتل ہونے کو ترجیح دیدی تو اس کا بد باطن ظاہر ہو جائے گا اور اس بنیاد پر ہم اس کے کافر اور مرتد ہونے کا حکم لگادیں گے اس لیے کہ ہم نے اس کے باطن کی خرابی معلوم کر لی ہو گی ۔نہ اس بنا پر کہ اس نے کفر کا اظہار کیا ہے۔ یہ قول چند وجوہ کی بنا پر باطل ہے۔

1 یہ اپنی طرف سے بنایا ہوا قول اور رائے ہے قرآن وسنت سے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے نہ ہی شیخ کے اسلاف میں سے کسی نے اس طرح کہا ہے۔

2 کتاب و سنت کے دلائل کے خلاف ہے۔ یہ دلائل بتاتے ہیں کہ مرتد سے توبہ ارتداد و کفر سے کروائی جائے گی صرف کفر کے بارے میں غلطی کرنے سے نہیں اور نہ ہی توبہ کرانے سے یہ لازم آتا ہے کہ توبہ سے پہلے اسے مرتد یا کافر نہ کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ ☆ التوبۃ:۵﴾ "جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکین سے قتال کرو۔" ﴿فَإِنْ تَابُوا وَ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ آتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ☆ التوبۃ:۵﴾ "اگر وہ توبہ کر لیں نماز قائم کریں زکاۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو (یعنی جنگ نہ کرو)۔" ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ خطاب عام ہے ہر مشرک کے قتل کے لیے اور جب وہ شرک سے توبہ کر لے نماز قائم کرے زکاۃ دے تو اس کا راستہ چھوڑنا ہے چاہے وہ اصلی مشرک ہو یا مرتد مشرک۔ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انصار کا ایک آدمی اسلام سے مرتد ہو گیا اور مشرکین سے جا ملا تو اللہ نے آیت نازل کی: ﴿كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ☆ آل عمران:۸۶﴾ "اللہ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا (کیوں دے گا؟) جو ایمان لانے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقانیت کی گواہی کے بعد کافر ہو گئے جبکہ ان کے پاس واضح دلائل آ گئے تھے اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔" ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ☆ آل عمران:۸۹﴾ "مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی تو اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔" اس کی قوم نے یہ اس آیت اس آدمی کے پاس بھیجی تو اس نے توبہ کر لی اور واپس ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی توبہ قبول کر لی۔ عبد اللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اہل عراق میں سے کچھ لوگوں کو پکڑا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے۔ ان کے بارے میں جناب عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ ان لوگوں کے سامنے دین حق اور "لا الٰہ الا اللہ" پیش کرو اگر وہ قبول کر لیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو اگر قبول نہ کریں تو انہیں قتل کر دو۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے قبول کیا تو انہیں چھوڑ دیا گیا کچھ نے نہیں کیا تو انہیں قتل کر دیا۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ الصارم میں کہتے ہیں: کہ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ محمد بن عبد اللہ عبد القاری کہتے ہیں: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک آدمی پیش ہوا انہوں نے اس سے پوچھا لوگوں کا کیا حال ہے اس نے بتا دیا۔ پھر پوچھا کوئی عجیب خبر ہے؟ اس نے کہا ہاں ایک آدمی اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا ہم نے اُس کی گردن مار دی (قتل کر دیا) عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگوں نے اسے تین دن تک قید کیوں نہ رکھا؟ روزانہ اسے اچھی روٹی کھلاتے اور اس سے توبہ طلب کرتے شاید وہ توبہ کر لیتا اللہ کے حکم کی طرف آ جاتا، میں نہ وہاں موجود تھا، نہ میں نے حکم دیا نہ اس پر راضی ہوں، قاضی عیاض کہتے ہیں: جمہور سلف کا مذہب ہے کہ مرتد سے توبہ کروائی جائے گی۔ ابن القصار نے بیان کیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر اجماع ہے کہ مرتد سے توبہ کروائی جائے گی کسی صحابی نے اس کی مخالفت نہیں کی، عثمان، علی، ابن مسعود رضی اللہ عنہم، عطاء بن ابی رباح، نخعی، ثوری، مالک، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق واصحاب الرائے کی یہی رائے ہے۔ (الشفاء: 556/2)

یہ تمام دلائل اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ مرتد سے توبہ کروائی جائے گی مگر توبہ سے پہلے اس پر مرتد و کافر کا حکم لگانے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

3 شیخ کے نزدیک توبہ کروانا دراصل باطن کو ٹٹولنا اور دل میں جو کچھ ہے اسے معلوم کرنا ہے ظاہری کفر کا خاتمہ نہیں ہے اس لیے کہ حکم اس پر لگایا جاتا ہے جو دل میں جاگزیں ہے جو کفر اس نے ظاہر کیا اس پر نہیں یہ قول اس قاعدے اور اصول کے خلاف ہے جو کفر و ایمان سے متعلق ہے اور جس پر گذشتہ سطور میں بحث ہو چکی ہے۔

4 توبہ کسی چیز سے کروائی جاتی ہے جب کفر وارتداد ہی نہیں ہے تو پھر توبہ کس لیے کروائی جا رہی ہے۔ قارئین پر قیام حجۃ اور توبہ کروانے میں جو فرق ہے وہ مخفی نہیں ہونا چاہیے کہ دونوں میں اتنا واضح فرق ہے کہ دونوں کو باہم خلط نہیں کیا جاسکتا۔

5 اس قول کا مقصد دراصل تکفیر معین سے خود کو بچانا ہے اس لیے کہ تکفیر کے لیے توبہ کرانا ضروری ہے ایسا توبہ کرانا کہ جو باطن کی حقیقت اور دل میں چھپی باتوں سے آگاہی فراہم کرے۔ چونکہ ہم کسی باطن کی کی حقیقت سے باخبر نہیں ہو سکتے لہٰذا کسی کی تکفیر بھی نہیں کر سکیں گے

6 یہ قول جہم کے عقیدے کو بنیاد فراہم کر رہا ہے جس نے ایمان کو صرف قلبی اعتقاد تک منحصر رکھا ہے۔ اور کفر کو قلبی انکار تک محدود رکھا ہے۔ ان نکات اور اشارات کی طرف تو جہم کی بھی نگاہ نہ گئی ہو گی جہاں تک شیخ کی گئی ہے۔ خدا لگتی کہو کہ کیا جہم نے توبہ کو کفر کے دلی قصد و ارادے کی نفی کی دلیل قرار دیا ہے ؟ پہلے دلائل گزر چکے ہیں کہ مرتدین میں ایسے بھی تھے جنہوں نے ظاہر و باطن دونوں لحاظ سے کفر کا قصد کیا مگر جب انہوں نے توبہ کی تو وہ قبول کر لی گئی۔ تو کیا ان نصوص کی مخالفت جائز ہے ؟ کیا ان کی توبہ کی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دلوں میں کفر کا قصد نہیں کیا تھا؟ اور ان کی توبہ سے پہلے ہم ان پر کفر و ارتداد کا حکم نہیں لگا سکتے ؟ شیخ کہتے ہیں کہ ایک شخص کا اصرار اور توبہ پر قتل ہونے کو ترجیح دینا دلیل ہے اس بات پر کہ اس نے دل سے کفر کا قصد کیا ہے۔ جہم کی طرح شیخ کے نزدیک بھی کفر کا مدار صرف دلی اعتقاد ہے۔

البانی: حقیقت یہ ہے کہ تکفیر کا مسئلہ بہت ہی خطرناک ہے میں یہاں جواب دینے کے بجائے امام بخاری کی روایت کردہ حدیث پیش کرتا ہوں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم لوگوں سے پہلے زمانے میں ایک آدمی تھا اس نے کوئی بھلائی نہیں کی تھی جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کر کے کہا کہ میں تمہارے لیے کیسا باپ تھا؟ انہوں نے کہا بہترین باپ تھے۔ اس نے کہا اگر اللہ کو مجھ پر قدرت مل گئی تو مجھے بدترین عذاب کرے گا یہاں دلیل ہے اس بات کی کہ وہ اللہ کی قدرت پر شک کرتا تھا اور صریح کفر ہے۔ اب اس کی وصیت دیکھیں۔ کہا جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دو میری راکھ آدھی دریا میں آدھی ہوا میں اڑا دو تاکہ رب سے چھپ جاؤں یہ گویا کفر کی تکمیل تھی (مرنے پر اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا) اللہ نے اس کے ذرات سے کہا فلاں آدمی بن جاؤ وہ بن گئے اللہ نے پوچھا میرے بندے تجھے اس بات پر کس نے آمادہ کیا

؟اس نے کہا تیرے خوف نے، اللہ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کر دیا، یہاں ہم اللہ کے فرمان کی طرف آتے ہیں: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ☆ النساء: ۴۸﴾ "اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اس کے علاوہ بخشتا ہے جسے چاہے۔" اس نے شرک کیا آپ لوگوں میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شرک نہیں اس نے کفر کیا۔ میں اس بارے میں کہتا ہوں کہ شرع کی لغت میں شرک وکفر مترادف لفظ ہیں جس نے شرک کیا اس نے کفر کیا جس نے کفر کیا اس نے شرک کیا۔ دلیل (اس حدیث میں) یہ ہے کہ اس آدمی نے جب ایسی بات کی جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اللہ کی قدرت کا منکر ہے اللہ اسے جمع کرے گا اسے اٹھادے گا اور عذاب کر دے گا کہ اس نے کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ اس نے جب کفر کا اظہار کر لیا اور اللہ نے اسے بخش دیا تو اللہ کے اس قول کا ہمارے پاس کیا جواب ہے کہ ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ☆ النساء: ۴۸﴾ حالانکہ اس کا یہ قول کفر تھا اس کے باوجود اللہ نے اسے بخش دیا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یہ ایک ایسا کفر تھا جس کا اس نے دل سے ارادہ نہیں کیا تھا۔ دلی اعتقاد کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ رب کے خوف کی وجہ سے تھا کہ اس کے ہاتھ گناہوں اور معاصی میں رنگے ہوئے تھے اس وجہ سے اس نے ایسی غلط وصیت کی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اور اللہ نے اس کا گناہ بلکہ اس کا کفر معاف کر دیا اس لیے کہ وہ دلی اعتقاد کی بنا پر نہیں تھا۔

ابو بصیر: کافر کا عدم تکفیر بھی خطرناک مسئلہ ہے تو آپ لوگ کیوں تکفیر سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ چشم پوشی کرتے ہیں خوف یا خواہش کی بنا پر تکفیر کافر سے بھی اجتناب کرتے ہیں اس آدمی کی بخشش کی یہ وجہ بنانا کہ اس نے دلی کفر نہیں کیا تھا؟ تو یہ دور حاضر کے جہمیہ کی عجیب وغریب باتوں میں سے ایک ہے اس میں یہ لوگ متفرد ہیں امت کے علماء میں سے یہ بات کسی نے نہیں کی ہے۔ لہٰذا یہ بات چند وجوہات کی بنا پر باطل ہے۔

1 اس آدمی نے ایک چیز کا ارادہ کر لیا تھا کہ اسے حاصل کرنا ہے اس کے حصول کے لیے اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی اور ان سے ایسا کرنے کا عہد لیا۔ اگر یہ اس کا قصد وارادہ نہیں تھا تو پھر ارادہ کس کو کہتے ہیں؟

2 علماء نے کہا ہے کہ یہ آدمی اپنی جہالت ولاعلمی کی وجہ سے معذور ہے کہ اسے اللہ کی صفات کا علم نہیں تھا۔ اس وجہ سے عذاب سے نہیں بچا کہ اس نے قصد نہیں کیا تھا۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ (11/49-411) میں لکھتے ہیں: اس بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ آدمی اللہ کی صفات سے آگاہ نہیں تھا اس کی قدرت سے لاعلم تھا بہت سے مسلمان بھی اس کی طرح لاعلم ہوتے ہیں لہٰذا وہ کافر نہیں ہو جاتے۔ ان کے علاوہ بہت سے علماء نے کہا ہے کہ اس آدمی کو علم نہیں تھا عدم قصدِ کفر نہیں۔ بلکہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ آدمی اللہ کی صفات کا منکر تھا اس کے باوجود اس کی تکفیر میں مانع اس کا ایسا جہل ہے جسے وہ رفع نہیں کر سکتا تھا۔

3 دل میں کفر کا اعتقاد نہ ہونا جہم اور اس کے متبعین کے علاوہ کسی کے ہاں موانع تکفیر میں سے نہیں ہے اس لیے کہ جہم کے نزدیک ایمان صرف اعتقاد قلبی کو کہتے ہیں اس لیے کفر بھی اعتقاد قلبی کا نام ہے۔

4 اگر ایک آدمی اپنے کفریہ قول و عمل پر اصرار کرتا ہے اور زبان سے واضح طور پر کہتا ہے کہ اللہ کی صفات کا منکر ہے تو یہ سب کچھ پھر بھی شیخ کے نزدیک صرف قلبی کفر کے قصد پر دلیل ہے؟ ویسے معلوم تو یہ ہوتا ہے کہ شیخ اور ان کے متبعین جہمیہ زماں کے نزدیک دلی طور پر کفر تب ہوتا ہے جب وہ شخص خود وضاحت و صراحت کے ساتھ زبان سے اقرار کرے کہ وہ قلبی طور پر کفر کا قصد رکھتا ہے اس کا اعتقاد رکھتا ہے اور اسے حلال سمجھتا ہے۔ ورنہ تاویل کا میدان تو بہت وسیع ہے جتنا بھی کفر و عناد کا اظہار کرلے. اس سے ان جہمیہ ٔزماں پر لازم آتا ہے کہ وہ ابلیس کی تکفیر سے بھی اجتناب کریں اور بہت سے ان سرکشوں کی تکفیر سے بھی جن کے کفر کی گواہی قرآن نے دی ہے اس لیے کہ ان میں تکفیر معین کے لیے وہ شرطیں نہیں پائی جاتیں جو ان لوگوں کے ہاں معتبر ہیں۔

5 شیخ کی طرف سے یہ علت بیان کرنا دراصل ایمان کے بارے میں جہم کی رائے کی تائید وحمایت ہے چاہے شیخ کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ ہم شیخ کے لیے صرف دعا ہی کرسکتے ہیں۔

البانی: (بخاری کی روایت میں مذکور) شخص نے جب یہ بات کی اور اس طرح کی وصیت کرلی تو وہ کفر اور گمراہی ہے مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو آدمی کفر میں واقع ہوا تو کفر اس پر واقع ہوا۔

ابو بصیر: یہ اصول صحیح ہے قرآن وحدیث سے اس پر دلالت موجود ہے۔ ہم نے بھی اسے اپنی کتاب ''قواعد التکفیر''میں ذکر کیا ہے۔ مگر شیخ نے اس قاعدے اور دیگر کی غلط تفسیر کی ہے۔ انہیں وہاں محمول کیا ہے جہاں ان کو محمول نہیں کیا جاتا دور حاضر کے جہمیہ کی طرف سے اس میں بدترین بددیانتی کی گئی ہے، کہ اسے تکفیر معین کے لیے مانع بنادیا ہے جتنا بھی واضح و صریح کیوں نہ ہو، انہوں نے بغیر دلیل کے اس سے استشہاد کیا ہے اپنے قواعد کی حقانیت اور اپنی شاذ آراء پر لہٰذا ہم مجبور ہیں کہ اس قاعدے کے بارے میں شرعی ضابطہ کی وضاحت کریں تاکہ اس کا صحیح استعمال ہوتا رہے اسے افراط و تفریط کا شکار نہ کیا جائے۔

قاعدہ یہ ہے: کہ اگر تکفیر معین کے موانع میں سے کسی مانع کا احتمال ہو تو وعید و تکفیر کو معین کے ساتھ نہ ملایا جائے، یہ جتنے موانع ہیں اہل علم کی وضاحت کے مطابق سب میں ایک صفت مشترک ہے اور وہ ہے شارع کے مقصد کو سمجھنے یا حاصل کرنے سے عجز، جس کی وجہ سے مخالفت اور کفر کا ارتکاب کر بیٹھا ہے اب جس مانع کے اندر عجز کی صفت مکمل طور پر ثابت نہ ہو اور جس مخالفت یا کفریہ قول و عمل میں واقع ہوا ہے اس میں شارع کے مقصد کو سمجھنے سے مکمل طور پر عاجز نہ ہو تو یہ مانع معتبر نہیں ہو گا اس بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قاعدہ اس وقت بروئے کار لایا جاتا ہے جب ظن موجود ہو جو تکفیر معین کی راہ میں مانع ہو مگر جب شرعاً موانع تکفیر میں سے کوئی مانع نہ ہو تو اس قاعدہ کا استعمال جائز نہیں ایسے موقع پر اس کا استعمال تلبیس وار جاء ہی ہے۔

البانی: ہمیں اس حقیقت کو مد نظر رکھنا چاہیے تاکہ ہم ان خوارج میں شامل نہ ہوں جو مسلمانوں کی تکفیر میں مبالغہ کرتے ہیں صرف گناہوں اور معصیات کی بنا پر انہیں کافر قرار دیتے ہیں جبکہ ہماری یہ گفتگو گناہ سے متعلق نہیں بلکہ کفر سے

متعلق ہے مگر ہم فرق کرتے ہیں اس کفر میں جو دل کے قصد وارادے سے کیا جائے اور جو بغیر قلبی ارادے کے ہو یعنی ایک قلبی ہو دوسرا فعلی میں یہی بات سمجھانا چاہتا ہوں۔

ابو بصیر: شیخ کی بات کا مقصد یہ ہے جو شخص قلبی و ظاہری کفر کرتا ہے وہ کافر ہے فعلی کفر کرنے والا کافر نہیں ہے۔ اس کا واضح و ظاہر کفر اس بات میں رکاوٹ نہیں ہے کہ اس کا باطن ایمان پر قائم ہو اسے علیحدہ سمجھا جائے گا اس کافر سے جو قصد وارادہ قلبی کے ساتھ کفر کرتا ہے صرف یہی شخص کافر ہے۔ یہ قول کئی وجوہات کی بنا پر غلط اور باطل ہے۔

1 یہ اس صحیح شرعی قاعدے کے معارض ہے جو کفر اور ایمان میں ظاہر کا اعتبار کرتا ہے دل چیر کر دیکھنے سے منع کرتا ہے جیسا کہ پہلے حدیث گزر چکی ہے۔

2 اس میں ان نصوص شرعیہ کا ردّ ہے جن میں ظاہر و باطن کے باہم مربوط ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ظاہر و باطن میں سے ہر ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتا ہے اور ظاہر کا فساد اصل میں دل کے فساد کی وجہ سے ہے دل جتنا خراب ہوتا جائے گا ظاہر اتنا خراب ہوگا اسی طرح بر عکس بھی ہوتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے (بخاری کی روایت ہے) خبر دار جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح رہتا ہے پورا جسم صحیح رہتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے سنو وہ دل ہے۔ فرمایا جب انسان ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے جب وہ گناہ ترک کر دیتا ہے استغفار کر لیتا ہے توبہ کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس سیاہی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ نے اس آیت میں کیا ہے: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (صحیح ترمذی: 2654) "ان لوگوں کے دلوں پر زنگ لگا دیا ہے ان کے اعمال نے۔" ان کے علاوہ دیگر نصوص و دلائل ہیں جو ظاہر و باطن کے تعلق و ربط پر دلالت کرتے ہیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (الفتاویٰ: 121-120/14) میں فرماتے ہیں: ایک اصول ہے جس میں لوگ اختلاف کرتے ہیں کہ کیا دل صرف تصدیق و تکذیب کرتا ہے اس کا کوئی (اثر و عمل) زبان یا اعضاء پر ظاہر نہیں ہوتا مگر اس کے خلاف قول زیادہ واضح ہے اس لیے کہ سلف امۃ اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ دل میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا اظہار اعضاء سے ہوتا ہے اگر کوئی آدمی دعویٰ کرے کہ وہ رسول کو مانتا ہے اس کی تعظیم کرتا ہے ان کے ساتھ دلی محبت رکھتا ہے مگر زبان سے کبھی اسلام کی بات نہیں کرتا نہ اسلام کے واجبات میں سے کچھ بجالاتا ہے تو یہ شخص باطنی طور پر مومن نہیں بلکہ کافر ہے۔ جہم اور اس کے ہم خیال کہتے ہیں کہ ایسا شخص باطنی طور پر مومن ہو سکتا ہے صرف دلی معرفت و تصدیق ایمان ہے اسی کی بنیاد پر قیامت میں ثواب ملے گا اگرچہ قول و عمل نہ ہو مگر شرعاً و عقلاً یہ قول اور رائے باطل ہے۔ وکیع اور احمد بن حنبل وغیرہ سلف نے اس کو کافر کہا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح رہے تو پورا جسم صحیح رہتا ہے اگر بگڑ جائے تو جسم بگڑ جاتا ہے سنو وہ دل ہے، آپ ﷺ نے وضاحت کر دی ہے کہ دل کی اصلاح سے جسم کی اصلاح ہوتی ہے دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اگر جسم صحیح نہیں تو یہ

دل کی خرابی پر دلیل ہے۔ مومن کا دل اچھے کام ہی کرتا ہے۔ جس نے ایمان کا اقرار کیا مگر عمل نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا دل مومن نہیں ہے اس لیے کہ جسم دل کے تابع ہے دل میں جو کچھ ہو گا اس کے مطابق اثر و عمل جسم پر ظاہر ہو گا کسی بھی صورت میں ہو۔ غور فرمائیں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ البانی کے قول کو کس طرح جہم کا قول قرار دیا ہے کہ ایمان کے بارے میں یہی رائے جہم اور اس کے متبعین کی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھیں کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے سلف کا قول نقل کیا ہے کہ ایسا شخص کافر ہے۔

3 شیخ کا قول جہم کی رائے کو بنیاد فراہم کر رہا ہے۔ جہم بھی یہی کہتا تھا کہ ایمان صرف قلبی معرفت اور اعتقاد کا نام ہے اعضاء کے اعمال کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حمدان بن علی وراق کہتے ہیں: احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک مرتبہ مرجئہ کا ذکر ہوا میں نے کہا یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص دل سے اللہ کو پہچان جائے تو وہ مومن ہے۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ بات مرجئہ نہیں بلکہ جہمیہ کرتے ہیں۔ مرجئہ کہتے ہیں کہ انسان زبان سے اقرار کرے چاہے اعضاء سے عمل بھی نہ کرے۔ جہمیہ کہتے ہیں جب آدمی دل سے رب کی معرفت حاصل کر لے اور اعضاء سے عمل نہ کرے (تو وہ مومن ہے) احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کفر ہے اس لیے کہ ابلیس رب کو پہچانتا تھا جبھی تو کہا کہ ﴿رب بما اغویتنی﴾ میرے رب تو نے مجھے گمراہ کیا۔ (المسائل والرسائل فی العقیدہ: 1/73)

4 اگر کوئی کافر کہے کہ میں دل سے تصدیق کرتا ہوں تو ہم اس تصدیق کو معلوم نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ اس دعویٰ پر قائم ہے خاص کر جب شیخ نے صریح کفر کو بھی باطن کے کفر پر دلیل نہیں بنایا لہٰذا اس طرح ہم کسی کو بھی متعین طور پر کافر نہیں کہہ سکتے۔ (جہمیہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہیں وہ خراسان کا تھا امیر خراسان مسلم بن احوز نے اس کے باطل عقیدے کی بنا پر اسے قتل کر دیا تھا میزان الاعتدال (1/426) میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں کہتے ہیں: گمراہ، بدعتی تھا جہمیہ کا سربراہ تھا۔ چھوٹے تابعین کے دور میں ہلاک ہوا کوئی روایت نہ کی مگر بہت بڑا شر پھیلایا)

ابراہیم شقرہ: سوال کرتے ہیں شیخ آپ نے یہ مسئلہ بیان کر دیا میرا خیال ہے کہ یہ بہت بڑا اصولی و علمی قاعدہ ہے کہ ہر وہ شخص جس سے کفر سرزد ہو ضروری نہیں کہ اس پر کفر واقع ہو (کافر قرار دیا جائے) یہ بہت اہم قاعدہ ہے۔

ابوبصیر: پہلے گذر چکا ہے کہ اس قاعدے کے کچھ ضوابط ہیں اس کو وہاں لاگو کیا جاتا ہے جہاں تکفیر کے موانع ہوں اور شرعاً معتبر ہوں ہم اس دور حاضر کے جہمیہ اور اس کے متبعین سے کہتے ہیں کہ دین کا جو قاعدہ و اصول تمہاری رائے سے مناسبت رکھتا ہے وہ تمہیں نظر آجاتا ہے جبکہ بقیہ اصول و قواعد کے لیے تمہاری آنکھیں بند بلکہ اندھی ہو جاتی ہیں؟ اس لیے کہ وہ اہم قواعد تمہاری گمراہی، خواہشات اور تلبیسات کو باطل کر دیتے ہیں؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ بہت اہم ہے تو تکفیر (کی حمایت میں) دیگر قواعد و اصول بھی بہت اہم ہیں۔ جو لوگ تکفیر کے مسئلہ میں افراط و تفریط کا شکار ہیں تو یہ افراط یا تفریط ان کے

اپنے اعمال کی مناسبت سے ہے کہ اپنے مقصد کے قواعد اپنا لیے ہیں اور بقیہ کو چھوڑ دیا ہے جو ان کی خواہشات اور شاذ آراء کو باطل کرنے والے ہیں وہ قواعد ان کے نظریات کو غلط ثابت کرنے والے ہیں۔

البانی: میں توجہ دلانا چاہتا ہوں اس بات کی طرف کی اس مسئلے کے ساتھ میری اس بات کو بھی شامل کر لیں کہ جو لوگ مسلم حکمرانوں کو کافر قرار دیتے ہیں وہ دو باتوں میں سے گویا ایک کرنا چاہتے ہیں:

1 یہ کہ عوام سے کہہ رہے ہیں ان حکام کا کہنا مت مانو۔

2 یہ ان احکام کے خلاف اٹھ کھڑے ہو انہیں معزول کر دو۔

یہ دونوں باتیں صرف خام خیالی ہیں اس لیے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ان حکام کے خلاف ہتھیار اٹھانا چاہیے وہ اپنے گھر میں معمولی سا اختیار بھی نہیں رکھتے۔

ابو بصیر: معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اور ان کے ساتھی طاغوتی حکمرانوں میں سے بھی بعض کو کافر نہیں سمجھتے۔ کسی حاکم یا محکوم کو کافر قرار دینے کے صرف دو مقصد نہیں ہوتے بلکہ ان کے علاوہ دیگر مقاصد بھی ہیں جن میں سے اہم ترین مقصد ہے کہ اللہ کے حکم پر عمل کرنا کہ اللہ نے جنہیں کافر کہا ہے ہم اس کی تکفیر سے اجتناب نہ کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایمان کے لوازمات میں سے ہے کسی شخص کا اس وقت تک ایمان صحیح نہیں ہو سکتا جب تک وہ مومنین سے دوستی اور کافروں سے دشمنی نہ کرے اور جب تک کسی کی تکفیر نہ کریں گے تو گویا اسے مسلمان مانتے ہیں اور اگر مسلمان مانیں گے تو اس سے دوستی کرنی ہو گی جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَوۡ كَانُوۡا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِىِّ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مَا اتَّخَذُوۡهُمۡ اَوۡلِيَآءَ وَلٰـكِنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ (المائدہ:۸۱)

اگر یہ لوگ اللہ پر، نبی پر اور نبی پر نازل ہونے والی (کتاب و شریعت) پر ایمان لاتے تو یہ کبھی ان (کفار) سے دوستی نہ کرتے مگر ان کی اکثریت فاسق ہے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ (17/ 7) میں لکھتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان کافروں کی دوستی کی نفی کرتا ہے اور اس کی ضد ہے ایک دل میں ایمان اور کفار کی دوستی جمع نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَا تَتَّخِذُوا الۡيَهُوۡدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوۡلِيَآءَ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ وَ مَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ (المائدہ: ۵۱)

یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ یہ لوگ آپس میں دوست ہیں جس نے ان سے دوستی کر لی وہ انہی میں سے ہے۔

اس آیت میں اللہ نے یہ بتایا کہ ان یہود و نصاریٰ کا دوست مومن نہیں جو ان سے دوستی کرے گا وہ انہی میں سے ہو گا۔ قرآن کی آیات ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ کافر کی تکفیر اور اس سے دشمنی اس ملت ابراہیم کا حصہ ہے جسے اپنانے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (الممتحنۃ:۴)

تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھی بہترین نمونہ ہیں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور اللہ کے علاوہ تمہارے جو معبود ہیں ان سے بیزار ہیں۔ ہم تمہارا انکار کرتے ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان عداوت و نفرت ظاہر ہو چکی ہے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (البقرۃ:۱۳۰)

ملت ابراہیم سے اعراض وہی کرتا ہے جو بے وقوف ہو۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے مقاصد ہیں اگر موضوع سے ہٹ جانے اور کتاب کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم تمام کو دلائل کے ساتھ ذکر کر لیتے۔ شیخ کی بات میں شریعت کے مقاصد پر تہمت لگائی گئی ہے کہ یہ صرف خیالی باتیں ہیں ایسی باتوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ اس لیے کہ شریعت کے نصوص قطعی طور پر اس بات کی دلالت کرتے ہیں کہ کافروں اور ان کے سربراہوں کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ☆ الانعام:۱۲۱﴾ ”اگر تم نے ان کا کہنا مان لیا تو تم مشرک ہو گے۔“ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ☆ الانعام:۱۱۶﴾ ”اگر آپ اکثر اہل زمین کی اطاعت کریں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔“ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ ☆ احزاب:۱﴾ ”اے نبی آپ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور کافروں کا کہا نہ مانیں۔“ ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ☆ دھر:۲۴﴾ ”اپنے رب کے حکم لے لیے صبر کریں اور ان میں سے گناہ گار و ناشکرے کی اطاعت نہ کریں۔“ ﴿اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ☆ آل عمران:۱۴۹﴾ ”اگر تم کافروں کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل پھیر دیں گے پھر تم نقصان والوں میں سے ہو جاؤ گے۔“ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ☆ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ☆ محمد:۲۵،۲۶﴾ ”جو لوگ پیٹھ کے بل پھر گئے بعد اس کے کہ ان کے سامنے ہدایت واضح ہو گئی۔“ شیطان نے ان کے سامنے مزین کیا اور انہیں امید دلائی۔ یہ اس لیے

کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہ جو اللہ کے نازل کردہ سے نفرت کرتے ہیں کہا کہ ہم بعض باتیں تمہاری مانیں گے۔﴿وَ لَنۡ یَّجۡعَلَ اللّٰهُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ سَبِیۡلًا☆ النساء: ۱۴۱﴾''اللہ نہیں بنائے گا کافروں کے لیے مومنین پر راستہ۔''ان کے علاوہ بھی بہت سے شرعی نصوص ہیں جن میں کفار سے اجتناب کرنے، ان کی اطاعت نہ کرنے ان کی طرف مائل نہ ہونے۔ اور ان سے دوستی نہ کرنے کا حکم ہے۔ کیا ان واضح ترین آیات کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ شرعی نصوص ہمیں جن کاموں کا حکم دے رہے ہیں وہ خام خیالی پر مشتمل ہیں؟ اس پر عمل ممکن نہیں ہے؟ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا کَذِبًا☆ الکهف:۵﴾''بہت بڑی بات ہے جو ان کی زبانوں سے نکل رہی ہے یہ صرف جھوٹ بول رہے ہیں۔''

البانی: (شیخ البانی کہتے ہیں کہ) یہ لوگ اپنے گھروں میں (اپنے ملکوں میں) سکون وامن نہیں لا سکتے۔

ابو بصیر: یہ غلط بات ہے اس پر ہمیں مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں:

1 مسلمان اگر سکون وامن میں نہیں ہیں تو شرعاً یا عقلاً کسی بھی لحاظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم طواغیت الحکم کے کفر کو بیان اور واضح نہ کریں۔ اس لیے کہ قتال کی قوت کا حصول الگ چیز ہے اور کسی چیز کے بارے میں اللہ کا حکم بیان کرنا الگ ہے۔ ہم بہت سے انبیاء کے بارے میں جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنی قوم کو خبردار کیا اور طواغیت ودیگر کافروں سے عداوت کا اظہار کیا مگر ان کے ساتھ قتال یا مسلح کاروائی نہیں کی نہ ہی انہیں قتال کا حکم دیا گیا تھا جیسا کہ نبی e کا مکی دور تھا جسے ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بغیر قتال کے گزارا، اور مشرکین سے قتال کا حکم بھی نہیں دیا مگر اس کے باوجود حق بیان کرنے سے نہیں رُکے نہ ہی مشرکین سے عداوت کے اظہار سے باز آئے۔ نہ انکی اور ان کے طواغیت کی تکفیر سے اجتناب کیا۔ انہیں عذاب الیم کی خبر دی۔ ابن ابی العز حنفی a شرح عقیدہ طحاویہ میں کہتے ہیں: انبیاء میں سے سب سے زیادہ مخفی معجزہ یا آیت ھود عَلَیْہِ السَّلَام کی ہیں یہاں تک کہ ان کی قوم نے کہا: ﴿یٰهُوۡدُ مَا جِئۡتَنَا بِبَیِّنَۃٍ☆ھود:۵۳﴾''ھود تم ہمارے پاس واضح دلیل نہیں لائے۔'' مگر اللہ نے جس کو توفیق دی ہے سمجھنے اور تدبر کرنے کی ان کے نزدیک ھود عَلَیْہِ السَّلَام کے دلائل واضح تھے۔ جن کی طرف انہوں نے اشارہ کیا تھا کہ:

> اِنِّیۡۤ اُشۡهِدُ اللّٰهَ وَ اشۡهَدُوۡۤا اَنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ فَکِیۡدُوۡنِیۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ لَا تُنۡظِرُوۡنِ اِنِّیۡ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیۡ وَ رَبِّکُمۡ مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (ھود:۵۵)
>
> میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں تم بھی گواہ رہو میں ان سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کے علاوہ شریک بناتے ہو تم میرے خلاف مل کر مکر کرو پھر مجھے مہلت نہ دو میں نے اللہ پر توکل کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے جو بھی جاندار ہے اللہ اس کا مالک ہے میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔

یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ ایک اکیلا آدمی بہت بڑی قوم کو اس طرح مخاطب کرتا ہے بغیر کسی گھبراہٹ یا ڈر خوف کے بلکہ اللہ پر بھروسہ و اعتماد کرتا ہے اپنی قوم کو بتاتا ہے کہ اللہ ہی میرا مددگار اور وہ تمہیں مجھ پر غالب نہیں کرے گا۔ پھر انہیں اس کھلی دشمنی پر گواہ بنایا جو وہ ان کے ساتھ کر رہا تھا۔ کہ وہ ان سے اور ان کے دین سے بیزار ہے ان کے معبودوں سے بیزار ہے جو ان کی دوستی و دشمنی کا معیار ہیں اور ان کے لیے اپنا مال اور جان قربان کرتے ہیں۔ پھر انہیں مزید رسوا کرنے کے لیے اپنی بات تاکیداً دہرائی کہ اگر تم سب مل کر میرے خلاف چالیں چلو اور مجھے مہلت نہ دو تو پھر بھی صرف وہی کچھ کر سکو گے جو اللہ نے میرے لیے لکھ دیا ہے۔ پھر انبیاء میں سے ایسے بھی تھے جن پر صرف ایک آدمی ایمان لایا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ جب اس نبی کے پاس اسلحہ اور قتال کی قوت نہیں تھی تو اس نے قوم کے سامنے حق کا اظہار نہیں کیا۔ اور طواغیت کی یا ان کے حمایتیوں کی تکفیر نہیں کی؟

2 اگر مشکل کام کی استطاعت نہ ہو تو آسان کو ترک نہیں کیا جاتا جو شخص قتال کرنے سے عاجز ہو وہ زبانی طور پر حق کے اظہار سے عاجز نہیں بلکہ بعض مقام تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں جہاد باللسان جہاد بالسنان سے زیادہ بہتر، مفید اور مناسب ہوتا ہے۔

3 جب امت میں استطاعت نہیں ہے یا خود امن سے نہیں ہے جیسا کہ شیخ کا دعویٰ ہے تو پھر یہ اس بات کی طرف دعوت دینے والی صورت حال ہے کہ ان کفار کے مقابلے کے لیے مادی قوت حاصل کی جائے:

اَعِدُّوۡا لَہُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّۃٍ وَّ مِنۡ رِّبَاطِ الۡخَیۡلِ تُرۡہِبُوۡنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَ عَدُوَّکُم (الانفال:٦٠)

ان (کفار) کے مقابلے کے لیے تیاری کرو جتنی ممکن ہو قوت اور گھوڑوں تربیت اور تیاری سے اس سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو ڈراتے ہو۔

اسی طرح جہاد کی تیاری کرنی چاہیے اس لیے کہ واجب جس کے بغیر تکمیل کو نہ پہنچ سکتا ہو اس کا کرنا واجب ہوتا ہے۔ اگر مسلمان جہاد سے عاجز ہے تو اس کے پاس جہاد کی تیاری کے بغیر چارہ نہیں ہے اور اس سے کم تو پھر صرف نفاق ہی رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَوۡ اَرَادُوا الۡخُرُوۡجَ لَاَعَدُّوۡا لَہٗ عُدَّۃً وَّ لٰکِنۡ کَرِہَ اللّٰہُ انۡۢبِعَاثَہُمۡ فَثَبَّطَہُمۡ وَ قِیۡلَ اقۡعُدُوۡا مَعَ الۡقٰعِدِیۡنَ (التوبہ:٤٦)

اگر یہ لوگ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے تیاری کر رہے ہوتے مگر اللہ نے ان کا اٹھنا پسند نہ کیا تو انہیں ملنے نہیں دیا اور ان سے کہا گیا کہ تم بھی (معذور) بیٹھنے والوں سے ساتھ بیٹھے رہو۔

ابراہیم شقرہ: آج بھی مسلمان کمزور اور ماتحت ہیں اگر وہ کفار سے لڑنے قتال کرنے اور ان کی حکومتیں چھیننے جیسی باتیں کرنے لگ جائیں (تو صرف باتیں ہی کر سکتے ہیں ورنہ) سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ زندہ درگور ہیں یہ سب یا ان میں سے

کوئی ایک شخص بھی اس بات کی استطاعت نہیں رکھتا کہ زبان سے ہی کچھ کہہ سکے اگر اسے کفار سے مقابلے کی تیاری، قتال وغیرہ کے لیے بلایا جائے۔

ابوبصیر: امۃ سے تبدیلی وانقلاب کی امید کیسے کی رکھی جاسکتی ہے جبکہ یہ جہاد سے رک گئی ہے اس سے بیگانہ ہو چکی ہے جہاد کا معنی اور اس کی روح تک ختم ہو گئی ہے دینی حمیت وغیرت جاچکی ہے۔ہم لوگوں کو اس حال پر چھوڑ دیں کہ وہ ہمیشہ خوف اور طاغوتوں کے رعب میں زندگی بسر کریں؟میرے رائے تو یہ ہے کہ جہاد کو ترک کر دینا ان منافقین کی روش ہے جو نہیں چاہتے کہ امت میں طاقت، قوت اور خود مختاری آئے اسے عزت ملے اس میں جذبۂ جہاد پیدا ہو۔جیسا کہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ وَ لَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ اَوَ لَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ (العنکبوت:۱۰)

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں جب اسے اللہ کی راہ میں لوگوں کی طرف سے مدد آئے تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ تھے۔کیا اللہ تعالیٰ دنیاوالوں کے سینوں کی باتوں سے باخبر نہیں ہے۔؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ (احزاب:۱۹)

جب خوف ختم ہو جاتا ہے تو یہ تمہارے ساتھ بھلائی سے خالی سخت زبان کے ساتھ چلتے ہیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سخت زبان کا یہ استعمال کئی طریقوں سے ہوتا ہے:

1 کبھی تو یہ منافق مومنوں کو کہتے ہیں کہ یہ نحوست ہم پر تمہاری وجہ سے آئی ہے تم ہی نے لوگوں کو اس دین کی طرف دعوت دی ان سے قتال کیا ان کی مخالفت کی۔۔

2 کبھی کہتے ہیں تم اپنی قلت اور ضعف کے باوجود دشمن کو شکست دینا چاہتے ہو؟ تمہیں تمہارے دین نے دھوکے میں رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔جو اللہ پر توکل کرے تو اللہ غالب حکمت والا ہے۔(الانفال:۴۹)

3 کبھی کہتے ہیں تم لوگ دیوانے ہو۔تمہارے پاس عقل نہیں ہے تم چاہتے ہو کہ خود کو ہلاک کرو اور لوگ تمہارا ساتھ دیں۔اسی طرح کی تکلیف دہ باتیں کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ وہ بھلائی مل جائے۔(الفتاویٰ:858/457/28)

منافقین اور اس شخص کی بات کا موازنہ کریں۔ تو ان کے بیانات اور ان کے احساسات بالکل ایک جیسے ہیں۔

ابراہیم شقرہ: یہ مسئلہ صرف خیالات پر مبنی ہے۔ دو وجوہ سے ایک تو اس کی بنیاد ہی تخیل پر ہے شریعت کے مقاصدِ تکفیر سے لاعلمی پر مبنی ہے۔ ثانیاً یہ اپنا ایمان ان کے ایمان پر ثابت نہیں کر سکتے۔

ابو بصیر: مسئلہ سے مراد شیخ کی ہے طواغیت الحکم والکفر اور ان کے خلاف بغاوت۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ شرعی مسائل کو خیالی قرار دینا دین کو معیوب بنانے کی ایک قسم ہے۔ ان کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ موجودہ دور کے طواغیت حکم میں سے کسی تکفیر نہیں کرتے۔

ابراہیم شقرہ: دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ایسا کام کرنا چاہتے ہیں جو ان کی قدرت واستطاعت میں نہیں سوائے اس کے کہ یہ خاموشی اختیار کر لیں۔ لہٰذا تمہارے قول کے مطابق اس بات کا بار بار دہرانا اس پر اصرار کرنا ہم مسلمانوں کے لیے نفع کے بجائے نقصان کا سبب ہے۔ یہ تو ہوا ایک مسئلہ۔

ابو بصیر: حق بیان کرنے سے خاموشی اختیار کرنے والا گونگا شیطان ہے اس پر اللہ کا یہ کلام پیش کیا جا سکتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ (البقرہ:۱۵۹)

جو لوگ چھپاتے ہیں وہ جو ہم نے نازل کیا واضح دلائل اور ہدایت میں سے اس کے بعد کہ ہم نے کتاب میں لوگوں کے لیے واضح کر دیا ہے ان لوگوں پر اللہ کی اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

کیا ہمارے اسلاف (چہ جائیکہ انبیاء و رسل) باطل و شرک پر خاموشی اختیار کرتے رہے؟ جس طرح کہ یہ لاعلم شخص کہہ رہا ہے امت کو بیٹھے رہنے کا اور جو کچھ ہو رہا ہے اس پر راضی و خاموش رہنے کی بات کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (المائدہ:۶۷)

اے رسول پہنچا دو جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔

علماء چونکہ انبیاء کے وارث ہیں اس لیے تبلیغ و بیان ان کی ذمہ داری ہے۔ جو خاموشی یہ جاہل شخص چاہتا ہے کیا اللہ کے اس فرمان میں یہی مراد ہے؟

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ (آل عمران:۱۱۰)

تم بہترین امت ہو لوگوں کے لیے نکالے گئے ہو تم اچھائی کا حکم کرو گے اور برائی سے منع کرو گے۔

وہ بہت سی احادیث کہاں جائیں گی جن میں طائفہ منصورہ ناجیہ کی صفات بیان کی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ طائفہ حق بیان کرے گا اس کے لیے قتال کرے گا اور اس بارے میں کسی کی ملامت کا خیال نہیں کرے گا یہ شخص امت کو بیٹھے رہنے

خاموشی اختیار کرنے کی جو دعوت دے رہا ہے یہ بدعی دعوت ہے جسے اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہ دعوت دینے والا غیر یقینی باتیں کرنے والا ہے اس سے محتاط رہنا چاہیے۔ جہاں تک تکفیر سے نفع و نقصان کی بات ہے تو ہم اس پر پہلے بات کر چکے ہیں یہاں ہم دو باتیں کریں گے جن کا ذہن میں رکھنا اور اس پر یقین رکھنا چاہیے:

1 یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ طواغیت الکفر اور ان کی افواج مسلمانوں کے ساتھ جنگ اس لیے نہیں کرتے کہ مسلمان ان کی تکفیر نہیں کرتے اور انہیں اسلام سے خارج نہیں کرتے اگر ہم ان کی تکفیر نہیں کریں گے تو وہ ہم سے لڑنے اور ہمیں تکالیف دینے سے رک جائیں گے۔ اس طرح سوچنا صریح جہالت ہے نصوص شرعی سے مسلمانوں کی لاعلمی اس کا سبب ہے حقیقت حال سے ان کی یہ بے خبری ہے انہیں حق و باطل کے معرکے کا علم نہیں ہے۔ کفار اور مومنوں کے تعلق کا پتہ نہیں ورنہ اللہ نے تو فرمادیا ہے کہ:

وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا (البقرہ:۲۱۷)

یہ (کفار) تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر ان کی استطاعت ہو۔

فرمان ہے:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَق (البقرہ:۱۰۹)

بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کہ تمہیں ایمان کے بعد دوبارہ کافر بنادیں حسد کی وجہ سے جو ان کے دلوں میں ہے جبکہ حق ان کے سامنے واضح ہو چکا ہے۔

فرماتا ہے:

وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُم (البقرہ:۱۲۰)

یہود و نصاریٰ ہر گز تجھ سے راضی نہ ہوں گے جب تک تو ان کے دین کی پیروی نہ کرلے۔

تم جتنی بھی صلح کرتے رہو۔ دوستیاں نبھاتے رہو ان کے سامنے جھکے رہو سکون و خاموشی سے رہو۔ وہ کبھی بھی راضی و خوش نہ ہوں گے جب تک کہ اپنا دین مکمل طور پر چھوڑ کر ان کے دین کو نہ اختیار کرلو۔ اسلام ہی وہ واحد وجہ نفرت ہے جو انہیں کسی مسلمان میں نظر آتی ہے۔ اسی کی وجہ سے تو وہ مسلمانوں سے لڑتے ہیں:

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْن

جب ایک اکیلے اللہ کا تذکرہ ہوتا ہے تو ان لوگوں کے دل سکڑنے لگتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اللہ کے علاوہ لوگوں کا ذکر ہوتا ہے تو تب یہ خوش ہوتے ہیں۔(الزمر:۴۵)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

إِنَّهُمْ كَانُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ (الصافات:۳۵)

جب ان کے سامنے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے تو یہ تکبر کرتے تھے۔

بلکہ یہ لوگ تو مسلمانوں کی پاکیزگی دین اسلام پر استقامت اور جس خباثت اور فسق وفجور میں یہ مبتلا ہیں ان سے مسلمانوں کی دوری کو بھی ناپسند کرتے ہیں اس پر بھی مسلمانوں سے لڑتے ہیں۔ ان کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمان کو اپنے علاقوں وملکوں سے بے دخل کر دو۔

أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ (اعراف:۸۲)

ان کو اپنے گاؤں سے نکال دو یہ لوگ پاک صاف لوگ ہیں۔

جو کفریہ ممالک آزادی کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں پردہ کرنے والی یا نقاب پہننے والی لڑکیوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں ہوا؟ لہٰذا دورِ حاضر کے جہمیہ مسلمانوں کو یہ جو خواب دکھارہے ہیں کہ اگر مسلمان کافروں کی تکفیر سے رک جائیں تو یہ کافر بھی مسلمانوں سے لڑنا ترک کر دیں گے۔ یہ صرف خواب ہیں خیال است ومحال است، دوسری بات جس کا سمجھنا مسلمان کے لیے ضروری ہے وہ یہ کہ جو شخص اللہ کی راہ میں قربانی نہیں دیتا وہ عنقریب طاغوت کی راہ میں قربانی دے گا جو اللہ کے فرض کردہ احکام پر عمل کرنے میں کوتاہی کرے گا تو اسے عنقریب طاغوت کے احکام کو کئی گنا زیادہ ماننا پڑے گا جو اللہ کی راہ میں قتال نہیں کرے گا وہ عنقریب طاغوت کی راہ میں قتال کرے گا۔ جو حق کا دفاع نہیں کرتا اسے طاغوت کا دفاع کرنا پڑے گا۔ اللہ کی راہ میں تکالیف و پریشانیاں کتنی ہی بڑی اور سخت کیوں نہ ہوں طاغوت کی راہ کی تکالیف سے کئی گنا کم ہیں۔ اس لیے کہ طاغوت اس سے کم پر راضی نہیں ہوتا کہ اس کی راہ میں اپنے دین کی، ضمیر کی عزت ومال اورر انسانی وقار کی قربانی نہ دی جائے اور پھر بھی یہ سب پریشانیاں قیامت کے عذاب کے علاوہ ہیں۔ اس کے بارے میں سید قطب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

”طاغوت کی غلامی سے نکلنے کے نقصانات و تکالیف اور اللہ کے دین کو اپنانا طاغوت کی غلامی کی نسبت بہت آسان ہیں اس لیے کہ طاغوت کی غلامی کی نسبت بہت آسان ہیں اس لیے کہ طاغوت کی غلامی بہت بڑی غلطی ہے اس میں جتنا بھی تحفظ، اطمنان اور زندگی کا امن اور رزق کی ضمانت ہو مگر یہ ہمیشہ رہنے والی تکلیف ہے اس لیے کہ اس میں انسانیت کا نقصان ہے۔ انسان اگر انسان کا غلام بن جائے تو اس کی انسانیت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ کتنی بڑی غلامی ہے کہ انسان انسان کے بنائے ہوئے قانون کا غلام بن جائے۔ یہ کتنی بری غلامی ہے کہ ایک انسان کی لگام دوسرے انسان کے ہاتھ میں ہو اسے جہاں اور جیسے چاہے لیے پھرتا رہے؟ بات یہاں تک آگے

نہیں رک جاتی بلکہ انسان مزید پستی میں گر جاتا رہتا ہے یہاں تک کہ انسان طاغوت کی اطاعت میں اپنا مالی نقصان کرتا ہے جس طرح کہ اپنی اولاد کا نقصان کرتا ہے کہ طاغوت جیسے چاہے اور جن افکار و تصورات پر چاہے اس کی پرورش کرے جیسے اخلاق و عادات کی اسے تعلیم دے۔ طاغوت ان کی زندگی بلکہ ان کی روح میں شامل ہو جاتا ہے پھر اسے اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھاتا ہے۔ پھر ان کے دلوں میں ذہنوں میں اپنی عظمت عہدہ اور قدر و منزلت بٹھاتا ہے۔ آخر کار ان کی عزتوں کا بھی نقصان کرلیتا ہے کوئی باپ پھر اپنے نوجوان بیٹے یا بیٹی کے معاملات کا کوئی اختیار نہیں رکھتا، طاغوت جو چاہے ان نوجوانوں سے کرواتا ہے۔ چاہے یہ سب کچھ کھلم کھلا ہوتا رہے یا اس کو مختلف قسم کے مفاہیم و تصور دے کر کروایا جائے۔ لہٰذا جو لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ طاغوت کے ماتحت رہ کر اپنی زندگی۔ عزت مال اور اولاد کو تحفظ دیدیں گے یہ ان کا وہم ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ احساس سے عاری ہو چکے ہیں۔ طاغوت کی غلامی سے اگر مال، عزت اور ضمیر کے لحاظ سے بہت بڑے نقصان اٹھانے پڑ جائیں تو وہ سب بالآخر نفع کا سبب بنتے ہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت کے میزان میں بھی ان کا وزن بھاری ہوگا.

ابراہیم شقرہ: دوسرا مسئلہ یہ ہے کہاں ہیں وہ مسلمان جو تبدیلی لانا چاہتے ہیں کیا تبدیلی چاہنے والے مسلمان موجود ہیں؟

ابوبصیر: یہ سوال جس سے تبدیلی چاہنے والوں کی نفی ثابت ہوتی ہے (وہ مسلمان جو کفر کی حالت کو ایمان و اسلام کی حالت میں تبدیلی کرنا چاہتے ہیں) یہ سوال باطل اور غلط ہے ہم اس کو کئی طریقوں سے ردّ کر سکتے ہیں:

1 اس طرح تصور کرلینا (کہ تبدیلی چاہنے والے مسلمان موجود نہیں﴾ دراصل ان شرعی نصوص کا ردّ ہے جن میں ایک طائفہ منصورہ کا ذکر ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا غالب ہوگا کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرے گا جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے:

((لاتزال طائفة من امتی ظاهرين على الحق لايضرهم من خذلهم حتى ياتى امرالله وهم كذلك))

ایک گروہ میری امت کا ہمیشہ حق پر رہے گا انہیں رسوا کرنے (کی کوشش) کرنے والا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا وہ قیامت تک اسی طرح رہے گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ قتال کرتا رہے گا قیامت تک حق پر رہے گا۔ فرمایا: اللہ اس دین میں ایک گروہ ایسا داخل کرے گا جسے اپنی اطاعت میں لگائے رکھے گا۔

ان کے علاوہ بھی نصوص ہیں جو اس مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔

2 یہ بات دراصل موجودہ دور کے تمام مسلمانوں کی تکفیر ہے اس لیے کہ اس جاہل کو یہ نہیں معلوم کہ تبدیلی کی خواہش یا کوشش کی نفی کا مقصد ہے کفر پر راضی ہونا۔ اور کفر پر راضی ہونا کفر ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں مگر یہ جاہل آدمی تمام تر باتوں لفاظی اور چالاکی کے شریعت کے مدلولات سے واقف نہیں ہے۔

3 یہ نفی ان بہت سے شرعی نصوص کے معارض ہے جن میں بتلایا گیا ہے کہ اس امت میں ہمیشہ خیر باقی رہے گا قیامت تک۔ ان کے علاوہ بھی نصوص ہیں جو اس کو ثابت کرتے ہیں۔

4 جو کہتا ہے کہ لوگ ہلاک ہوگئے تو یہ سب سے زیادہ برباد ہونے والا ہے۔

ابراہیم شقرہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ((لا ما اقاموا الصلاۃ اور الا ان تروا کفرا بواحًا)) کہ جب تک یہ حکمران نمازیں پڑھتے رہیں۔ جب تک تم ان سے صریح کفر نہ دیکھ لو۔ ان احادیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت مسلمین کو اشارہ کیا ہے جو ان حکمرانوں کو جبکہ وہ کفر کریں یہ کہہ سکیں کہ حکومت چھوڑ دو تو وہ چھوڑ دیں (مسلمانوں میں اتنی طاقت ہو کہ کفریہ حکومت کو ختم کر سکیں) اور اگر صرف دشمنی، جہالت، خواہش کی بنا پر ہو اور ضعف و عجز کی حالت ہو تو پھر حقیقت یہ ہے کہ خیال سے صرف خیال ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ شیخ البانی نے اس بات کی تصحیح کی ہے۔

ابو بصیر: حدیث میں (صرف ایک جماعت کی نہیں بلکہ) پوری امت کی بات کی گئی ہے کہ امت میں سے ہر شخص اپنی استطاعت مقام وحیثیت و مرتبے کے مطابق کام کرے صرف جماعت مسلمین کی تخصیص کے لیے دلیل چاہیے۔ کیا کوئی طاغوت صرف کہنے سے حکومت چھوڑ دے گا؟ جہاں تک عناد جہل اور خواہش کی بنیاد پر بات کرنے کا تعلق ہے تو یہ اس کہنے والے کی جہالت، قلت فہم اور قلت پرہیز گاری کی وجہ سے ہے اگر شیخ کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا نہ ہوتا اور شیخ اس کی بات کی تائید و تصحیح نہ کرتے تو ہم کبھی بھی اس کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔ شیخ کی تائید و تصحیح کی وجہ سے اس آدمی کی تمام غلطیوں کا ملبہ شیخ پر گرے گا اور جب ہم اس کا ردّ کریں گے تو وہ شیخ کا بھی ردّ ہو گا۔ ہمارا خیال ہے یہ آدمی شیخ کی زبان سے باطل اور غلط باتوں کی تائید کروانا اس لیے چاہتا ہے تاکہ شیخ کی وفات کے بعد یہ شخص اپنے مخصوص مقاصد، شاذ خیالات کی تائید شیخ کے اقوال سے حاصل کرتا رہے۔

سائل: ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں یہ اجماع نقل کیا ہے کہ جس نے یاسق کے مطابق فیصلہ کیا وہ باجماع مسلمین کافر ہے اسی طرح محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ طواغیت پانچ ہیں ان میں سے ایک ہے ظالم حکمران جو اللہ کے احکام کو تبدیل کرتا ہے اور ان میں سے وہ بھی ہے جو بغیر ما انزل اللہ حکم و فیصلہ کرتا ہے۔

ابو بصیر: ﴿اَفَحُکْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ☆المائدہ: ۵۰﴾ "کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں؟ یقین کرنے والی قوم کے لیے اللہ کے حکم سے بہتر کون سا حکم ہے۔" اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آیت میں ہر اس شخص کی مذمت ہے جو اللہ کے حکم سے نکل گیا ہو حالانکہ اللہ کا حکم ہر

قسم کے خیر پر مشتمل محکم حکم ہے۔ اور ہر قسم کے شر سے منع کرنے والا ہے اس سے نکل کر جو انسان دوسرے احکام کی طرف گیا ہو یا دوسرے آراء وخیالات اور اصطلاحات کی طرف جنہیں انسانوں نے وضع کیے ہوں اور اس کے لیے شریعت کا کوئی سہارا نہ ہو جس طرح کہ اہل جاہلیت گمراہ اور جہالت پر مبنی آراء کے مطابق فیصلے کرتے تھے وہ آراء ان کی وضع کردہ تھیں۔ جس طرح کہ تاتاری اپنے بادشاہ چنگیز خان کی وضع کردہ کتاب یاسق کے مطابق ملکی معاملات کے فیصلے کرتے تھے۔ چنگیز خان نے الیاسق کو مختلف شرائع یہودیت، نصرانیت اور اسلام سے اخذ کر کے ترتیب دیا تھا۔ مگر بہت سے احکام ایسے بھی تھے جو اس نے محض اپنی رائے کی بنیاد پر بنائے تھے جو بعد میں اس کی نسل میں قوانین کی شکل اختیار کر گئے وہ انہیں کتاب وسنت پر مقدم رکھتے تھے۔ جس نے بھی ان کی طرح کام کیا وہ کافر ہے اس کے ساتھ اس وقت تک قتال کیا جائے گا جب تک وہ اللہ ورسول ﷺ کے حکم کی طرف نہ آجائے چھوٹے بڑے ہر معاملے میں ان کے حکم پر ہی عمل کرے۔

میں کہتا ہوں: کہ تمام مسلم ممالک میں اس وقت جو آئین اور دستور اور قوانین رائج ہیں یہ تاتاریوں کے دستور الیاسق سے زیادہ خطرناک ہیں جس کے کفر کی طرف علماء نے اشارہ کیا ہے ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی بات پر غور کریں فرماتے ہیں۔ جس کسی نے بھی ایسا کیا وہ کافر ہے۔ نہ نہیں کہا کہ جس نے ایسا عقیدہ رکھا وہ کافر ہے۔ یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کی شریعت کو جاہلیت کے احکام سے بدلنے کا عمل ہی کفر ہے خروج عن الاسلام ہے۔ یہ قول دور حاضر کے جہمیہ کی رائے کے خلاف ہے جو کفر کو ہمیشہ اعتقاد تک محدود رکھتے ہیں۔ جہاں تک بات ہے طاغوت کی تو طاغوت ہر اس شخص کو کہا جائے گا جس نے اللہ کی خصوصیات میں سے کسی خصوصیت کو اپنے اندر مان کر خود اللہ کا شریک بنالیا ہو۔ اور اللہ کے علاوہ اس کی بندگی کی جاتی ہو۔ اگرچہ بندگی کی کوئی بھی صورت ہو۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ سے جو کچھ منقول ہے وہ یہ ہے کہ طاغوت بہت سارے ہیں ان میں سرفہرست پانچ ہیں اور ان میں سے پھر اس کو بھی شمار کیا جو بغیر ما انزل اللہ فیصلے کرتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ طاغوت تو اس کو کہا جاتا ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے تو وہ حکمران جو بغیر ما انزل اللہ حکومت کرتا ہے اس کی عبادت کہاں کی جاتی ہے؟

جواب: اس کی عبادت اس کی اطاعت کی رو سے ہوتی ہے (اس کی اطاعت عبادت ہی ہے) کہ اللہ کی طرف سے کوئی دلیل نہ ہونے کے باوجود اس کا حکم مانا جاتا ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ☆ النساء: ٦٠﴾ "یہ لوگ طاغوت کے پاس فیصلے لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں طاغوت کے کفر وانکار کا حکم دیا گیا ہے۔" فرمان ہے: ﴿وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ "اگر تم نے ان کی اطاعت کرلی تو تم مشرک ہو گے۔" اس لیے کہ یہ گویا اس بات کا اعتراف ہے کہ اللہ کے علاوہ ان کو بھی حکم کرنے اور فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ شرعی نصوص میں شرک کا اطلاق عبادت کی ایک ایسی قسم کے لیے بھی ہوتا ہے جس میں اللہ کو چھوڑ کر مخلوق کے لئے تصرف مانا جائے۔ لہٰذا جہاں شرک پایا جائے گا وہاں مخلوق کی عبادت کی کوئی نہ کوئی صورت

و شکل پائی جائے گی۔ اسی طرح یہ اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ یہ حکمران بذاتہ حکم کی خاصیت رکھتا ہے حالانکہ یہ اللہ کی مخصوص ترین صفات میں سے ایک صفت ہے جس میں اللہ تعالیٰ یکتا واکیلا ہے کوئی مخلوق اس میں شامل نہیں ہو سکتی جیسا کہ فرمان ہے: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ☆ یوسف: ۴۰﴾ "حکم صرف اللہ کا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ☆ الکہف: ۲۶﴾ "اپنے حکم میں وہ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

ابراہیم شقرہ (سائل): جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کفر بالطاغوت ارکان توحید میں سے دوسرا رکن ہے اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (البقرہ:۲۵۶)

جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔

تو کفر بالطاغوت ارکان ایمان کا دوسرا رکن ہے جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ کی شریعت کو تبدیل کرنے والے کے کفر پر اجماع منعقد ہو چکا ہے تو پھر ہونا یہ چاہیے کہ میں یہ عقیدہ رکھوں یا اسلام کی حکومت (جیسا کہ ہم نے آپ سے سنا) اپنے دل میں قائم کروں؟ میرے لیے مناسب نہیں کہ میں یہ عقیدہ اپنے دل میں قائم کروں میں خاص طور پر جب مسلمان علماء نے شریعت تبدیل کرنے والے حاکم کے کفر پر اجماع نقل کیا ہے ان علماء میں محمود شاکر اور عمر اشقر سمیت چھ علماء ہیں جنہوں نے اجماع نقل کیا ہے؟

ابو بصیر: کفر بالطاغوت توحید کا رکن اول ہے اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ نصوص شرعیہ میں کفر بالطاغوت کو ایمان باللہ پر مقدم رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت: ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ☆ البقرہ:۲۵۶﴾ میں ہے اور جس طرح لا الٰہ الا اللہ میں ہے۔ دونوں جگہ نفی یعنی کفر بالطاغوت کو اثبات یعنی ایمان باللہ پر مقدم رکھا گیا ہے۔ دوسری اہم دلیل یہ ہے کہ ایمان و دیگر اعمال صالحہ کو کفر بالطاغوت پر مقدم رکھنے سے کوئی فائدہ عمل کرنے والے کو یا ایمان رکھنے والے کو نہیں ہو گا اس لیے کہ اللہ اور طاغوت دونوں پر ایمان رکھنا ایک ہی وقت میں دو متضاد چیزوں کو یکجا رکھنا ہے لہٰذا ایمان باللہ اور اعمال صالحہ تب فائدہ دیں گے جب کفر بالطاغوت ہو گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الانعام:۸۸)

اگر یہ شرک کر لیتے تو ان کے تمام اعمال برباد ہو جاتے۔

دوسری جگہ فرمان ہے:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (المائدہ:۷۲)

جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔

جس کے پاس ایمان اور عمل صالح ہو اس پر جنت حرام نہیں ہوتی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان باللہ پر کفر بالطاغوت کو مقدم رکھا جائے۔ دل میں یہ عقیدہ یا اسلامی حکومت کو دل میں قائم کرنے والی بات نامناسب مغلق اور نا سمجھ میں آنے والی ہے۔ جن علماء کا نام انہوں نے دیا ہے ہم بھی ان میں سے چند ایک کی آراء پیش کر دیتے ہیں:

1 ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ☆النساء:٦٠﴾ ''جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے ہیں اس پر جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نازل ہوا ہے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قبل نازل ہوا ہے وہ چاہتے ہیں کہ فیصلہ طاغوت کے پاس لیجائیں۔'' اس آیت کے بارے میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی میں لکھا ہے ان آیات میں مختلف عبرتیں ہیں جو دلالت کرتی ہیں ان لوگوں کی گمراہی پر جو کتاب و سنت کے علاوہ کسی قانون پر فیصلے کرتے ہیں۔ اوران کے نفاق پر دلیل ہیں اگرچہ وہ یہ سمجھتا ہو یا دعویٰ کرتا ہو کہ وہ شرعی و عقلی دلائل میں مطابقت پیدا کر رہا ہے وہ عقلی باتیں جو بعض مشرکین واہل کتاب طواغیت سے ماخوذ ہیں اس کے علاوہ بھی اعتبارات ہیں۔ فرماتے ہیں: کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ جو شریعت اسلام سے نکل گیا اسے قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ شہادتین کا اقرار کرتا ہو۔ ہر وہ بااختیار شخص جو اللہ اور رسول کی اطاعت میں داخل نہیں ہوا۔ وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کر رہا ہے۔ اور جس حکمران نے ملک میں کتاب وسنت کے علاوہ کچھ سکھایا تو وہ فساد فی الارض کا مرتکب ہے۔ مسلمانوں کے دین اور مسلمانوں کے اتفاق کرنے سے یہ بات خود بخود ثابت ہو جاتی ہے کہ جس نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی پیروی کو پسند کیا یا شریعت محمدی کے علاوہ کسی اور شریعت کے متبعین کو پسند کیا[5] تو وہ اس طرح کا کافر ہے جو کتاب کے کچھ حصے کو مانتا ہے کچھ کو نہیں مانتا ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص اللہ کے نازل کردہ شریعت کی اتباع کے بجائے اپنی رائے سے کیے گئے فیصلہ کو مبنی بر عدل قرار دینے کو حلال سمجھے وہ کافر ہے۔ اس لیے کہ ہر قوم عدل کا حکم کرتی ہے اور ہر قوم میں عدل اسی کو کہا جاتا ہے جسے اس کے اکابر عدل کہیں، بلکہ اکثر مسلمان اپنے ان رسوم کے مطابق فیصلے کرتے ہیں جنہیں اللہ نے نازل نہیں کیا جیسا کہ دیہاتوں کے پنچائیت وغیرہ، یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے مطابق فیصلے کرنا ہی مناسب ہے بجائے کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے، یہی دراصل کفر ہے۔

2 احمد شاکر: عمدۃ التفسیر میں ابن کثیر کی الیاسق کے بارے میں رائے سے متعلق کہتے ہیں۔ کیا اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی شریعت میں یہ جائز ہے کہ مسلمان اپنے ملکوں میں ان قونین کے مطابق فیصلے کریں جو بے دین اور بت پرست یورپ سے ماخوذ ہیں؟ یا ان کی آراء کے مطابق جن میں یہ لوگ اپنی مرضی سے تبدل و تغیر کرتے رہتے ہیں؟ ان کے وضع کرنے والے یہ پرواہ

---

[5] پچھلے صفحہ کا حاشیہ: یہ تو سب کو معلوم ہے کہ موجودہ زمانے کے طاغوتی حکمران شریعت محمدی کے علاوہ دیگر قوانین کو پسند کرنے کی حد سے بھی آگے جا چکے ہیں بلکہ اس کی اچھائیاں بیان کرتے ہیں اسے امت کے لیے لازم قرار دیتے ہیں اور جو لوگ ان طواغیت کی طرف فیصلہ لے جانے کی مذمت و ممانعت کرتے ہیں ان سے لڑائیاں کی جاتی ہیں مگر اس کے باوجود عصر حاضر کے جہمیہ انہیں کافر نہیں کہتے اور نہ ہی کوئی ایسی دلیل لاتے ہیں جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ کفر صرف دل میں ہوتا ہے)

نہیں کرتے کہ یہ شریعت سے مطابقت رکھتے ہیں یا مخالفت؟ ان وضعی قوانین میں یہ بات سورج کی طرح روشن اور واضح ہے کہ یہ کفر صریح ہے اس میں کوئی اخفاء و پوشیدگی نہیں ہے نہ ہی کسی مسلمان کہلانے والے کے لیے اس میں کوئی عذر ہے کہ اس جدید دین (خود ساختہ شریعت) کے ساتھ چمٹا رہے۔ یا کسی مسلم کے لیے جواز ہو اس یاسق جدید کے پاس فیصلے لیجائے اس پر عمل کرے اور واضح شریعت (اسلام) سے روگردانی کرے۔

3 محمد بن ابراہیم عبد اللطیف آل شیخ: اپنے رسالہ تحکیم القوانین میں کفر کی اقسام ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں بغیر ما انزل اللہ فیصلہ کرنا کفر اکبر ہے ملت سے خارج کرنے والا ہے یہ

سب سے بڑا اور واضح کفر ہے شریعت سے بغض ہے اس کے احکام کی تحقیر ہے اللہ ورسول ﷺ کی مخالفت ہے۔ شرعی عدالتوں کو پامال کرنا ہے۔ ان کے خلاف تیاری ہے۔ ان کے خلاف (غیر شرعی قوانین کی) امداد ہے۔ گھات ہے ان کے خلاف (غیر شرعی قوانین کو بنیاد فراہم کرنا ہے اس کی فروعات واشکال واقسام لانا ہے۔ جس طرح شرعی عدالتوں کی بنیاد ہے، یعنی صرف کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ اسی طرح ان قوانین کی بھی بنیادیں ہیں۔ وہ بنیادیں ہیں مختلف ممالک مثلاً، برطانیہ ، فرانس، امریکہ اور بعض نام نہاد شرعی ممالک کے قوانین یہ عدالتیں بہت سے اسلامی ممالک میں موجود ہیں ان کے دروازے چوپٹ کھلے ہیں لوگ ان کی طرف جوق در جوق دوڑ رہے ہیں ان میں کتاب وسنت کے خلاف فیصلے ہوتے ہیں یہ عدالتیں انہی اسلام مخالف قوانین کو پنائے ہوئے ہیں اور کو لوگوں پر لاگو کررہی ہیں اب اس سے بڑھ کر اور کفر کیا ہو سکتا ہے؟ اور ((اشھدان محمدا رسول اللہ)) کی گواہی کی خلاف ورزی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے؟

4 الشنقیطی: اضوأالبیان میں فرماتے ہیں خالق ارض وسماء کی شریعت کے مخالف نظام کے مطابق اور معاشرے کے دیگر مسائل کے لیے فیصلے لینا خالق ارض وسماء کے ساتھ کفر ہے اور اس آسمانی شریعت کے خلاف سرکشی ہے جسے خالقِ کائنات نے بنایا ہے جو کہ کائنات کی مصلحتوں سے اچھی طرح واقف ہے اس سے بڑھ کر کوئی قانون ساز کیسے ہو سکتا ہے؟ ﴿اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ☆ الشوریٰ:۲۱﴾ "کیا ان کے ایسے شریک ہیں کہ وہ ان کے لیے ایسی شریعت بناتے ہیں جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔" دوسری آیت ہے: ﴿وَلَا يُشۡرِكُ فِىۡ حُكۡمِهٖۤ اَحَدًا☆ الکھف:﴾ "وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔" ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی شریعت کے علاوہ لوگوں کے بنائے ہوئے قانون کی اتباع کرنے اولے اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں دیگر آیات میں بھی یہ مفہوم وضاحت کے ساتھ موجود ہے، سب سے زیادہ صریح سورہ نساء کی وہ آیت ہے جس میں اللہ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ کی شریعت کے علاوہ دیگر قوانین کی طرف فیصلے لیجاتے ہیں ان کا دعویٰ ایمان پر تعجب ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ان کے دعویٰ ایمان اور تحاکم الی الطاغوت اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ اس پر تعجب کیا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَ قَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّكۡفُرُوۡا بِهٖ وَ یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلاًۢ بَعِیۡدًا(النساء:٦٠)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے قبل نازل ہونے والی (شریعت) پر ایمان رکھتے ہیں (جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ) وہ چاہتے ہیں کہ فیصلے طاغوت کے پاس لیجائیں حالانکہ انہیں تو طاغوت کے کفر کا حکم دیا گیا ہے۔ شیطان چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں ڈال دے۔

ہم نے جو یہ آسمانی نصوص ذکر کیے ہیں ان سے مکمل طور پر یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ جو لوگ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین یعنی وہ شیطانی قوانین جو شیطان کے پیروکاروں نے اللہ کی شریعت کی مخالفت میں بنائے ان کی پیروی کرتے ہیں وہ کافر ہیں اللہ نے ان کی بصیرت چھین لی ہے انہیں وحی کے نور سے اندھا کر دیا ہے۔ شنقیطی الیاسق پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس جیسی یا اس سے بدتر یہ ہے کہ فرنگی قانون کو اپنایا جائے اور اس کے مطابق جان، مال اور عزتوں کے فیصلے کیے جائیں اسے کتاب اللہ و سنت رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر مقدم کیا جائے ایسا کرنے والا بلاشک وشبہ کافر مرتد ہے اگر اس پر مصر رہا اور اللہ کے دین کی طرف رجوع نہ کیا وہ اپنا نام چاہے کچھ بھی رکھے اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا اور کوئی بھی ظاہری عمل روزہ، نماز، زکوۃ، حج وغیرہ کرتا رہے اسے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے اہل علم نے اس حاکم کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو اللہ کی شریعت کے بدلے میں انسانی قوانین کو لاگو کرتا ہے۔ اگر طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم ان کے تمام اقوال ذکر کر دیتے۔ متلاشیان حق کے لیے مذکورہ اقوال میں بھی کافی اشارہ موجود ہے۔ شرط یہ ہے کہ خواہشات کے بجائے حق کی پیروی کی جائے اور دل کے کانوں سے دلائل سنے جائیں۔

البانی: کیا مذکورہ باتوں سے یہ بات آپ کی سمجھ آ گئی کہ کفر قلبی ہی ہوتا ہے جسمانی عمل نہیں ہوتا؟

ابو بصیر: یہ قول کئی وجوہات کی بنا پر باطل ہے۔

1 یہ دراصل جہم کے عقیدے کو بنیاد فراہم کرنا ہے اس کی تائید ہے۔ اس لیے کہ کفر کو دل تک محدود کرنا ایمان کو بھی دل تک منحصر رکھنا ہے یہی عقیدہ جہم کا ہے جبکہ اہل سنت کہتے ہیں کہ ایمان، اعتقاد، قول اور عمل کا نام ہے اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ ایمان کی کئی شاخیں ہیں قولی اور عملی، ان کے ثابت ہونے سے ایمان ثابت ہوتا ہے نفی سے ایمان کی نفی ہوتی ہے۔ جس طرح کہ کفر بھی قولی و فعلی ہوتا ہے اور قول یا فعل کی وجہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ شیخ سلیمان بن محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "توحید الاخلاق" میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب جو کہ نماز سے متعلق ہے میں لکھا ہے کہ ایمان کے شعبے ہیں۔ قولی، فعلی اس طرح کفر کے شعبے ہیں قولی، فعلی، جس طرح کہ ایمان کے کچھ قولی شعبے ایسے ہیں کے ان کے زائل ہونے سے ایمان کا زوال لازم ہے اس طرح ایمان کے کچھ فعلی شعبے بھی ہیں جن کے زوال سے ایمان زائل

ہو جاتا ہے جیسے نماز، اسی طرح کفر کے شعبے ایسے ہیں جن کے ارتکاب سے کفر لازم آتا ہے جیسے بت کے آگے سجدہ، قرآن کی توہین، نماز کی توہین، انبیاء کا قتل، یہ عملی کفر ہے، مزید فرماتے ہیں یہاں ایک اور اصول بھی ہے وہ یہ کہ کفر کی دو قسمیں ہیں ۔کفر عمل، کفر جحود وعناد، کفر جحود یہ ہے کہ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے پاس سے فلاں حکم لائے ہیں اور پھر بھی اس کا انکار کیا جائے جیسے اللہ کے اسماء، صفات افعال، احکام دین، اور دیگر احکام سابقہ انبیاء لائے تھے۔ اس قسم کا کفر مکمل طور پر ایمان کے منافی ہے جبکہ کفر عمل کی دو قسمیں ہیں:

(ا) وہ جو ایمان کے منافی ومتضاد ہے۔

(ب) وہ جو متضاد نہیں ہے۔

پہلے کی مثال جیسے بت کو سجدہ کرنا، قرآن کی توہین، نبی کا قتل یا ان کی شان میں گستاخی یا کسی نبی کی شریعت سے استہزاء اور اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور قانون پر اس طرح عمل کرنا کہ اس سے اللہ کے دین کے نصوص کا ردّ ہوتا ہو اور یہ عمل بغیر جبر واکراہ کے کیا جائے۔ نماز کا عناد کی وجہ سے ترک کرنا۔ فرماتے ہیں جب صرف دل کا عمل ختم ہو جائے اور تصدیق کا اعتقاد باقی رہے یا اعضاء کا عمل ختم ہو جائے اس مسئلے میں مرجئہ واہل سنت کا اختلاف ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے ایمان زائل ہو جاتا ہے صرف تصدیق کوئی فائدہ نہیں کرتی جب تک کہ قلبی عمل نہ ہو یعنی محبت، اور اوامر کی اطاعت، جب دل کے عمل کے زوال سے ایمان زائل ہو جاتا ہے تو پھر یہ بات عجیب نہیں ہو سکتی کہ اس سے بڑے عمل کی وجہ سے زائل نہ ہو یعنی اعضاء کے عمل سے۔

شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ المقدمہ کے مصنف کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر اس کا خیال یہ ہے کہ ایمان کے لیے صرف قلبی تصدیق کافی ہے اگرچہ دل اور اعضاء کا عمل بھی نہ ہو تو یہ خالص مرجئہ کا قول ہے ان کا عقیدہ ہے وہ کہتے ہیں کہ ایمان بغیر عمل کے صرف زبانی اقرار کا نام ہے۔ امام بخاری ودیگر جید علماء نے اس گروہ پر ردّ کیا ہے اور ان کی غلطیوں کی نشان دہی کی ہے اور اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ ان کا عقیدہ کتاب وسنت اور ائمہ سلف کے خلاف ہے مثلاً مالک، ثوری، اوزاعی رحمہم اللہ اور ان کے بعد کے اہل علم واہل حدیث رحمۃ اللہ علیہم جو کہ امت کے لیے روشنی کے مینار اور دین کے ائمہ تھے۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ جب بھی دل کا عمل زائل ہو جاتا ہے یا دل کے عمل کے ساتھ اعضاء کا عمل زائل ہو جاتا ہے تو ایمان مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ صرف تصدیق جو کہ دل کے عمل کے بغیر ہو وہ کوئی فائدہ نہیں کرتا جب تک دل اور اعضاء کا عمل یا دونوں میں سے ایک نہ ہو ۔جس طرح کہ ابلیس، فرعون اور اس کی تمام قوم کو فائدہ نہیں ہوا یہود اور مشرکین بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ظاہری اور باطنی طور پر اعتقاد رکھتے تھے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عباد پر ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تم جو یہ کہتے ہو کہ ایمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر پختہ تصدیق کا نام ہے تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کی تصدیق پختہ تھی

۔﴿والذین یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم﴾ ''یہ لوگ (محمد ﷺ کو) اسی طرح جانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔''جو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ایمان صرف پختہ تصدیق کا نام ہے وہ جہمیہ ہیں جن پر اس مسئلے میں سلف نے شدید تنقید کی ہے۔ اس کے جواب میں محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ تمہاری یہ بات کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں جس طرح وضو کے ہوتے ہیں۔ تم اللہ اور رسول ﷺ کے کلام کو جانتے بھی ہو کہ اسلام کے نواقض بھی ہیں جس طرح وضو کے آٹھ نواقض ہوتے ہیں۔ (اسلام کے نواقض میں سے)

1 اعتقاد قلب اگرچہ عمل واقرار نہ ہو یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی اور پہنچائی ہوئی شریعت کے خلاف اعتقاد۔

2 زبان سے (شریعت کے خلاف بولنا) اگرچہ عمل واعتقاد نہ ہو۔

3 عمل بالجوارح اگرچہ اعتقاد وکلام نہ ہو۔ لیکن جو آدمی اسلام کا اظہار کرے اور اسے یہ خیال آئے کہ اس نے نواقض اسلام میں سے کسی ناقض کا ارتکاب کیا ہے تو اس خیال کی بنا پر ہم اس کی تکفیر نہیں کر سکتے جب تک یقین نہ ہو۔ جو آپ نے ثابت کیا ہے وہ صحیح ہے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اسے لازم پکڑے اس کو عقیدہ بنائے۔ غور کرنا چاہیے کہ کس طرح علماء کے اجماع کی تائید کی ہے کہ کفر اعتقاد کا بھی ہوتا ہے۔ قول کا بھی اور عمل کا بھی اور ہر ایک علیحدہ کفر ہے۔

کشمیری: اپنی کتاب ''اکفار الملحدین'' میں کہتے ہیں: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الایمان'' میں لکھتے ہیں: (علماء سلف نے) اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بعض افعال کفر ہیں حالانکہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کچھ افعال تصدیق کی بنا پر وجود میں نہ آئے ہوں (یعنی دل ان پر تصدیق نہ بھی کرے) اس لیے کہ یہ دل واعضاء کے افعال ہیں اس کی مثال ہے کفر یہ لفظ زبان سے ادا کرنا اگرچہ اس کا اعتقاد نہ ہو، اور جیسے بت کو سجدہ کرنا، کسی نبی کو قتل کرنا، اس کی توہین کرنا، قرآن یا کعبہ کی توہین کرنا، اس کے کفر کی وجہ میں اختلاف ہے البتہ تکفیر پر اتفاق ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شارع نے اگرچہ تصدیق کو معتبر سمجھنے کا حکم نہیں دیا مگر وہ حقیقت میں موجود ہوتی ہے۔

ابو البقاء: اپنی کلیات میں کہتے ہیں: کبھی کفر قول کی وجہ سے کبھی فعل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ قولی کفر اس کو کہتے ہیں کہ جس مسئلے پر نص ہو اور اس پر اجماع ہو چکا ہو اس کا انکار کیا جائے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ قول اعتقاد کے ساتھ ہے یا استہزاءً ہے۔ جس فعل سے کفر لازم آتا ہے وہ ایسا فعل ہے جو جان بوجھ کر کیا جائے اور اس میں دین کا صریح استہزاء ہو جیسے بت کو سجدہ کرنا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم ہر اس فعل پر کافر قرار دیتے ہیں جس کے کفر پر مسلمانوں کا اجماع ہو اگرچہ اس کا مرتکب اسلام کا ااظہار کرتا ہو جیسے بت کو، چاند، سورج، صلیب، آگ کو سجدہ کرنا۔ کلیسا یا یہود کے معبد میں ان کے ساتھ جانا ان کے طور طریق اور مذہبی شعار کو اپنانا جیسے زناز پہننا وغیرہ۔

ان کے علاوہ بھی اہل علم ہیں جنہوں نے اس بات پر نصوص پیش کیے ہیں کہ کفر اعضاء سے بھی ہوتا ہے جس طرح کہ دل سے ہوتا ہے۔ یہ ان تمام لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان، قول اور عمل کا نام ہے۔

2 کتاب وسنت کے نصوص اس بات پر واضح دلالت کرتے ہیں کہ کفر بدنی قول یا عمل کی وجہ سے ہوتا ہے اگرچہ اعتقاد کے بغیر ہو اگرچہ اس کا مرتکب اپنے عقیدے کی سلامتی اور دل کی تصدیق کا زعم رکھتا ہو اس کے بہت سے دلائل ہیں جن میں سے چند یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

1 اس آدمی کے کفر پر دلیل جو بغیر اکراہ کے قول یا عمل کے ذریعے کفر کا اظہار کرے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (النحل:١٠٦-١٠٧)

جس نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوائے اس کے جو مجبور کر دیا گیا جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا البتہ وہ شخص جس نے اپنا سینہ کفر کے لیے کھول دیا (مرضی سے کفر کیا بغیر اکراہ کے) تو ان پر اللہ کا غضب ہے ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

جس نے اکراہ کے بغیر قول یا عمل سے کفر کا اظہار کر لیا تو اس نے کفر کے لیے شرح صدر کیا اگر وہ ایسا نہ مانیں تو پھر آیت کا پہلا حصہ دوسرے کا معارض ہوگا۔ اگر ہر کفر کرنے والے کو شارح صدر کہا جائے تو یہ بلا اکراہ ہوتا ہے تو اس میں مکرہ کو مستثنیٰ کیا جاتا۔ جب کلمہ کفر خوشی سے بغیر اکراہ کے کہا تو یہ شرح صدر کے ساتھ کیا اور یہ کفر ہے۔ فرماتے ہیں: جس نے بغیر اکراہ کے اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی جس نے بغیر اکراہ کے کلمۂ کفر ادا کیا۔ جس نے اللہ اس کی آیات اس کے رسول کا مذاق اڑایا تو وہ ظاہری و باطنی دونوں طرح کا کافر ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح کا آدمی کبھی باطنی طور پر مومن ہوتا ہے اور ظاہر طور پر کافر ہوتا ہے تو یہ ایسا قول ہے جس کی خرابی و فساد دین میں واضح ہے۔ فرماتے ہیں: جس نے ایمان لانے کے بعد بغیر اکراہ کے اللہ کو گالی دی وہ مرتد ہے۔

میں کہتا ہوں: ان کی مراد ہے کہ جس نے قول یا عمل سے بغیر اکراہ کے کفر کا اظہار کیا وہ مرتد ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ جس نے کفر کا اعتقاد رکھا اس لیے کہ اعتقاد کے بغیر اکراہ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس لیے کہ کفر کا اعتقاد تو کفر ہی ہے ایسے آدمی کا تو کوئی عذر نہیں ہوتا چاہے مکرہ ہو یا نہیں، اس لیے کہ اکراہ اعضاء پر تو ہو سکتا ہے دل پر نہیں جو کہ اعتقاد کی جگہ ہے۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ ان لوگوں کا کوئی عذر قبول نہیں کرے گا سوائے اکراہ کے جبکہ دل ایمان پر مطمئن ہو، اس کے علاوہ جو چاہے تو وہ ایمان کے بعد کفر ہی کہلائے گا چاہے خوف کی وجہ سے ہو یا کسی کے ساتھ تعلق یا ملکی اور خاندانی یا قومی کوئی وجہ ہو۔ یا مزاح کے طور پر ہو یا ان کے علاوہ کوئی دیگر مقصد یا وجہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ﴾ ''یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی۔'' اس

میں وضاحت ہو گئی کہ یہ کفر اور عذاب اعتقاد یا جہل یا دین سے نفرت کی بنا پر نہیں تھا نہ ہی کفر سے ان کو محبت تھی بلکہ اس کا سبب صرف دنیا کو دین پر ترجیح دینا تھا۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں اللہ کا حکم تبدیل نہیں کیا جاتا جو اللہ کے دین سے کفر کی لوٹ گیا وہ کافر ہے چاہے وہ خوف کو عذر بنائے یا مال کو یا خاندان وغیرہ کو چاہے باطنی کفر کرے یا ظاہری ہو باطنی نہ ہو چاہے اقوال سے کفر کرے یا افعال سے یا دونوں میں سے کسی ایک سے۔ چاہے مشرکین سے دنیا کی طمع کرتے ہوئے کرے یا کسی اور وجہ سے۔ یہ ہر حال میں کافر ہے سوائے مکرہ کے۔ مکرہ ہماری زبان میں کہتے ہیں اس شخص کو جس پر زبردستی کی گئی ہو جب کسی انسان کو مجبور کیا جائے کہ کفر کرو ورنہ تجھے قتل کر دیا جائے گا یا مارا پیٹا جائے گا یا مشرک کسی کو پکڑ لیں اسے ماردیں اور جان چھڑانے کے لیے صرف ایک ہی راستہ ہو کہ ان کی موافقت کی جائے تو ظاہری طور پر ان کی موافقت اس کے لئے جائز ہے بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو یعنی مضبوط ہو۔ اس کا اعتقاد ایمان پر ہو۔ اگر ان کی موافقت دلی طور پر کرلی تو وہ کافر ہے چاہے مکرہ ہو۔ ان کے اس قول پر غور کریں کہ کفر جس نے ظاہری کیا باطنی نہیں۔ افعال سے ہو اقوال سے یا دونوں میں سے کسی ایک سے تو وہ ہر حال میں کافر ہے سوائے اکراہ کے۔ اس سے دور حاضر کے جہمیہ کے قول کی خرابی ظاہر ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ کفر بغیر اعتقاد کے عملاً و ظاہراً اور بغیر استحلال کے نہیں ہوتا۔

2 اللہ کی آیات کے ساتھ استہزاء کرنے والے اس کے ساتھ بیٹھنے والے کا کفر جو بغیر انکار و اکراہ کے ہو ی بدنی عمل ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا (النساء:۱۴۰)

کتاب میں تم پر یہ (حکم) نازل کیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کے ساتھ استہزاء اور کفر کیا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو جب تک کہ وہ دوسری کوئی بات نہ شروع کر دیں (اگر ان کے ساتھ بیٹھے رہے تو) تم بھی انہی کی طرح ہو گے اللہ تعالیٰ منافقین اور کافروں کو جہنم میں اکھٹا کرے گا۔

دوسری آیت میں ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَب قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْن لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (التوبۃ:۶۵)

اگر آپ (ﷺ) ان سے پوچھیں تو یہ کہیں گے کہ ہم تو کھیل رہے تھے مذاق کر رہے تھے آپ ان سے کہدیں کیا اللہ کے ساتھ اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے ہو؟ معذرت مت کرو تم

ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو اگر ہم ایک گروہ کو معاف کر دیں تم میں سے اور ایک کو سزا دیں اس لیے کہ وہ مجرم ہیں۔

یہ لوگ اس لیے کافر ہوئے کہ انہوں نے ایک کلام کیا۔ مذاق کیا آیات کے بارے میں نامناسب باتیں کیں نہ اعتقاد تھا نہ استحلال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کی تھی۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ اللہ کے ساتھ اس کی آیات اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ گالی تو بدرجہ اولیٰ کفر ہے۔ یہ آیت یہ بھی واضح کرتی ہے کہ جو شخص بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے گا چاہے مذاق میں ہو یا جان بوجھ کر وہ کافر ہے۔ ابو بکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں : مذاق میں کفر کرنا بھی کفر ہے اس پر اجماع ہے مذاق عام طور پر بلا ارادہ ہی ہوتا ہے اعتقاداً نہیں ہوتا جیسے کہ آیت میں مذکور افراد کو انہوں نے مذاق کیا مگر اس کی حقیقت سے واقف نہ تھے دین کے ساتھ مذاق کفر ہے اس کا مرتکب کافر ہے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مذاق کرنے والا اس کو کہتے ہیں جو کوئی بات کرتا ہے مگر اس بات کی حقیقت یا نتیجہ کا ارادہ نہیں کر رہا ہوتا ۔ بلکہ صرف دل لگی کے طور پر بات کرتا ہے۔ اس کے برعکس عمداً بات کرنے والا جو سب کچھ سوچ سمجھ کر ارادہ کے ساتھ بات کرتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ کے بارے میں مذاق و بے ہودہ بات کرنا جائز نہیں ہے اس بارے میں عمداً اور مزاحاً بات دونوں یکساں ہیں جبکہ انسانوں کے بارے میں معاملہ ایسا نہیں۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت میں اللہ نے یہ بتایا ہے کہ وہ لوگ کفریہ قول کی وجہ سے ایمان کے بعد کافر ہو گئے تھے یہ قول بغیر اعتقاد کے تھا۔ ﴿كُنَّا نَخُوضُ وَ نَلْعَبُ﴾ ''ہم تو صرف مذاق کر رہے تھے۔'' جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ زبانی بات کی وجہ سے کافر ہوئے مگر اس سے پہلے انہوں نے دل سے کفر کیا تھا یہ قول صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ زبان کے ساتھ دل کا کفر ایسا کفر ہوتا ہے کہ اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔ آیت میں جس گروہ کو معافی دینے کی بات کی گئی ہے اس سے مراد مخاشن بن حمیر ہے اس کا گناہ یہ تھا کہ جب ان لوگوں کی بات اس نے سنی تو یہ ہنسا اور ان پر اعتراض نہیں کیا وہ کہتا تھا کہ اے اللہ میں وہ آیت سنتا ہوں جس سے میں مراد ہوں جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل لرز جاتے ہیں۔ ''اے اللہ شہادت کی مجھے موت اپنے راستے میں اور اپنے دین کے لیے دے۔'' لہٰذا دور حاضر کے جہمیہ کی باتوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔

3 جو شخص کافروں سے دوستی کرتا ہے ان کے ساتھ تعاون و مدد کرتا ہے مسلمانوں اور اہل توحید کے مقابلے پر حالانکہ یہ بھی جسم اور اعضائ کا عمل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (المائدہ:۵۱)

جس نے تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کی وہ انہی میں سے ہے۔ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (آل عمران:۲۸)

مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں جس نے ایسا کیا اس کا اللہ کے ساتھ کچھ (تعلق) نہیں الا یہ کہ تم ان سے خود کو بچاؤ اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اسی کی طرف جانا ہے۔

اس آیت کے لفظ: ﴿فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ﴾ کے بارے میں ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ سے یہ بری ہے اور اس سے اللہ بری ہے اس کے اس عمل کی وجہ سے یہ دین سے نکل کر کفر میں داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (المائدہ:۸۱)

اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان رکھتے نبی پر اور اس پر نازل ہونے والی (شریعت) پر تو یہ ان (یہود و نصاریٰ کو) دوست نہ بناتے مگر ان کی اکثریت فاسق ہے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان لوگوں کی یہود و نصاریٰ سے دوستی ان کے ایمان کی ضد ہے اور اس کی نفی کرتی ہے ایک دل میں ایمان اور ان کی دوستی جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی دلیل اس میں ہے کہ جس نے ان کے ساتھ دوستی کی وہ ایمان واجب نہیں لایا جو کہ اللہ، اس کے نبی اور نازل کردہ شریعت پر لانا چاہیے۔ اسی طرح اللہ کا فرمان ہے:

لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (المائدۃ:۵۱)

یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جس نے بھی ان سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ ان سے دوستی کرنے والا مومن نہیں ہوتا بلکہ وہ انہی میں سے ہوتا ہے۔ قرآن کی آیات ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ نواقض اسلام میں سے سب سے بڑا ناقض مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف مدد و تعاون ہے۔ دلیل قرآن کی آیت ہے: ﴿وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ☆ المائدہ:۵۱﴾ "تم میں سے جس نے ان کے ساتھ دوستی کی وہ انہی میں سے ہے۔ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔" جو لوگ کہتے ہیں کہ کفار سے وہ والی دوستی کافر بناتی ہے جو دل سے کی جائے یہ لوگ ایمان میں جہم کے عقیدے پر ہیں ان سے محتاط رہنا چاہیے۔

4 جو اللہ کے دین پر فیصلے نہیں کرتا اس کا کفر جو اللہ کی شریعت سے منہ موڑتا ہے یا اس کے بدلے طاغوت کے قوانین لاگو کرتا ہے حالانکہ یہ اعمال بھی جسمانی ہیں اعضاء سے کیے جاتے ہیں۔ اس بارے میں علماء کے اقوال پہلے گزر چکے ہیں۔

5 ان لوگوں کا کفر جو عبادت کی کوئی قسم مخلوق کے لیے بجالاتے ہیں جیسے دعاء، فریاد، نذر، ذبح وغیرہ۔ یہ شرکیہ اعمال ہیں جو اعضائے بدن کو جھکاتے ہیں اور ان کی وجہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اگر چہ وہ سمجھتا ہے کہ میرا عقیدہ صحیح دل کی تصدیق باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّار (الزمر:۳)

یاد رکھو اللہ کے لیے خالص دین ہے جو لوگ اس اللہ کے علاوہ دوست بناتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں مرتبے میں اللہ کے قریب کر دیں۔ اللہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا جو یہ اختلاف کر رہے ہیں اللہ جھوٹے ناشکرے کو ہدایت نہیں کرتا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سب سے بڑا ناقض اسلام اللہ کی عبادت میں شرک ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:۴۸)

اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کرتا ہے۔

شرک میں سے ذبح لغیر اللہ ہے جیسے جنات یا مزارات کے لیے ذبح کرنا، اللہ اور اپنے درمیان وسیلے بنانا بھی شرک ہے، ان وسیلوں کو پکارنا ان سے شفاعت طلب کرنا بالاجماع کفر ہے، اسی طرح عملی نواقض میں سے اللہ کے دین سے اعراض کرنا بھی ہے کہ نہ دین کو سمجھا جاتا ہے نہ اس پر عمل کیا جاتا ہے اللہ کا فرمان ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ (السجدۃ:۲۲)

کون ہے اس سے بڑا ظالم جس کو رب کی آیات سے نصیحت کی گئی پھر وہ ان سے پھر گیا ہم مجرمین سے انتقام لیں گے۔

پھر شیخ فرماتے ہیں: ان تمام نواقض اسلام امور کے لیے اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ ان کا ارتکاب مذاق میں کیا گیا ہے یا جان بوجھ کر یا ڈر کی وجہ سے سوائے مُکرَہ (مجبور کیے گئے) کے یہ تمام نواقض بہت ہی پر خطر بھی ہیں اور ان میں واقع ہونے کے بھی امکانات بہت زیادہ ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ایسے جسمانی اعمال ہیں جو کافر کر دینے والے ہیں مثلاً جادو، نماز کا عمداً ترک کرنا، اگر چہ اس میں اختلاف ہے مگر اکثر اہل علم جن کا مذہب کتاب و سنت کے مطابق ہے ان کے نزدیک کفر ہے۔ اگر چہ اس کے وجوب کا اقرار کرتا ہو۔ تمام مذکورہ تفصیلات سے یہ دلیل ملتی ہے کہ کفر جس طرح قلبی عمل ہے اسی طرح یہ بدنی عمل بھی ہے۔ اور کبھی بدنی و قلبی دونوں ہوتا ہے۔ کبھی دونوں میں سے ایک ہوتا ہے اسی سے شیخ کے یہ قول کا بطلان واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے کہ کفر صرف قلبی ہوتا ہے بدنی نہیں ہوتا۔ اس بدترین شبہے کا ردّ ہم ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ پر ختم کرتے ہیں: اگر فرض کر لیا جائے کہ کچھ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم اس پر دل سے ایمان لاتے ہیں جو آپ ہمارے پاس لائے ہیں اس

میں شک نہیں کرتے اور ہم زبان سے شہادتین کا اقرار بھی کرتے ہیں مگر ہم آپ کی اطاعت نہیں کر سکتے کسی بھی چیز میں آپ حکم کریں یا منع کریں۔ ہم نماز نہیں پڑھیں گے، روزہ نہیں رکھیں گے، حج نہیں کریں گے سچ نہیں بولیں گے، شراب پیئیں گے، ذی محرم عورتوں سے نکاح کریں گے، ہم آپ کے صحابہ اور امتیوں میں سے جس پر قدرت پالیں انہیں قتل کریں گے، ان کا مال چھینیں گے، بلکہ ہم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی (نعوذ باللہ) قتل کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قتال کریں گے۔ کیا ایسی صورت میں کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے کہ تم کامل ایمان والے ہو؟ تمہیں قیامت میں میری سفارش حاصل ہو گی؟ تم میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا۔ جبکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ ان سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے کہ تم تو میری شریعت پر سب سے زیادہ کفر کرنے والے ہو۔ اگر یہ توبہ نہ کریں تو ان کی گردنیں ماردیں۔

سائل ابراہیم شقرہ: ہم اس بات کے اقراری نہیں ہیں۔

شیخ البانی: یہاں مشکل پیش آجاتی ہے۔ کفر کیا ہے۔ کفر کا لغوی و شرعی معنی کیا ہے۔؟

ابوبصیر: سائل شیخ سے کہتے ہیں کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ کفر قلبی ہوتا ہے بدنی نہیں ہوتا۔

سائل ابراہیم شقرہ: لغت میں کفر کا معنی ہے انکار۔ جبکہ شریعت میں علماء نے اس کی اقسام بتائی ہیں بدنی، اعتقادی، کفر اکبر، اصغر، کفر اکبر وہ ہے جو ملت سے خارج کرنے والا ہے جبکہ کفر اصغر۔

ابوبصیر: اس کی بات مکمل نہیں ہونے دی گئی بیچ میں کاٹ دی گئی۔

البانی: اللہ آپ کو خوش رکھے اب ہمارے لیے لیکچر دینا ضروری ہو گیا اب سوال جواب کی صورت میں ایک دوسرے کو سمجھانا ضروری ہے۔

ابوبصیر: شیخ اپنے لیے وہ بات کیوں ضروری نہیں سمجھتے جو اپنے مخالف کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔ پھر بات یہ بھی ہے کہ شیخ کس چیز کی وضاحت کریں گے؟ تفصیل بیان کریں گے؟ مزید دلائل پیش کریں گے؟ لیکچر دیں گے؟ جبکہ ان کا مخالف ان تمام باتوں سے محروم رہے گا اس کو صرف ہاں یا نہی کا اختیار ہو گا۔؟

شیخ البانی: آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اسے سمجھ بھی رہے ہیں؟ کیا کفر عملی کی وجہ سے کسی کو کافر کہا جائے گا۔؟

ابوبصیر: اہل علم نے کفر کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک کفر عملی دوسرا کفر اعتقادی۔ مگر ان اطلاقات میں دور حاضر کے جہمیہ نے بہت غلطی اور بددیانتی کی ہے اسی طرح ان کے حمایتی اہل ارجاء نے بھی یہی کیا ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ بعض علماء نے جو کفر کی تقسیم عملی واعتقادی کی ہے اس سے مراد ان کا مطلق کفر نہیں ہے جیسا کہ اس دور کے جہمیہ کہتے ہیں کہ کفر کو صرف کفر قلبی تک محدود و منحصر کر دیا ہے اور بدنی کفر کو کفر نہیں مانتے۔ دلیل یہ دیتے ہیں کہ اکثر اہل علم نے اس تقسیم کو اپنانا پسند نہیں کیا اس کے بدلے میں ایک اور تقسیم کو اپنایا ہے جس میں کوئی التباس و پیچیدگی نہیں ہے وہ تقسیم ہے کفر اکبر، کفر اصغر کی، یا اسے کفر دون کفر کہیں، یا کفر نعمت کہیں، جن علماء نے اسے کفر عمل کہا ہے ان کی مراد بھی یہی ہے کہ اس کے مرتکب

کو کفر اکبر سے ہٹادیں (یعنی اس کے کفر کو کفر اکبر نہ کہیں) اس کا مطلب یہ نہیں کہ کفر عمل ہوتا ہی نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں حدیث: ((یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان)) پر باب ((کفران العشیر وکفر دون کفر)) کے عنوان سے باب باندھا ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اس کے ساتھی کفر دون کفر، ظلم دون ظلم، فسق دون فسق کہتے تھے اور دیگر اہل سنت بھی کہتے ہیں۔ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں وہ کفر دون کفر، ظلم دون ظلم اور فسق دون فسق کہتے تھے۔ (الفتاویٰ)

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مقامات پر کہا ہے اور دیگر اہل علم نے کہ الکفر کفران، کفر اکبر و کفر اصغر، یہ تو ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ شرعی نصوص اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اعتقاد اور تکذیب قلبی کے بغیر بھی کفر ہوتا ہے۔ صرف عناد کی وجہ سے بھی کفر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابوطالب جیسے لوگوں کا کفر ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ☆ق: ۲۴﴾ "ہر سرکش اور عناد رکھنے والے کو جہنم میں ڈال دو۔" دوسری جگہ فرمان ہے: ﴿كَلَّاۗ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ☆ المدثر: ۱۶﴾ "ہر گز نہیں یہ ہماری آیتوں سے عناد (سرکشی) کرنے والا تھا۔" کبھی صرف تکبر کی وجہ سے کفر ہوتا ہے جیسے ابلیس کا کفر: ﴿اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ☆ البقرہ: ۳۴﴾ "مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوا۔" ان لوگوں کا کفر کہ جنہوں نے کمزور، غریب مسلمانوں کے ساتھ خود کو برابر قرار دینے کو اپنی توہین سمجھا تو کفر کیا اور اسلام و مسلمانوں سے دشمنی پر اتر آئے۔ یہ لوگ انبیاء سے مطالبہ کرتے تھے کہ کمزور و غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے ہٹادیں تو ہم ایمان لائیں گے:

> قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۔ قَالَ وَ مَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۔ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ (الشعراء: ۱۱۱-۱۱۴)
>
> انہوں نے (نوح علیہ السلام) سے کہا کیا ہم تم پر ایمان لائیں جبکہ تمہارے متبعین رذیل لوگ ہیں۔ اس نے کہا مجھے کیا معلوم یہ لوگ کیا (کام) کرتے ہیں۔ ان کا حساب میرے رب کے ذمہ ہے اگر تم سمجھو، میں مومنین کو نہیں نکالوں گا۔

ایک صحیح حدیث میں آتا ہے: جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ کفر نفرت کی وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ نفرت کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی اور جنگ پر آمادہ ہو۔

جیسا کہ فرمان ہے:

> وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (محمد: ۸-۹)

جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے ہلاکت ہو اور ان کے اعمال (اللہ) نے برباد کر دے گا۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے خوش نہیں ہوئے تو اللہ نے بھی ان کے اعمال ضائع کر دے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (آل عمران:۲۱- ۲۲)

جو لوگ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور انبیاء کو قتل کرتے ہیں ناحق اور ان لوگوں سے جنگ کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خبر دو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے۔ ان کا کوئی مددگار نہیں۔

جبکہ اعمال صرف کفر سے ہی برباد ہوتے ہیں، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ الصارم میں فرماتے ہیں: مسلمانوں کو ضرر دینے سے (ضرر دینے والے کا) عقیدہ بدل جاتا ہے یہ وہ کام کرتا ہے جو اپنے عقیدے کو صحیح سمجھتا ہے حالانکہ وہ اللہ کے ہاں اور مسلمانوں کے ہاں اپنے اس خیال اور دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اس میں تغیر اعتقاد سے زیادہ خرابی ہے۔ ایک تو اس لیے کہ مسلمانوں کو ضرر دے رہا ہے دوسرا یہ کہ اپنے عقیدے کو پھر بھی صحیح سمجھ رہا ہے اس سے وہ کام صادر ہوتا ہے جو ایک دین سے دوسرے دین میں منتقل ہونے والا نہیں چاہتا جبکہ اس کی خرابی ایک دین سے دوسرے دین میں منتقل ہونے والی خرابی سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ دین سے منتقل ہونا کفر ہے اس لیے کہ اس سے وہی سرزد ہوا جو کفر تھا جبکہ دوسرا جو ہے وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ جو کچھ میں نے کیا وہ کفر نہیں ہے جب تک اسے حلال سمجھ کر نہ کیا جائے یہ صرف معصیت ہے جبکہ یہ سب سے بڑا کفر ہے۔

میں کہتا ہوں: یہی تو وہ کام ہے جو موجودہ دور کے جہمیہ کر رہے ہیں اس لیے کہ جو طاغوتی حکمران اسلام کے داعیوں۔ انصاف کا حکم کرنے والے مسلمانوں کے قتل اور سزاؤں کا حکم دے رہے ہیں اور یہ جہمیہ پھر بھی ان طواغیت کے لیے تاویل پر تاویل کر رہے ہیں۔ ان کے بارے میں حسن ظن سے کام لے رہے ہیں ان کا دفاع کر رہے ہیں انہیں یہ کہہ کر مسلمان قرار دے رہے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا حلال سمجھ کر نہیں کیا۔ اعتقاد کے بغیر کیا ہے۔ کبھی کفر استہزاء کی وجہ سے بھی ہوتا ہے انکار کی دو قسمیں ہیں، انکار باطن، ظاہر میں نہ ہو اور یہ نفاق و کفر ہے۔ دوسرا ہے ظاہری انکار ہو باطن و اعتقاد میں نہ ہو یہ بھی کفر ہے۔ جیسے یہود وغیرہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل میں پکا اعتقاد تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور جو کچھ اپنے رب کے ہاں لائے ہیں وہ حق ہے۔ کبھی کفر اعراض کرنے منہ موڑنے سے بھی ہوتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے منہ موڑا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ☆ الكهف:۵۷﴾ "کون ہے بڑا ظالم اس شخص سے جسے رب کی آیات سے نصیحت کی گئی تو اس نے منہ موڑ لیا اور بھول گیا کہ

اس کے ہاتھوں نے آگے کیا (اعمال میں سے) بھیجا ہے۔" دوسری آیت ہے: ﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا خٰلِدِيْنَ فِيْهِ وَ سَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا﴾ طٰہٰ: ۱۰۰، ۱۰۱ "جس نے اس (دین) سے منہ موڑا وہ قیامت میں (گناہ کا) بوجھ اٹھائے گا اس میں ہمیشہ رہے گا اور قیامت کا بوجھ ان کے لیے بہت برا ہے۔" یہ سب اقسام اپنی اپنی جگہ پر کفر ہیں اور اپنے مرتکب کو کافر بنا دیتے ہیں چاہے ارتکاب کے ساتھ دلی اعتقاد ہو یا نہ ہو۔

سامی نام کا سائل: جناب اگر یہ ملت سے خارج کرنے والا کفر ہے کفر اکبر ہے اس لیے کہ عملی کفر میں بھی کفر اکبر و کفر اصغر ہوتا ہے۔

ابو بصیر: کیسٹ میں سوال کرنے والے کا نام سامی آیا ہے اس لیے ہم نے صرف سائل کے بجائے اس کا نام لیا ہے۔ شیخ نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے قطع کر دی اسے بات مکمل کرنے نہیں دیا۔

شیخ البانی: میرے بھائی میں نے ابھی آپ سے ایک بات کی تھی کہ ہمارے لیے لیکچر دینا ضروری ہے اب اس بات کو سمجھنا اور اس پر سے پردہ ہٹانا لازمی ہو گیا ہے۔

ابو بصیر: کفر و ایمان کے مسئلے میں ناممکن ہے کہ ایک بات ہو اور اس کا پوشیدہ مقصد ہو لیکن جیسا کہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اس قید کا التزام شیخ کے مخالف کی طرف سے ہے۔

سوال: ہم کفر اعتقادی و کفر عملی پر متفق ہیں (کہ یہ دونوں قسمیں کفر کی ہیں) میں نے سوال کیا تھا کہ کیا عملی کفر ملت سے خارج کرتا ہے؟ جواب: اس کے جواب میں آپ یا تو ہاں کہیں گے یا نہیں۔ پھر اگر تفصیل کی ضرورت ہوئی تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

سامی: یہاں تفصیل ضروری ہے۔

ابو بصیر: اس سوال کے جواب میں ہاں یا نہیں دونوں ہی جواب خطرناک ہیں اس لیے کہ کفر کی بہت سی اقسام کو دو لفظوں پر کیسے متحمل رکھا جا سکتا ہے؟ اس سے پیچیدہ صورت میں دونوں جواب غلط ہوں گے تو شیخ کس طرح فریق مخالف کو ہاں یا نہیں پر مجبور کر سکتے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں کچھ باریکی ہے۔ شیخ کو وضاحت کرنی چاہیے کہ وہ کون سا عملی کفر مراد لے رہے ہیں؟ کفر و ایمان سے متعلق شیخ کے عقیدے کے بارے میں جہاں تک ہماری معلومات ہیں تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس سوال کے جواب میں شیخ کو یہ کہا جاتا کہ کفر عملی ارتداد ہے۔ اگر وہ اسی طرح پیچیدہ طریقہ میں چاہتے ہیں تو۔ اس لیے کہ شیخ بھی اس گناہ کو کفر نہیں کہتے جس کے مرتکب کو کافر نہ کہا جاتا ہو۔ اور جس کو شارع نے کفر کہا ہو جیسے قتل، نسب میں عیب نکالنا، میت پر نوحہ کرنا، عورت سے غیر فطری عمل کرنا وغیرہ جسے شارع نے کفر کہا ہے اور جن کے بارے میں سلف نے کہا ہے ملت سے خارج کرنے والا نہیں ہے۔ کسی نے اس کو کفر اصغر اور کسی نے کفر النعمۃ کہا ہے۔ یہ اس لیے کہ اس پر دیگر شرعی قرائن موجود ہیں جو مرتکب سے کفر اکبر کو پھیرنے والے ہیں یہ مسئلہ ہم نے اپنی کتاب "قواعد التکفیر" میں بیان کر دیا ہے۔ یہاں شیخ

عملی کفر سے مذکورہ معاصی مراد نہیں لے رہے اس لیے کہ ان کے مرتکب کو کوئی بھی کفر اکبر کا مرتکب قرار نہیں دیتا۔ بلکہ بغیر اعتقاد کے کفر عملی سے مراد ہے ظاہر کفر کو کسی بھی نوع اور درجے کا ہو اگرچہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہی ہو۔ لہٰذا شیخ کے سوال کا مناسب جواب یہی ہے کہ "ہاں" یہ جواب شیخ کے مقصد کے مد نظر ہے جو آگے وضاحت آرہا ہے اور شیخ کے ایمان و کفر کے بارے میں عقیدے کے مطابق بھی ہے۔

سامی: تفصیل سے جواب دیں۔

البانی: کیا اعتقادی کفر مرتد کر دینے والا کفر ہے۔؟

سامی: جی ہاں۔

شیخ البانی: اچھا تو تفصیل کی ضرورت کیوں نہیں۔؟

سامی: اس لیے کہ اس پر اتفاق ہو چکا ہے جبکہ کفر عملی میں اختلاف ہے مرجئہ اور اہل سنت کے درمیان۔

شیخ البانی: تم جس کفر اعتقادی کو مرتد کرنے والا کفر کہتے ہو کیا عملی کفر کا اس سے ربط و تعلق ہے یا نہیں۔؟

سامی: تعلق و ربط ہے۔

ابو بصیر: ان مشکل جوابات نے سامی کے ذہن کو الجھا دیا ورنہ ان کو مطلق ہاں نہیں کہنا چاہیے تھا اس لیے کہ کفر عملی میں سے ایک کفر اکبر ہے جس کا ربط و تعلق و تصدیق کے ساتھ ہے اور ایک کفر عملی وہ ہے جس کا تعلق اعتقاد کے ساتھ نہیں ہے جس کی کچھ تفصیل گزر چکی ہے۔ یہاں شیخ ناصر نے اس نوجوان کو سوال در سوال کر کے الجھن میں ڈال دیا جس کی وجہ سے وہ ایسے جواب دینے پر مجبور ہوا۔

البانی: اب تم کفر اعتقادی کی طرف آ گئے۔ (جزاک اللہ)

ابو بصیر: واضح ہو گیا کہ شیخ صرف کفر صرف قلبی اعتقادی کفر کو ہی کہتے ہیں۔ ان سے جس عملی کفر کے بارے میں سوال ہو رہا ہے اس سے مراد ہر وہ کفر ہے جو کسی بھی درجہ میں ہو کسی بھی نوع کا ہو اعتقاد و استحلال سے جس کا تعلق نہ ہو۔ یہ سب کچھ ان کے تصورات کے بگاڑ اور کفر اور ایمان کے بارے میں اس عقیدے کی وجہ سے ہے جو جہم اور اس کے متبعین کا ہے۔

شیخ البانی: تمہارے سامنے کفر اعتقادی و کفر عملی کا فرق جب تک واضح نہ ہو گا اس اختلاف کا نتیجہ بھی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ کفر عملی اس کفریہ عمل کو کہتے ہیں جو کسی مسلمان سے سرزد ہو مگر یہ جو کفار کا عمل مسلمان سے سرزد ہوا ہے یہ کفار سے سرزد ہونے والے عمل سے ایک طرح کی مشابہت رکھتا ہو یعنی عمل کے لحاظ سے، لیکن ایک اور لحاظ سے یہ اس کے مشابہ نہ ہو یعنی کافر کے عمل کے مشابہ نہ ہو اعتقاد کے لحاظ سے، یہ جو مسلمان ہے اگر اس سے کافروں والا عمل سرزد ہوا ہے اور یہ کفر اعتقادی کے ساتھ بھی ملا ہوا ہے جیسا کہ کافر کا کفر ہوتا ہے تو یہ کفر ارتداد کا ہے اس میں کوئی اشکال نہیں مگر جب اس بات کی

کوئی دلیل نہ ہو کہ کفریہ عمل کرنے والا اعتقاداً بھی کفر کر رہا ہے۔ تو اس وقت یہ اعتقادی کفر نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اعتقادی کفر عملی کفر سے مختلف ہے اس لیے کہ اول الذکر قلبی کفر ہے۔ جبکہ عملی کفر قلبی کفر نہیں ہے۔

ابو بصیر: یہ دین میں نیا اور عجیب خیال پیدا کیا گیا ہے۔ اس میں شیخ کے پاس سلف میں سے جہم کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے جس نے کفر کو استحلال اور تکذیب قلبی میں منحصر کیا ہے۔

2 کفار انبیاء کے ساتھ جنگ کرتے ہیں گالیاں دیتے ہیں ان سے دشمنی رکھتے ہیں یہ سب کچھ وہ فعلی واعتقادی دونوں لحاظ سے کرتے ہیں اگر ایک مسلمان ان کاموں میں کافروں کی مشابہت کرے یعنی اعتقاد کے بغیر ان سے جنگ کرے۔ دشمنی رکھے۔ انہیں گالیاں دے تو یہ تمہارے نزدیک کافر نہیں ہوگا؟ اس لیے کہ اس نے کافروں کی مشابہت عملی کی ہے اعتقادی نہیں کی؟ کافر بتوں اور قبروں کے آگے سجدہ کرتے ہیں ان کے قرب کے لیے نذر وذبیحے کرتے ہیں دیگر ظاہری عبادات بھی ان کے لیے بجالاتے ہیں۔ گلے میں صلیب ڈالتے ہیں۔ تین خداؤں کو مانتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کفریہ کام کرتے ہیں اور یہ سب کام عملاً واعتقاداً کرتے ہیں اگر ایک مسلمان یہ تمام کام عملاً کرے عقیدتاً نہ ہوں تو وہ تمہارے نزدیک اس لیے کافر نہیں ہوگا کہ اس نے کفار کی صرف عملی مشابہت کی ہے عقیدے میں نہیں؟ اگر آپ کا جواب نفی میں ہے یعنی کہ ایسا شخص کافر نہیں ہے اس لیے کہ وہ کافروں والے عمل بغیر اعتقاد کے کر رہا ہے (آپ کی سابقہ باتوں سے یہی معلوم ہوا ہے) تو پھر آپ ان لوگوں کو برا نہ کہیں جو آپ کو ایمان وتکفیر کے مسائل میں خالص جہمیہ کہتے ہیں بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان مسائل میں آپ نے جہم کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے ایمان وکفر اور وعد وعید کے مسائل میں بھی۔ اس لیے اس کے ذریعے سے جہم کے مذہب کی تائید وحمایت کرتے ہیں ایسا علم جہم کے پاس نہیں تھا لہٰذا وہ بھی اپنے مذہب کی اتنی تائید ومدد نہیں کر سکا۔ اور اگر آپ کا جواب ہے کہ ایسا مسلمان ان افعال کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے اگرچہ اعتقاد کے بغیر ہی ہوں تو پھر آپ لوگوں نے اپنے تمام سابقہ اقوال کو جو کہ کفر کو صرف اعتقاد قلبی میں منحصر کرتے ہیں کو ساقط کر دیا ہے بے اثر کر دیا۔ اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ شیخ آپ نے کفر عملی واعتقادی کا فرق شارع اور سلف صالحین کے فہم کے مطابق نہیں سمجھا بلکہ آپ نے جہم اور اس کے متبعین غالی مرجئہ کے فہم کے مطابق اس کو سمجھا اور اس کی تفسیر وتشریح کی ہے۔

3 کفر اعتقادی وکفر عملی میں وہی فرق ہے جو کفر اکبر وکفر اصغر یا کفر اکبر صریح اور کفر النعمہ یا کفر دون کفر میں ہے اس لیے کہ پہلی قسم کا کفر اپنے مرتکب کو ملت سے خارج کر دیتا ہے اور اس پر مرتد وکافر کے احکام جاری ہوتے ہیں۔[6]

---

6 اس سے وہ آدمی مستثنیٰ ہے جس کا کفر ظاہر نہ ہو باطن ہو جسے منافق کہتے ہیں اس دنیا میں اسلام کے احکام جاری ہوتے ہیں اس کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ ہوتا ہے اگرچہ وہ آخرت میں کافر ہو جہنم کے آخری درجہ میں ہو۔

چاہے اس کے باطن میں کفر ہو ظاہر میں نہ ہو یا ظاہر میں ہو باطن میں نہ ہو یا باطن و ظاہر دونوں میں ہو اس کی مثال ہے مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا ساتھ دینا ان کی مدد کرنا۔ دین سے استہزاء کرنا۔ جادو کرنا۔ الحکم بغیر ما انزل اللہ چاہے تبدیل کر کے دوسرا حکم لائے یا اعراض اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے ہو اسی طرح کے دیگر امور جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے جن کے مرتکب کو کافر قرار دیا جاتا ہے چاہے اس کے باطن میں ہو یا نہ ہو۔ دوسرا کفر اصغر ہے جس کا مرتکب ملت سے خارج نہیں ہوتا جب تک کہ اس عمل کو حلال نہ سمجھے اس کی مثال ہے ہر وہ عمل جس کے لیے شارع نے کفر کا لفظ استعمال کیا ہے اور کوئی شرعی قرینہ اس کے کفر سے پھیرنے پر دلالت کرنے والا ہے اگر یہ قرینہ اور دلیل نہ ہوتی تو اس پر کفر کا حکم لگ سکتا تھا[7] اس کی مثال ہے خودکشی کرنے والے کی کہ کچھ نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کافر ہے ہمیشہ کا جہنمی ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے: جس نے اپنے آپ کو لوہے سے قتل کیا تو وہ جہنم میں لوہا اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا ہمیشہ اس میں رہے گا جس نے زہر پی کر خودکشی کی تو وہ اسے جہنم میں پیتا رہے گا اور اس میں ہمیشہ رہے گا۔ اس حدیث سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ خودکشی کرنے والا کافر ہے اس لیے کہ ہمیشہ جہنم میں رہنا کافر کے لیے ہے یا مشرک کے لیے موحد گناہ گار کے لیے نہیں ہے۔ جبکہ دوسرے نصوص ایسے بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خودکشی کرنے والا کافر نہیں اللہ کی رحمت اور مغفرت اسے ملے گی اس سے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ یہ کفر اکبر نہیں ہے لہٰذا ہم اس کے کفر کو کفر دون کفر کہیں گے، یا کفر اصغر، کفر نعمت کہیں گے جس کا مرتکب ملۃ سے خارج نہیں ہوتا۔ جیسا کہ صحیح حدیث ہے: نبیe جب مدینہ آئے تو آپ کے پاس طفیل بن عمرو ہجرت کر کے آیا اس کے ساتھ اس کی قوم کا ایک آدمی بھی تھا۔ یہ مدینے میں رہے طفیل کا وہ ساتھی بیمار ہوا تو بیماری سے تنگ آکر اس نے اپنی کلائی کی رگیں کاٹ دیں اور وہ مر گیا۔ خواب میں طفیل بن عمرو نے اس کو اچھی حالت میں دیکھا مگر اس کا ایک ہاتھ ڈھکا ہوا تھا۔ طفیل نے پوچھا رب نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ مجھے رب نے معاف کر دیا ہے اس بنا پر کہ میں نے اس کے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کی تھی۔ طفیل نے پوچھا کہ ہاتھ کیوں ڈھانپ رکھا ہے؟ اس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو چیز تم نے خود خراب کی ہے اسے ہم صحیح نہیں کریں گے یہ واقعہ طفیل نے نبی ﷺ کو بتایا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: اے اللہ اس کے ہاتھ کو بھی معاف کر دے۔ (مسلم)

نبی کے ساتھ ہجرت کی وجہ سے جب اللہ نے اس کو بخش دیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مسلمان ہونے کی حالت میں فوت ہوا حالانکہ اس نے خودکشی کی تھی۔ کفر پر جو مر جاتا ہے اس کی نیکیاں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں اللہ اسے نہیں بخشتا اور نہ ہی اس

---

[7] اس میں استحلال کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ اس طرح کا عمل خالص کفر نہیں ہوتا بلکہ یہ معصیت کا کام ہوتا ہے جسے کوئی بھی شخص مشئیت کے تحت کر لیتا ہے اسی کے بارے میں اہل علم کا یہ قول ہے کہ ہم کسی کو اس وقت تک کافر نہیں کہتے جب تک اس معصیت کو حلال سمجھ کر نہ کر لے، اس سے مراد ان کی وہ گناہ ہے جو کفر سے کم تر ہو جبکہ خوارج ہر گناہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں لیکن دور حاضر کے جہمیہ نے اس عبارت سے بہت برا مطلب لیا ہے اور اسے اس گناہ پر بھی محمول کر لیا ہے جو شرک اکبر کے زمرے میں آتا ہو، وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم شرک اکبر کے مرتکب کو بھی اس وقت تک کافر نہیں کہہ سکتے جب تک وہ اسے حلال نہ سمجھے۔

کے لیے بخشش ورحمت کی دعا کی جاسکتی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ☆ النساء: ۴۸﴾ ''اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ بخش دیتا ہے جسے چاہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ☆ التوبہ: ۱۱۳﴾ ''نبی اور مومنوں کے لیے لائق ومناسب نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں اگرچہ وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ ان کے سامنے واضح ہو گیا کہ وہ جہنم میں جانے والے ہیں۔''
اگر یہ کہا جائے کہ خودکشی حرام ہونے سے پہلے اس آدمی نے اپنے ساتھ ایسا کر لیا تھا یا اس کو دلیل نہیں پہنچی تھی اور حرمت سے لاعلم رہا اس وجہ سے اللہ نے اسے بخش دیا؟

جواب: اس حدیث کی عبارت سے ایسا کچھ ثابت نہیں ہو رہا اگر ایسی بات ہوتی تو اس کے ہاتھ کو سزا نہ ملتی اور جب اس سے کہا گیا کہ جسے تم نے خود بگاڑا ہے ہم اس کی اصلاح نہیں کریں گے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس حرمت سے واقف تھا اور شرعی حکم اس تک پہنچ گیا تھا اس لیے کہ عذاب کا برقرار رہنا اگرچہ جزوی تھا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو حکم کی دلیل پہنچ گئی تھی جیسا کہ فرمان رب تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ☆ الاسراء: ۱۵﴾ ''ہم اس وقت تک عذاب نہیں کرتے جب تک رسول نہ بھیج دیں۔''

سوال: اس کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کی کیا توجیہ کریں گے یہ عذاب تو کافروں کے لیے ہوتا ہے؟

جواب: اس سے مراد سختی اور طویل عرصہ کا دردناک عذاب ہے جیسا کہ اہل علم نے اس کی وضاحت کی ہے۔ اس گناہ پر دیگر گناہوں کو قیاس کیا جاسکتا ہے جنہیں شارع نے کفر کہا ہے۔ پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر کوئی ایسا قرینہ ہو جو ان گناہوں کو کفر سے پھیر دے تو پھر ان کو کفر کہنے سے مراد کفر اصغر ہو گا یا کفر عملی کہلائے گا جو ملت سے خارج نہیں کرتا۔ اور اگر ایسا کوئی قرینہ و دلیل نہ ہو تو پھر تکفیر کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہو گا اور اسے کفر ظاہر پر محمول کیا جائے گا جو ملت سے خارج کر دینے والا ہوتا ہے۔ اس ضابطہ کو مد نظر رکھ کر کفر اکبر اور کفر اصغر عملی میں تمیز کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی بات کی جائے تو وہ اللہ پر اور اس کی شریعت پر بلا دلیل بات ہو گی (شریعت میں اضافہ شمار ہو گا) اس طرح تاویل کے لیے ایسا دروازہ کھل جائے گا جس سے بلا حساب وبلا اعتراض زنادقہ کی تاویلات گزر سکیں گی۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ کفر اصغر عملی اس وقت کسی گناہ کو کہیں گے جب شرعی دلیل ہو گی جو یہ ثابت کرے گی کہ یہ کفر اصغر ہے۔ چاہے اس گناہ کا منبع باطن ہو جیسے ریاء ''شرک اصغر'' یا ظاہری اعضاء کا عمل ہو اس کے علاوہ جو بھی بات ہو گی وہ اللہ پر بلا علم بہتان شمار ہو گی۔

4 کفر کو اعتقاد تک منحصر رکھنا دراصل عمل کو مطلقاً تکفیر میں تاثیر سے باطل کرنا ہے۔ اس سے پھر ابلیس کی تکفیر سے بھی انکار کرنا ہو گا اور دیگر ان سرکش کافروں کے کفر سے بھی کرنا ہو گا جنہیں قرآن نے کافر کہا ہے۔ ارجاء میں بہت آگے تک

جانے والوں میں سے اکثر کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ ان لوگوں کی تکفیر سے بھی اجتناب کرتے ہیں جو جہم کی شرائط پر بھی کافر قرار پاتا ہے۔ مثال کے لیے السلفی الاثری کتاب ''احکام التقریر فی مسائل التکفیر'' ملاحظہ کریں جس میں لکھا ہے کہ اگر کسی کے پاس اس بات پر حجۃ قائم ہوگئی کہ فلاں مسلمان نے قطعی نصوص سے ثابت شدہ اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھا تو قولی بات اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اس شخص سے صادر ہونے والے اس عمل یا قول یا اس جیسے قول و عمل پر اس شخص معین پر تکفیر کا قطعی حکم نہ لگایا جائے غور کرنا چاہیے کہ اللہ کی حرام کردہ چیز کو دل سے حلال ماننے والا جو شریعت کے قطعی نصوص سے حرام ثابت ہو چکا ہو یہ تو جہم کے اصولوں کے مطابق بھی کافر ہے مگر یہ لوگ اسے کافر نہیں کہتے اور اس کے لیے ان کی تکفیر معین کی رائے بھی نہیں ہے ایسی صورت میں تو ان کو جہم کی طرف منسوب قرار دینا جہم پر ظلم ہے اس لیے کہ یہ تو انحراف، ظلم اور جہمیہ کو بنیاد فراہم کرنے میں اس سے بھی کئی گنا آگے ہیں۔

5 جب ایک کافر اور ایک مسلم دونوں صریح کفر عملی کا ارتکاب کرلیں تو ہم شیخ اور اس کے متبعین مرجئہ و جہمیہ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ یہ فیصلہ کیسے کریں گے کہ ان میں سے اول الذکر نے دل سے اعتقاد کے ساتھ کفر کیا لہٰذا اس کی تکفیر کی جائے اور ثانی الذکر نے دلی اعتقاد کے ساتھ کفر نہیں کیا اس لیے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی؟ جبکہ یہ ظاہر کے اعتبار کا راستہ تو آپ لوگ خود ہی بند کر چکے ہیں اس کے ظاہر کو باطن کے کفر کے لیے دلیل قرار نہیں دیتے؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ راستہ بند نہیں کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ مسلمان جو ظاہر صریح کفر کر چکا ہے اسے تم مسلمان کہتے ہو اس کے ظاہری کفر کو باطنی کفر پر دلیل کیوں نہیں بناتے؟ آپ کے پاس صرف یہ جواب رہ جائے گا اور وہ یہ کہ آپ اس کا دل چیر کر دیکھ لیں اس کے باطن کا حال معلوم کرلیں حالانکہ باطل کا حال اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ چونکہ یہ کام آپ کی طاقت و استطاعت سے باہر ہے لہٰذا ہمارا خیال ہے کہ آپ ان طواغیت کی تکفیر سے بھی اجتناب کریں گے جن میں ایمان کی منافی کفر کی تمام شرائط جمع ہو چکی ہیں اس لیے کہ باطن معلوم نہیں کرسکتے اور نہ آئندہ کرسکو گے (اور آخر ان کی تکفیر سے رک جاؤ گے) اس سلسلے میں ایک یمانی وزیر اپنی کتاب ''ایثار الحق علی الخلق'' میں ان لوگوں پر ردّ کرتے ہیں جو کفریہ قول یا عمل کے مرتکب کی تکفیر کے لیے اعتقاد کی شرط لگاتے ہیں انہوں نے وضاحت سے لکھا ہے کہ جو ظاہری قول و عمل کو باطن پر دلیل نہیں مانتا وہ کسی کو اس وقت تک کافر نہیں کہہ سکے گا جب تک اللہ کی طرف سے کوئی ایسی نص نہ آجائے جس میں اس شخص کا نام لے کر اسے کافر کہا گیا ہو اور یہ بات ناممکنات میں سے ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اقوال و اعمال کی بنیاد عقیدہ ہی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ انبیاء کا قتل بھی مگر اعتقاد چونکہ پوشیدہ چیز ہے لہٰذا اس طرح تو کسی کا کفر صرف اس صورت میں ثابت ہوگا جب اس کے بارے میں صریح اور واضح نص آجائے۔

البانی: ایک مثال سن لیں صحیح متفق علیہ حدیث ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان سے لڑتا ہے تو اس لڑائی کی بنا پر ہم اسے کافر قرار دیں گے۔؟

ابو بصیر: اس حدیث میں احتمالات ہیں جو تفصیل کے متقاضی ہیں خاص کر جب اسے وہ شخص پیش کر رہا ہو جس پر جہمیہ و مرجئہ ہونے کا الزام ہے بلکہ ایمان کے معاملے میں جہمیہ کا پیروکار ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو دین کی وجہ سے گالی دیتا ہے یا دین کی وجہ سے اس سے لڑتا ہے تو وہ کافر ہے ایسے میں حدیث کو اس کے ظاہر پر ہی محمول کیا جائے گا اس میں کوئی تاویل نہیں ہو گی۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ (الملل: 327/3) میں لکھتے ہیں: کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہی ہے اس لیے کہ جو شخص مسلمانوں سے ان کے دین کی وجہ سے لڑتا ہے وہ کافر ہے۔ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسلام کے ساتھ یا اس کے کسی رکن یا عمل کے ساتھ استہزاء کرنا کفر اکبر ہے دین والوں کے ساتھ نمازیوں کے ساتھ دین اور نماز کی پابندی کی بنا پر استہزاء کرنا دین کے ساتھ استہزاء شمار ہو گا ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا یا تعلق رکھنا جائز نہیں بلکہ ان کی مذمت و تردید کرنا واجب ہے ان سے محتاط رہنا ان سے دور رہنا ضروری ہے۔ اسی طرح دینی مسائل کا تمسخر اڑانا بھی کفر شمار ہو گا۔ (استهزاء بالدين واهله، ڈاکٹر محمد سعيد القحطانى)

سامی: اس کو کافر نہیں کہا جائے گا اس لیے کہ یہ کفر اصغر ہے۔

ابو بصیر: سامی کی بات یہاں قطع کر دی گئی حالانکہ گزشتہ ساری تفصیل یہاں بیان کی جانی چاہیے تھی۔

البانی: بہتر بات وہ ہوتی جو کم ہو مگر مدلل ہو۔

ابو بصیر: شیخ اس بات سے کس طرح پریشان ہو گئے کہ حدیث میں گناہ کو کفر اصغر کہا گیا ہے اب اس نام کی وجہ سے کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں رہی اس معنی کے علاوہ اسے کوئی دوسرا معنی نہیں دیا جا سکتا اس کے برعکس عملی کفر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کفر عملی ہوتا ہے چاہے اصغر ہو یا اکبر اس کا مرتکب ملۃ سے خارج نہیں ہوتا۔ شیخ بھی یہی چاہتے ہیں شیخ کے خیال میں مسلمان سے قتال کفر نہیں ہے اس لیے کہ یہ عملی کفر ہے اور شارع نے اسے بذاتہ کفر نہیں کہا اور دیگر دلائل کی وجہ سے اسے کفر اکبر سے پھیر دیا اس بنیاد پر وہ حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہر وہ عملی کفر جو استحلال واعتقاد کے بغیر ہو وہ مرتکب کو کافر خارج عن الملۃ نہیں بناتا مگر نص کسی بھی لحاظ سے اس مفہوم کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس بدترین بددیانتی کی وجہ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ کفر عملی کے بجائے کفر اصغر کی اصطلاح استعمال کی جائے جس سے مراد معاصی ہوں جو خالص کفر نہیں ہوتے۔ اور وہ کفر عملی اصغر بن جاتا ہے تاکہ کفر عملی اکبر اور اس کے درمیان تمیز ہو سکے۔

البانی: یہ کفر ہے۔ ابھی آپ نے اسے کفر اصغر کہہ دیا جبکہ میں نے اس کو کفر عملی کہا ہے اب میرے اور تمہارے درمیان کیا فرق رہا۔؟

ابو بصیر: فرق تو واضح ہے وہ یہ کہ آپ تکفیر سے مانع اس بات کو قرار دیتے ہیں کہ عملی بدنی ظاہر کفر ہے اور یہ بھی کہ شارع نے ان گناہوں کو بذاتہ کفر قرار نہیں دیا ہے۔

البانی: اب ہم کہتے ہیں کہ یہ عملی کفر ہے اس لیے کہ یہ کفار کا عمل ہے۔

ابو بصیر: کس طرح انہوں نے کفر سے پھیرنے والی چیز کا اعتبار کر لیا اسے معتبر مان لیا یعنی یہ کہ مسلمان سے قتال کفار کے عمل کے مشابہ ہے مگر شارع نے اس کو دیگر نصوص کے ذریعے کفر سے پھیر دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (الحجرات:۹)

اگر مومنوں میں سے دو گروہ باہم قتال کریں تو ان میں صلح کرا دو ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف آجائے۔

اس آیت میں قتال کرنے والے دونوں گروہوں کو مومن کہا گیا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ e نے فرمایا: مجھے دکھا دیا گیا ہے کہ میرے بعد میری امت کو کیا حالات پیش آئیں گے ایک دوسرے کا خون بہائیں گے اس بات نے مجھے بڑا دکھی کیا کہ سابقہ امتوں میں جو کچھ ہو چکا ہے اس نے مجھے پریشان کر دیا تو میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ آخرت میں مجھے شفاعت کرنے کا اختیار دے اللہ نے ایسا کر دیا۔ ((ابن ابی عاصم صححه الشيخ في التخريج)) ایک دوسرے کو قتل کرنے کے باوجود نبی ﷺ کی ان کے لیے سفارش اس بات کی دلیل ہے کہ یہ نافرمان مسلمان ہیں اگر یہ اپنے اس فعل کی وجہ سے کافر ہوتے تو ان کے لیے نبی e کی سفارش نہ ہوتی۔ اس کے علاوہ بہت سے دلائل ہیں جو مرتکب کبیرہ سے کفر کو پھیر دیتے ہیں انہی دلائل کی بنا پر ہم نے قاتل اور مقاتل مسلمان سے کفر کا حکم ہٹا دیا ہے اور اسے ہم نے کفر دون کفر کہہ دیا ہے۔ یا کفر عملی اصغر کہا ہے۔ ہم سے پہلے کی قومیں ہم سے اس بارے میں سبقت لے گئیں تھیں مگر انہیں ان افعال کی وجہ سے کافر نہیں کہا گیا یا یہ کہ باہم قتال کرنا کفار کی خصلت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ میں سے خشوع خضوع کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی امت کے لیے تین دعائیں کیں تو دو قبول ہو گئیں ایک نہیں ہوئی میں نے دعا کی کہ میری امت پر غیروں میں سے دشمن مسلط مت کرنا تو یہ دعا قبول ہو گئی۔ دوسری دعا کی تھی میری امت کو غرق کر کے ہلاک مت کرنا، یہ بھی قبول ہو گئی، تیسری دعا کی تھی کہ یہ آپس میں نہ لڑیں تو یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ (ابن ماجہ) اب یہ امت اس میں سے اپنا حصہ حاصل کرے گی (یعنی باہم لڑے گی) یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ کفر عملی اصغر کو اس بات میں مقید کرنا کہ وہ کفار کے افعال کے مشابہ ہو یہ غلط تقیید ہے شیخ سے پہلے کسی معتبر عالم نے یہ قید نہیں لگائی اس لیے کہ کفار کے تمام افعال کی مشابہت کفر اصغر نہیں ہے جو ملۃ سے خارج کرنے والا نہیں ہوتا۔

البانی: جیسا کہ مشاہدے سے ثابت ہے ہم دیکھتے ہیں کہ کفار ہمیشہ لڑتے رہتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو اس بارے میں آپ اور آپ کی تاویل کے خلاف ہماری معاون ہے۔ کہ (آپ کے بقول) یہ کفر اصغر ہے یہ بات ہماری معاون ہے کہ یہ کفر عملی ہے۔

ابو بصیر: یہ تاویل اس بھائی کی نہیں ہے بلکہ اس پر شرعی نصوص دلالت کرتے ہیں اور سلف نے ان کا اطلاق ان گناہوں پر کیا ہے جو کفر دون کفر ہیں۔ مگر اس اصطلاح سے شیخ کے پریشان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان کے کام نہیں آرہی اس لیے کہ انہوں نے امت کی کی ہوئی تفسیر کے خلاف عملی تفسیر کی ہے

البانی: وہ حدیث یہ ہے: ﷺ نے حجۃ الوداع میں جریر بن عبد اللہ البجلی کو مخاطب کرکے فرمایا: لوگوں کو میری طرف متوجہ کرو۔ پھر فرمایا: (لوگو) میرے بعد کافر مت ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔ گردنیں مارنا بلاشک وشبہ عمل ہے یہ رسول ﷺ کے پہلے والے فرمان کی تفسیر ہے۔

ابو بصیر: یہ حدیث کئی وجوہ کی متحمل ہے شیخ کی یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ حدیث میں جس کفر کا ذکر ہے اس سے مراد مطلقاً کفر اصغر عملی ہے بلکہ حدیث کا ظاہر اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے۔ ابن حزم رحمہ اللہ (الفصل: 3/237) میں لکھتے ہیں: حدیث اپنے ظاہر پر ہی ہے۔ اس میں منع کیا گیا ہے اس بات سے آپ ﷺ کے بعد مرتد ہو جائیں اور اس کی وجہ سے لڑتے رہیں۔ انہوں نے حدیث میں مذکور کفر کو ارتداد و کفر اکبر پر محمول کیا۔

میں کہتا ہوں: حدیث میں معمولی سی دلالت بھی اس بات پر نہیں ہے کہ کفر عملی کی تعریف اور اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ کفار کے فعل کے مشابہ ہے۔ شیخ کے کلام میں تکلف اور کلام کو غیر محل پر محمول کرنا بہت زیادہ اور واضح ہے۔ تب یہ کفر عملی ہے "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اس سے قتال کرنا کفر ہے" اس کا مرتکب ملت سے خارج نہیں ہوتا۔

ابو بصیر: یہ مطلقاً نہیں ہے۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

البانی: مگر جب تک اس (قتل مسلم) کے ساتھ استحلال شامل نہ ہو اور وہ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ (قتل ہونے والا) مسلمان ہے۔ ایسی صورت میں یہ عملی کفر اعتقادی کفر بن جائے گا۔

ابو بصیر: جب اعتقاد رکھے اور حلال سمجھے تو وہ پکا کافر ہے اگر اعتقاد کے ساتھ قتال مسلم کو ملائے۔ ہم نے مسلمان سے قتال کرنے والے کی تکفیر سے جو منع کیا ہے تو وہ گزشتہ تفصیلات کے ساتھ ہے اور دوسرے والے کو یعنی استحلال اور اعتقاد والے کی تکفیر شرعی نصوص کی وجہ سے کی ہے۔ یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ عملی کفر سے اعتقادی کفر کی طرف منتقل ہوا ہے۔

البانی: تم اس اجماع سے دلیل لیتے ہو جو تم نے سلف اور معاصرین سے نقل کیا ہے۔ لازمی امر ہے کہ تم نے ائمہ کی تفسیر آیت ﴿ومن لم یحکم۔۔۔۔۔ کافرون﴾ تک پڑھی ہوگی کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ابو بصیر: حاکم بغیر ما انزل اللہ یا اللہ کی شریعت کے بدلے کوئی اور قانون لانے والے حکمران طاغوت کے بارے میں علماء کے اقوال گزر چکے ہیں اور ان کے کفر پر اجماع بھی ذکر ہو چکا ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کہا ہے تو یہاں دو باتوں کی طرف اشارہ ضروری ہے:

1 جب آیت مطلق ہو تو مناسب یہ ہے کہ پہلے اسے کفر اکبر پر محمول کیا جائے ایسا نہیں جیسا کہ ارجاء کے شیوخ کر رہے ہیں کہ صرف آیت سن لی اور اس میں مذکور کفر کو کفر اصغر قرار دے دیا یا کفر دون کفر کہہ دیا۔ سہارا ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کے قول سے لے لیا۔ اس بات کا لحاظ ہی نہی کیا کہ آیت کسی پر محمول ہو سکتی ہے۔

2 اگر آیت یہود کے بارے میں بھی ہے تو یہ دیگر ان لوگوں پر محمول ہو جاتی ہے جو ان کی طرح اخلاق، صفات اور افعال کے مرتکب ہوں اور حکم میں اپنے طریقے ایجاد کرتے ہوں اعتبار عموم لفظ کا کیا جاتا ہے خاص سبب کا نہیں۔ خاص کر ''مَن'' جو اس آیت میں مذکور ہے یہ عموم کو ثابت کرتا ہے جس کا معنی یہ ہو گا کہ ہر وہ شخص جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ کافر ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے براء بن عازب، حذیفہ بن یمان، ابن عباس رضی اللہ عنہم، ابن ابی رجاء العطاری، عکرمہ ، عبید اللہ بن عبد اللہ اور حسن بصری وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل کے کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مگر ہم پر بھی واجب ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ منصور سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی اور اس امت کے لیے بھی اللہ نے اسے پسند کیا۔ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بنی اسرائیل تمہارے اچھے بھائی ہیں تمہارے لیے ہر قسم کی میٹھی اور ان کے لیے ہر قسم کڑوی ہے۔ تم ان کی پیروی کرو گے قدم بقدم۔ (ابن کثیر، طبری) یہود کے بارے میں آیت جس سبب سے نازل ہوئی تھی اسے ہم مناسب جگہ بیان کریں گے۔) ان شاء اللہ) اگر فرض کر لیں کہ آیت اسی سبب سے نازل ہوئی تھی تو طواغیت الحکم اپنے اپنے مختلف کفروں کی وجہ سے ان یہود سے بھی زیادہ سخت جرم کے مرتکب ہوئے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ (ایک ہی سبب کی وجہ سے) یہود کو تو کافر کہا جائے مگر ان سے بڑھ کر گناہ گاروں اور سرکشوں کو کافر نہ کہا جائے؟ اگر واقعی آپ ان طواغیت کی حقیقت سے بے خبر ہیں تو ہم آپ کے سامنے ان کی کچھ صفات اور خصلتیں پیش کرتے ہیں تاکہ آپ حق کی طرف آ جائیں اور یہی ہماری آرزو اور خواہش ہے کہ آپ ان صفات کی بنا پر ان کے بارے میں غور کریں اور ان طواغیت پر مسلمان کا حکم لگانے سے پہلے تحقیق کر لیں اور آپ اپنے مخالفین میں مشہور کر دیں کہ یہ خوارج اور غلو کرنے والے ہیں ان لوگوں کی صفات وخصلتوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہ لوگ ایسی شریعتیں اور قوانین بناتے ہیں جو شریعت اللہ کے مخالف ہیں بلکہ اسے ڈھا دینے والے ہیں۔ ان قوانین کو یہ بہترین قرار دیتے ہیں اور انہیں امت پر لاگو و نافذ کرتے ہیں۔ اپنے دستور و آئین کو ہر دوسرے قانون پر فوقیت دیتے ہیں اور انہیں عدالتوں میں رائج کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگ خود کو اور اپنی اسمبلی کو تشریع کا حق دار سمجھتے ہیں بلکہ اللہ کو چھوڑ کر قانون سازی کرنے کو اپنا خاصہ سمجھتے ہیں۔

جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ (الشوریٰ:۲۱)

کیا ان کے ایسے شریک ہیں جو ان کے لیے دین میں سے ایسے قوانین بناتے ہیں جن کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔؟

دوسری جگہ ہے:

وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (الکہف:٢٦)

وہ (اللہ) اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

فرماتا ہے:

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ (یوسف:٤٠)

حکم صرف اللہ کا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو۔

ان کے علاوہ دیگر آیات بھی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ حکم اور شریعت سازی میں اللہ اکیلا ہے جبکہ ان لوگوں نے اپنے جیسے (انسانوں میں سے) اللہ کے حکم میں شریک بنا رکھے ہیں بلکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قانون سازی صرف ہماری خصوصیت ہے یہ لوگ اللہ کی مخصوص ترین صفت میں اس کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

2 یہ لوگ طاغوت کی عدالتوں محکموں اور عالمی اداروں (اقوام متحدہ، سلامتی کونسل، عالمی عدالت وغیرہ) کے پاس فیصلے لیجاتے ہیں۔ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے ان کے پاس اپنے مقدمات لیجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ لوگ اپنی قوم کے لیے کافر مغرب کا قانون لاتے ہیں اور شریعت ربانی کی جگہ اس کو اپنے ممالک میں رائج کیا ہے تاکہ ملک و قوم کے فیصلے اس کے مطابق ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا (النساء:٦٠)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ یا خیال ہے کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہونے والی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نازل ہونے والی شریعت پر ایمان لائے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ فیصلے طاغوت کے پاس لیجائیں حالانکہ انہیں طاغوت کے انکار کا حکم دیا گیا ہے۔ شیطان چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں ڈال دے۔

دوسری جگہ فرمان ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء:٦٥)

تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تجھے حکم نہ مان لیں اپنے متنازعہ امور میں اور پھر آپ کے فیصلے سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور مکمل طور پر تسلیم کر لیں۔

طواغیت الحکم اللہ کی شریعت کی طرف فیصلہ لے جانے سے اپنے دلوں میں صرف تنگی نہیں پاتے بلکہ یہ مسلح گروہوں کی شورش کے بھی محتاج ہیں تا کہ اپنے نفاق کی وجہ سے اللہ کے کسی ایک حکم کی طرف بھی نہ جانا پڑے۔ یا ایک قدم اللہ کے قریب ہو جائیں۔ اگر یہ سب کچھ کرنے کے بعد انہیں ایسا کرنا پڑ بھی جائے تو یہ بادل ناخواستہ ہی کرتے ہیں۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (التبیان: ص270) میں لکھتے ہیں: اللہ نے اپنی مقدس ذات کی قسم کھا کر بتایا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس وقت تک ایمان آ ہی نہیں آسکتا جب تک کہ یہ لوگ اپنے تمام متنازعہ امور میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم نہ مان لیں چاہے اصولی مسئلے ہوں، فروعی ہوں، شریعت کے احکام ہوں، آخرت کے معاملات ہوں یا دیگر کچھ مسائل ہوں۔ اور پھر صرف حکم ماننے سے بھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ ان کے دلوں سے تنگی یا ناپسندیدگی دور نہ ہو (جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو دل سے قبول نہ کر لیں) اور اس کو کھلے دل سے تسلیم نہ کر لیں۔ جب تک مکمل خوشی، رضامندی اور قبولیت، عدم معارضت نہ ہو۔ طواغیت الحکم میں یہ سب صفات کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ (النساء:۵۹)

اگر تم کسی مسئلے میں تنازع کر بیٹھو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تمہارا اللہ اور آخرت پر ایمان ہو۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں: اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسائل کے لیجانے کو ایمان کے واجبات اور اس کے لوازمات میں سے قرار دیا گیا ہے۔ اگر یہ لوٹانا نہیں رہا تو ایمان بھی نہیں رہے گا کہ باہم لازم و ملزوم چیزوں میں سے ایک کی نفی سے دوسری کی نفی ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ طواغیت اللہ کے حکم سے اعراض کر کے عناد و تکبر کی بنا پر اللہ کے حکم کی توہین کرتے ہوئے اللہ کے نازل کردہ احکام کو چھوڑ کر دیگر قوانین کے مطابق فیصلے کرتے ہیں جب ان کے پاس کوئی جا کر کہے کہ اللہ کے احکام کے مطابق فیصلے کرو تو یہ لوگ اس کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اس کو مختلف قسم کی سخت ترین سزائیں دیتے ہیں جو شخص ایسا ہو تو اس پر بغیر کسی شک و شبے کے کفر کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے:

وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدہ:۴۴)

جو اللہ کے نازل کردہ (قوانین) کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہی لوگوں کافر ہے۔

محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے شرک کو اچھا سمجھا لوگوں کے لیے یا اس کے مباح ہونے پر شبہ قائم کیا جس نے مزارات کے تحفظ کے لیے تلوار اٹھائی (جہاں اللہ کے ساتھ شرک ہوتا ہے) اور ان پر اعتراض کرنے والوں کے ساتھ جھگڑا

کیا ہم ایسے لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں ہم اس کو بھی کافر کہتے ہیں جس نے اللہ ورسول ﷺ کے دین کا اقرار کیا مگر پھر اس سے دشمنی کی اور لوگوں کو اس سے روکا۔

میں کہتا ہوں: وہ شخص بھی ان میں شامل ہے جو کفر وشرک کے قوانین کے دفاع کے لیے لڑتا ہے۔ ان کو برا سمجھنے والوں سے لڑتا ہے وہ بھی ان لوگوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر کافر ہے جو مزارات کے دفاع کے لیے لڑتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی کافر ہے جو ان شرکیہ قوانین کو رائج کرتا ہے انہیں بہتر سمجھتا ہے انہیں امت پر لاگو کرتا ہے۔ یہ شخص کافر و مرتد ہے۔ اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ ان طواغیت کی برائیوں میں سے یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اللہ کے دین کے ساتھ مذاق کرتے ہیں اس میں عیوب ونقائص نکالتے ہیں۔ ان کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن تقاریر میں واضح طور پر دیکھا اور محسوس کیا جاسکتا ہے کہ یہ قوم اس قسم کے کفر میں مبتلا ہو چکی ہے جو ملت سے خارج کرنے والا ہے بلکہ اکثر مسلمان کہلانے والے ممالک میں اب سر عام اللہ کو صریح طور پر گالیاں دے رہے ہیں اور اس کو وہ جمہوری آزادی کا نام دیتے ہیں۔ ان تمام خطوں میں معمولی مفادات کی وجہ سے یہ طواغیت ان گالی دینے والوں پر ہاتھ نہیں ڈالتے اس کے برعکس اگر ان طاغوتوں میں سے کسی ایک کے خلاف ایک لفظ بولا جائے تو اس کے لیے سخت ترین سزائیں مقرر ہیں اور ان پر فوری عمل درآمد ہوتا ہے۔ اب اس سے بڑھ کر اور کفر کیا ہو سکتا ہے ؟ان طواغیت میں یہ بھی خرابی ہے کہ یہ حقوق و فرائض کی تقسیم وطنیت کی بنا پر کرتے ہیں یعنی ان کے نزدیک یہودی، کمیونسٹ اور ایک مسلمان کے حقوق و فرائض میں کوئی فرق نہیں اس لیے کہ یہ ایک ملک کے باشدے ہیں ان کا وطن وملک ایک ہے۔

اللجنۃ الدائمہ للبحوث کے (فتاویٰ: 1/541) میں لکھا ہے: جو شخص یہود، نصاریٰ یا دیگر کفار اور مسلمانوں کے درمیان فرق نہیں کرتا اور ان کو ایک ہی حکم کے تحت شمار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ ان طواغیت کی ایک صفت یہ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف یہود ونصاریٰ سے بہت جلد دوستی کرتے ہیں اور موحدین کے خلاف ان کفار کی مدد کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی سرکشی و گمراہی یہ بھی ہے کہ یہ دین کی دعوت دینے والوں کو ملک بدر کرتے ہیں۔ ان سے لڑتے ہیں۔ انہیں قید میں ڈالتے ہیں اور دین کی وجہ سے ان کو سزائیں دیتے ہیں۔ یہ بات تو شیخ کو بھی اچھی طرح معلوم ہے حالانکہ شیخ کا ان طواغیت کے بارے میں جو عقیدہ ہے اور جو مصالحانہ رویہ ہے اس کے باوجود شیخ ان لوگوں کی تکالیف اور سزاؤں سے محفوظ نہیں رہے وہاں انہیں فقہی مسائل تک میں فتویٰ دینے سے روک لیا گیا۔ ان طواغیت سے چاہے انہیں کچھ بھی سمجھا جائے کسی بھی قسم کی اچھائی کی امید ناممکن ہے۔ اس کے برعکس کافر، مجرمین، مفسدین اپنے مختلف مذاہب واقسام کے ساتھ ان ممالک میں مکمل طور پر آزاد ہیں وہ اپنے کفریہ نظریات و گمراہ کن عقائد ملک و قوم میں آزادی سے پھیلا رہے ہیں انہیں تنظیمیں، جماعتیں بنانے اور رسائل شائع کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ انہیں سر عام اپنی مجالس وپروگرام منعقد کرانے کی اجازت ہے ان کے علاوہ بھی ایسے امور ہیں جو ان کو اپنی گمراہیاں اور کفریات پھیلانے میں ممد و معاون ہیں۔ ان باتوں اور خرابیوں کے علاوہ بھی کافروں کی کچھ

خصوصیات میں ہیں یہاں تک کہ کوئی بھی منافی ایمان ایسا کام نہیں ہو گا جو ان طواغیت کے دلوں میں جا گزیں نہ ہو اور یہ اس میں ملوث نہ ہوں۔ ہم نے شیخ کے سامنے طواغیت کے کفریہ اعمال وصفات کی جو تفصیل پیش کر دی ہے کیا اس کے بعد پھر بھی ان کے کفر میں کوئی شک وشبہ باقی رہا ہے؟ یہ جو ہم نے ان کے صریح کفر کے ثبوت دیئے ہیں یہ تو بہت میں سے صرف نمونہ ہے جن میں یہ خصلتیں ہوں کیا ان کی تکفیر میں کوئی رکاوٹ ہے۔؟

ہم تو شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کی بات سے آگے نہیں جاتے جو انہوں نے اپنی کتاب (اضواء البیان: 4/84) میں لکھی ہے کہ: ان لوگوں کے شرک وکفر میں شک نہیں کر سکتا سوائے اس شخص کے جس کی بصیرت ختم ہو چکی ہو۔ اور وہ وحی کے نور سے اندھا ہو گیا ہو۔ شیخ ہم آپ سے وضاحت کے ساتھ یہ درخواست کریں گے اور خیر خواہی کا مشورہ دیتے ہیں کہ اللہ کا خوف کریں۔ آپ نے ان لوگوں کا بہت دفاع کر لیا آپ ان کے دفاع کی وجہ سے ہمارے اور مسلمانوں کے خلاف ان طواغیت کی مدد کر رہے ہیں اللہ کی قسم آپ کی طرف سے ان کا دفاع ہمارے لیے ان کے حملوں، سزاؤں ومخالفتوں کی نسبت زیادہ سخت ہے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اپنے لیے بھی اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے بھی۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارا اور آپ کا خاتمہ بالخیر ہو۔

شیخ صاحب ہم آپ کو اس سے بچانا چاہتے ہیں جس میں وہ شخص مبتلا ہوا تھا جسے اللہ نے آیات اور علوم سے نوازا تھا مگر پھر اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ☆ اعراف: ۱۷۵﴾ ''ان کے سامنے اس شخص کا واقعہ یا خبر بیان کر دیں جسے ہم نے اپنی آیات دی تھیں مگر وہ ان سے نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔'' ہم ایک حدیث بھی آپ کو یاد دلانا چاہتے ہیں جسے مسلم نے روایت کیا ہے کہ سفیان بلال، سلمان اور دیگر افراد کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی تلواریں ابھی اللہ کے اس دشمن کی گردن تک پہنچیں یہ بات انہوں نے اس لیے کہی تھی کہ سفیان اسلام سے قبل اسلام کا بہت سخت دشمن تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم قریش کے بزرگ اور سردار کے بارے میں ایسا کہتے ہو۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر تم نے ان لوگوں (بلال، سلمان وغیرہ رضی اللہ عنہم) کو ناراض کیا تو تم اپنے رب کو ناراض کر لو گے۔ شیخ صاحب آپ بھی اپنے (مسلمان) بھائیوں کو ناراض کر رہے ہیں اپنے موحد بھائیوں پر سفیان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ان طواغیت کی وجہ سے خارجی ہونے کے بہتان لگا رہے ہیں کہ جن (طواغیت) میں تمام نواقض ایمان جمع ہیں اور یہ آپ اس لیے کر رہے ہیں کہ ان موحدین نے طواغیت کی تکفیر کے مسئلہ میں آپ کی مخالفت کی ہے؟۔[8]

[8] کتاب الصلاۃ میں شیخ لکھتے ہیں کہ: (ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے بعد) یہ وہ کفر نہیں ہے جس کی طرف یہ لوگ جاتے ہیں کفر دون کفر یہ تو ایک غلو کرنے والے تکفیری جماعت اور ان جیسوں کا بیان ہے۔ حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنا یہ قول ان لوگوں کے بارے میں کہا تھا جو طواغیت زمانہ تھے اور ان میں کفر اکبر کے تمام خصائص جمع ہو گئے تھے

البانی: مشہور ومعروف مفسرین کے امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ آیت:﴿ اولئك هم الكافرون ﴾ کی تفسیر میں کہتے ہیں:اس لیے کہ یہ لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر دل سے ایمان نہیں لاتے انہوں نے دراصل کفر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا۔

ابوبصیر: یہ بات ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ سے نہ لفظاً صحیح ہے نہ معناً اس کی تفصیل یوں ہے ۔ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر (4/592) میں کہتے ہیں:اللہ فرماتا ہے اللہ نے اپنی کتاب میں جو حکم نازل کیا ہے اور اس کو اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کن قرار دیا ہے جس نے اس حکم کو چھپایا اور اس کے علاوہ کسی اور حکم پر فیصلہ کیا جیسا کہ یہود نے شادی شدہ زانیوں کے بارے میں کیا تھا کہ رجم کا حکم چھپا کر منہ کالا کرنے کا حکم جاری کیا تھا اور جس طرح انہوں نے دیت میں کیا تھا کہ معززین کے قتل کے بدلے میں قتل اور عام غریب و کمزور لوگوں کے قتل کے بدلے میں دیت حالانکہ توراۃ میں اللہ نے سب کو برابر قرار دیا تھا۔ ﴿فاولئك هم الكافرون ﴾ان لوگوں نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کیا بلکہ اسے تبدیل کر دیا اور حق کو چھپا کر انہیں کچھ اور بتایا۔ یہ سب کچھ انہوں نے رشوت کی بنا پر کیا تھا۔

غور کریں کہ ان میں ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہی نہیں کہ یہ دل کا معاملہ تھا یا یہ کہ ان کے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر تھا بلکہ انہوں نے وہ حکم بدل دیا تھا جو توراۃ میں اللہ نے ان پر نازل کیا تھا اس میں اپنی طرف سے معززین کے لیے رشوت لے کر ترمیم کی تھی اس میں اعتقاد یا استحلال نہیں تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عالم سے پوچھا اور انہیں اللہ کی قسم دی کہ سچ بتاؤ تمہاری کتابوں میں یہی حکم ہے ؟تو اس نے کہا کہ نہیں۔ اگر آپ مجھے اللہ کی قسم نہ دیتے تو میں آپ کو نہ بتاتا ہماری کتاب میں (شادی شدہ زانی کی) حد رجم ہے مگر ہمارے معززین واشراف میں زنا زیادہ ہو گیا ہے جب ہم کسی معزز کو پکڑ لیتے تو اسے چھوڑ دیتے ہیں اور جب (زنا کرتا ہوا) کوئی غریب پکڑا جاتا تو ہم اس پر حد قائم کر دیتے ہیں اس کے لیے ہم نے رجم کے کے بجائے کوڑے مارنے اور منہ کالا کرنے پر اجماع کر لیا۔ ان لوگوں نے دلی طور پر اللہ کے حکم کو ناپسند نہیں کیا تھا نہ اس کا انکار کیا تھا بلکہ اس میں تغیر و تبدیلی پر انہیں شرفاء کی خوشنودی نے آمادہ کیا اور پھر یہ تغیر و ترمیم قانون کا درجہ حاصل کر گیا۔ اس فعل اور تغیر کی وجہ سے وہ اللہ کے اس حکم کے مستحق قرار پائے کہ:﴿ فاولئك هم الكافرون ﴾ یہ لوگ کافر ہیں۔ موجودہ دور کے طواغیت الحکم اس تغیر و تبدل میں مبتلا ہو چکے ہیں بلکہ یہ تو یہود سے بھی زیادہ شدید عمل میں ملوث ہیں کہ انہوں نے اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر مغرب و مشرق کے طاغوتوں کا حکم اپنا لیا ہے اور کچھ اپنی طرف سے بھی شریعت کے متبادل قوانین بنا رکھے ہیں۔ اوران کو قوم پر لاگو کر رکھا ہے۔ ان کی تعلیم ان کی جامعات میں بھی دی جا رہی ہے۔ ان کی عدالتوں میں یہ قوانین رائج ہیں۔ اس سے بڑھ کر کفر اور کون سا ہو سکتا ہے ؟ دین سے خروج اور کس کو کہتے ہیں ؟ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں احادیث اور اقوال ذکر کرنے کے بعد (4/597) لکھا ہے :میرے نزدیک ان اقوال میں زیادہ صحیح یہ قول ہے کہ یہ آیات کفار اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لیے کہ سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی اس سے مراد ہیں۔ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ اللہ

نے اس قوم سے متعلق عام خبر دی ہے جو اللہ کے دیئے ہوئے حکم سے انکار کرتے تھے تو اللہ نے بتایا کہ اللہ کے حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے وہ کافر ہوئے اسی طرح ہر وہ شخص ہے جو انکار کی وجہ سے اللہ کے حکم پر عمل نہیں کرتا کافر ہے ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی بات مکمل ہوئی۔ ابن جریر اور شیخ البانی کی باتوں میں موازنہ کریں (کہ ابن جریر نے کیا کہا ہے شیخ نے کیا بیان کیا ؟) کبھی انکار صرف ظاہری ہوتا ہے باطنی و قلبی نہیں ہوتا جیسے یہود نے اللہ کے حکم کے ساتھ کیا تھا جس کا تذکرہ پہلے ہو گیا ہے۔ اب جو شخص ان جیسا کام کرے گا وہ انہی کی طرح کافر ہے۔ جہمیہ اور مرجئہ کو لفظ "جحود" یعنی انکار کے لفظ سے خوش نہیں ہونا چاہیے جو طبری کے کلام میں آیا ہے۔ اس سے مراد قلبی انکار لے کر (خوش نہیں ہونا چاہیے) اس لیے کہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ خاص قسم کا انکار مراد نہیں لیتے بلکہ اس کی تفسیر انہوں نے یہ کی ہے کہ اس طرح اللہ کے حکم کو چھوڑنا جس طرح یہود نے چھوڑا تھا۔ یہود کے طریقے کا ذکر پہلے طبری رحمہ اللہ کر چکے ہیں۔ لفظ جحود سے مراد صرف قلبی انکار نہیں ہوتا بلکہ کبھی صرف ظاہری انکار کے لیے بھی آتا ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:﴿وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا☆ النمل:۱۴﴾ "انہوں نے انکار کر دیا ان (آیات) کا حالانکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کر لیا تھا (یہ انکار) ظلم و تکبر کی وجہ سے تھا۔" انہوں نے آیات کا ظلم و تکبر کی وجہ سے ظاہری انکار کر دیا تھا حالانکہ ان کے دلوں میں علم و یقین موجود تھا کہ یہ اللہ کی آیات ہیں مگر اس کے باوجود انہیں کافر کہا گیا، فساد کرنے والوں کا انجام دیکھنا چاہیے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ انکار کا منبع کبھی کبھی باطن ہوتا ہے کبھی ظاہر و اعضائ، اس کا سبب کبھی عناد تکبر اور فساد فی الارض کا ارادہ ہوتا ہے جبکہ دل میں اعتقاد اور تصدیق باقی ہوتے ہیں تو جحود وانکار مکمل نہیں ہوتا۔

قارئین کو اس بارے میں الجھن نہیں ہونی چاہیے کہ صرف اعتقاد و تصدیق اس ایمان میں جو نفع بخش ہو میں فرق کیا ہے؟ کفر دل کے ایمان کی نفی کرتا ہے ضروری نہیں کہ اس سے اعتقاد اور تصدیق کی بھی نفی ہو اس کی مثال ہے ابو طالب کہ اس کے ظاہری کفر نے اس کے دل سے مطلقاً ایمان ہی ختم کر دیا ہے جو اسے قیامت میں فائدہ پہنچا سکتا تھا مگر اس کے کفر نے اس کے اس اعتقاد نفی نہیں کی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت سے متعلق اس کے دل میں موجود تھا اس کے جو اشعار اس سے منقول ہیں اس کا ترجمہ ہے:

"(اے محمد) تو نے مجھے دعوت دی میں جانتا ہوں کہ تو میرا خیر خواہ ہے تو سچا اور دیانتدار رہے۔ میں جانتا ہوں کہ محمد کا دین تمام دنیا کے ادیان سے بہتر ہے"۔

جہاں تک یہود کا تعلق ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا انہیں جھٹلایا اپنے دلوں میں کفر کو رکھا تو یہ بات اگر کوئی کہتا ہے تو یہ آیت مدلول کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ☆ البقرہ:۸۹﴾ جب ان لوگوں کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آئی جو تصدیق کرتی ہے اس کی جو ان کے پاس ہے حالانکہ وہ اس کی آمد سے قبل کافروں پر فتح حاصل کرنے کی باتیں یا دعائیں کرتے تھے مگر جب ان کے پاس وہ آیا جسے یہ

پہنچانتے تھے تو انہوں نے اس کے ساتھ کفر لیا۔ کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مشرکین مکہ پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے کہتے تھے اے اللہ جس نبی کا تذکرہ ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں تو اسے بھیج تاکہ وہ مشرکوں کو سزائے دے اور انہیں ختم کر دے۔ مگر جب اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور یہود نے دیکھا کہ یہ تو دوسری قوم میں آگیا ہے تو عرب سے حسد کی وجہ سے انکار کر دیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں عرب جب یہود کے پاس سے گزرتے تھے تو عرب انہیں تکلیفیں دیتے تھے۔ یہود چونکہ توراۃ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پڑھ چکے تھے تو وہ اللہ سے دعا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمائے تاکہ وہ اس کے ساتھ مل کر عرب سے لڑیں۔ مگر جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو یہود نے ماننے سے انکار کر دیا اس لیے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں تھے۔ عطاء کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور یہود نے دیکھا کہ وہ ان میں نہیں ہیں تو انکار کر دیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں (طبری)۔ آیت کی یہ تفسیریں جو سلف نے کی ہیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہود دل کی گہرائیوں سے یہ اقرار کرتے تھے معترف تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سولِ بر حق ہیں مگر جب وہ ان کی قوم میں سے نہیں تھے تو انہوں نے کفر کیا۔ یہ دلی انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ حسد کی وجہ سے تھا۔ اسی طرح اللہ کا یہ فرمان ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ (البقرہ:۱۴۶)

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے جانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں مگر ان میں سے ایک گروہ حق کو چھپاتا ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (1 / 200) فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ علماء بنی اسرائیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے صحیح ہونے سے باخبر تھے جس طرح کہ وہ لوگ اپنی اولاد سے باخبر ہوتے ہیں پھر اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ لوگ یہ سب کچھ جاننے اور اس علمی پختگی کے باجود لوگوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صفات چھپاتے تھے جو ان کی کتب میں تھیں۔ اسی طرح اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ☆الانعام:۳۳﴾ "یہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔" اس کے علاوہ بھی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اہل کتاب کے کفار وغیرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار دل کی گہرائیوں سے کرتے تھے اور دلی طور پر جانتے تھے کہ آپ e جو کچھ رب کی طرف سے لائے ہیں وہ حق ہے لیکن حسد، تکبر اور عناد نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے روک لیا۔ حدیث میں آتا ہے ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تمہیں کچھ بتاؤں تو کیا تم کو کچھ فائدہ ہو گا؟ اس نے کہا میں غور سے سنوں گا آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پوچھو۔ اس نے کہا جب یہ زمین تبدیل کر دی جائے گی تو اس دوران لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک اندھیرے میں پل صراط سے پہلے

۔یہودی نے کہا پل صراط پر سب سے پہلے کون لوگ گزریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: غریب مہاجرین، یہودی نے کہا جب یہ جنت میں داخل ہوں گے تو انہیں کیا تحفہ دیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مچھلی کی کلیجی، اس نے کہا: اس کے بعد ان کی غذا کیا ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے لیے جنت کا بیل ذبح کیا جائے گا۔ اس نے کہا: آپ سچ کہتے ہیں۔ پھر اس نے کہا: میں آپ سے وہ سوال کرنے آیا تھا جو روئے زمین پر پیغمبر یا ایک دو آدمیوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: اگر میں تمہیں کچھ بتاؤں تو تمہیں کیا فائدہ ہو گا؟ اس نے کہا: میں سن لوں گا۔ اس نے کہا میں پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا مادہ منویہ سفید اور عورت کا زرد ہوتا ہے جب یہ دونوں مل جاتے ہیں تو مرد کا مادہ غالب آئے تو لڑکا اور اگر عورت کا غالب آئے تو لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا: آپ ﷺ سچ کہتے ہیں آپ نبی ہیں پھر وہ یہودی چلا گیا۔ (مسلم)

اس حدیث سے دلیل ملتی ہے کہ وہ یہودی نبی ﷺ کی صداقت کا آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کرتا تھا مگر اتباع واطاعت نہ کرنے کی وجہ سے صرف اقرار وتصدیق نے اسے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کفر کہتے ہیں رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں رسول کو جھوٹا ماننے کو یا رسول کی صداقت معلوم ہونے کے بعد اتباع نہ کرنے کو جیسا کہ فرعون اور یہود یا ان کی طرح دیگر ہوں۔ (درء تعارض العقل والنقل: 1/242)

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (مفتاح السعادۃ: 94-93/1) میں لکھتے ہیں: ہرقل نے یقین کر لیا تھا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس میں اس نے شک نہیں یا لیکن اپنی حکومت برقرار رکھنے کے لیے اس نے گمراہی اور کفر کو ترجیح دی۔ جب یہود نے تسع آیات کے بارے میں پوچھا اور آپ ﷺ نے بتادیا تو انہوں نے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے کہا داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ اس کی اولاد میں ہمیشہ نبوت رہے ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے آپ کی اتباع کی تو یہود ہمیں قتل کر دیں گے۔ ان لوگوں نے نبی ﷺ نبوت کو تسلیم کر لیا تھا اس کی گواہی بھی دی تھی مگر اس گواہی کی وجہ سے وہ مسلمان نہیں بنے انہوں نے گمراہی کو ترجیح دی اس لیے کہ صرف اقرار کرنا کسی کی رسالت کی خبر دینا کوئی فائدہ نہیں کرتا جب تک اطاعت واتباع نہ ہو۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ ﷺ نبی ہیں لیکن میں ان کی اتباع نہیں کروں گا ان کا دین نہیں اپناؤں گا تو یہ شخص سب سے بڑا کافر ہے اس بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور ائمہ سنت رحمۃ اللہ علیہم میں اتفاق ہے کہ ایمان کے لیے صرف زبانی اقرار کافی نہیں ہے اور نہ ہی دلی علم کافی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دل کا عمل بھی ضروری ہے یعنی اللہ کے سامنے جھکاؤ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اس کے دین کو اپنانا رسول کی اتباع کرنا یہ قول ان لوگوں کے خلاف ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف دل کے علم اور اقرار کا نام ہے اس کے بطلان کی تفصیل گزر چکی ہے۔

یہ دو قسمیں ہیں یعنی کفر جحود وعناد اور کفر اعراض، اکثر متکلمین اس کا انکار کرتے ہیں اور صرف کفر جحود وعناد کو ہی ثابت کرتے ہیں وہ ہے کفر جہل، دوسرے اور تیسرے کو وہ پہلے والے کفر کے لیے دلالت بناتے ہیں اسے بذاتہٖ کفر نہیں سمجھتے ان کے

نزدیک کفر صرف جہل کو کہتے ہیں جو قرآن، سنت اور انبیاء کی سیرت اور ان کا اپنی قوموں سے جو برتاؤ تھا اس پر غور کرے ان کی دعوت اور ان کے اور قوموں کے درمیان جو کچھ ہوتا رہا اس پر غور کریں تو وہ اہل کلام کی بات کی غلطی کو واضح طور محسوس کرلے گا اور یہ بھی جان لے گا کہ ان اقوام کا کفر علم ویقین کے ساتھ ملا تھا وہ انبیاء کی صداقت کو جانتے تھے ان کی دعوت کے صحیح ہونے سے واقف تھے ان کی لائی ہوئی شریعت کے صحیح ہونے سے بھی باخبر تھے۔جب اخنس نے ابو جہل سے رسول ﷺ کے بارے میں پوچھا تو ابو جہل نے کہا اللہ کی قسم محمد (ﷺ) سچا ہے محمد (ﷺ) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا میں جانتا ہوں وہ نبی ہے لیکن ہم کب تک عبد مناف کے متبعین رہیں گے؟اس کے باوجود بھی اگر عصر حاضر کے جہمیہ اور غلو کرنے والے مرجئہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب کا کفر دراصل نبی ﷺ کے حکم کی دلی طور پر تکذیب کرنے کی وجہ سے تھا(حالانکہ جن لوگوں نے نبی ﷺ کے ساتھ کفر کیا آپ کے حکم کا انکار کیا آپ ﷺ رب کی طرف سے جو دین لائے تھے اس کا انکار وکفر کیا وہ آپ ﷺ کے حکم کے انکار کی وجہ سے کفر تھا)اگر دلی کفر نہ ہو تو تکفیر جائز نہیں۔تو ان جہمیہ و مرجئہ کی یہ بات صحیح نہیں ہے ہر لحاظ سے باطل ہے۔آیت اؤلئك هم الكافرون کا سبب یہ نہیں ہے جیسا کہ شیخ نے دعویٰ کیا ہے کہ ہر تفسیر و تعلیل میں دل کو ضرور شامل رکھتے ہیں۔ صحیح مسلم وغیرہ میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ کے پاس سے ایک یہودی کو گزارا گیا جس کا منہ کالا کیا گیا تھا آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تمہارے ہاں زانی کی یہ سزا ہے؟انہوں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے ان کے عالم کو بلا کر کہا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہاری کتاب میں زانی کی یہی سزا ہے؟اس نے کہا نہیں۔اگر آپ مجھے اللہ کی قسم نہ دیتے تو میں نہ بتاتا ہماری کتاب میں سزاء رجم ہے مگر زنا ہمارے اشرافیہ میں زیادہ ہے اب ہم جب کسی معزز آدمی کو زنا کے کیس میں پکڑتے تو اسے چھوڑ دیتے ہیں اور جب کوئی غریب کمزور آدمی پکڑا جاتا ہے تو اس پر حد نافذ کر دیتے ہیں ہم نے کوڑے مارنے اور منہ کالا کرنے پر اجماع کر لیا ہے اور رجم کو چھوڑ دیا ہے۔رسول ﷺ نے فرمایا اے اللہ میں پہلا شخص ہوں جس نے اس (حکم رجم) کو زندہ کیا جبکہ انہوں نے تو اسے ختم کر دیا تھا۔پھر آپ ﷺ نے حکم دیا اور اس شخص کو سنگسار کر دیا گیا۔[9]

اللہ نے آیت نازل کر دی:

يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ.......وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدہ:۴۱،۴۴)

[9] غور کریں کہ انہوں نے اللہ کے حکم کو ترک کر دیا تھا ان کے دلوں میں جحود وانکار اور تکذیب نہیں تھی جیسا کہ شیخ کا خیال ہے بلکہ انہوں نے معزز اور کمزور آدمی کی سزاء میں توازن رکھنے کے لیے ایسا کیا تھا۔اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ یہ ان کی کتاب میں اللہ کا حکم نہیں ہے۔وہ لوگ صرف تبدیلی وترمیم کرنے کی وجہ سے کافر قرار پائے

اے رسول آپ ان لوگوں کی وجہ سے رنجیدہ نہ ہوں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں ..... جو اللہ کے نازل کردہ (دین) کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔

یہ یہود کے بارے میں ہے اور:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (المائدہ:۴۷)

جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ فاسق ہیں۔

یہ عام کافروں کے بارے میں ہے حالانکہ شیخ کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے نبی ﷺ کے پاس فیصلہ لانے سے متعلق ہے۔ جب آیت ان کے مطلب اور مصلحت کے مطابق ہوتی ہے اسے لے لیتے ہیں ورنہ چھوڑ دیتے ہیں یہی بات قرآن کی آیت کی تفسیر میں مذکور ہے۔ آیت ہے:

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا (المائدہ:۴۱)

اگر تمہیں دیا جائے تو لے لو اگر نہ ملے تو اجتناب کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر (3/60) لکھتے ہیں: یہ لوگ آپس میں کہتے ہیں کہ آؤ محمد (ﷺ) کے پاس (زنا کا) یہ فیصلہ لیجاتے ہیں اگر انہوں نے منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کا فیصلہ کیا تو مان لیں گے اور اسے اپنے اور اللہ کے درمیان حجۃ بنالیں گے کہ اللہ کے نبیوں میں سے ایک نبی نے یہ فیصلہ کیا تھا اور اگر محمد ﷺ نے رجم کا فیصلہ کر لیا تو اس کی اتباع مت کرو۔ اس میں دل کا کہیں ذکر نہیں ہے نہ یہ ذکر ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول کے حکم سے انکار دلی طور پر کیا تھا بلکہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں جو لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دل کی گہرائی سے اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ محمد ﷺ نبی ہیں اور ان کا حکم و فیصلہ نبی کا فیصلہ ہے۔ اگر ایسا نہیں تھا تو وہ کس طرح ان کے فیصلے کو اپنے اور اللہ کے درمیان حجۃ بناتے کہ یہ نبی کا فیصلہ ہے جبکہ وہ اس کی نبوت کو اگر تسلیم نہیں کرتے تھے؟ یہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی آنے والی بات (2/60) کی تائید کرتی ہے جو ان کی فاسد آراء کی مذمت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پاس موجود کتاب کو ترک کیا جس کے بارے میں وہ کہتے تھے کہ ہمیں اس کو اپنانے کا حکم ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مگر پھر اس کے حکم سے نکل کر دوسرے کے حکم کی طرف چلے گئے جس کے بطلان کا اور لازم نہ پکڑنے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ غور کریں وہ اس فیصلے کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے جو ان کی کتاب میں تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مطابق فیصلے کر لیتے اور ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ اگر اللہ کے فیصلے سے انحراف کیا تو یہ فساد و باطل عمل ہے۔ مگر یہ عقیدہ پھر بھی ان کے کام نہ آیا اور ان کے کفر و تکفیر کی راہ میں مانع نہیں بن سکا اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے حکم کو ترک کیا اس سے اعراض کیا اگرچہ اعتقاد کے بغیر یہ عمل کیا تھا۔

البانی: اسی لیے ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے کہ اس آیت کو فاجر مسلمانوں پر منطبق کرنا جائز نہیں ہے جو دین کو اپنائے ہوئے ہوں اور اللہ کے نازل کردہ پر ایمان رکھتے ہوں لیکن اپنے بارے میں یا کسی اور کے بارے

میں کبھی کبھی اس کے خلاف فیصلہ کرتے ہوں جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ یا اس کے نبی کی سنت کے خلاف کرتے ہوں تو اس آیت کو ایسے مسلمانوں پر استعمال نہیں کرنا چاہیے یہ مشرکین کی طرح نہیں ہیں اس لیے کہ یہ اللہ پر اور اس کے نازل کردہ دین پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اس ایمان کے ساتھ عمل شامل نہیں ہے۔ جبکہ کفار نے اللہ کے نازل کردہ دین کی دل و جسم دونوں سے مخالفت کی ہے۔

ابو بصیر: یہ باطل کلام ہے کئی وجوہات کی وجہ سے صحیح نہیں ہے:

1 اس لفظ اور معنی کے ساتھ نہ تو ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے نہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے بلکہ یہ دونوں پر بہتان ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پہلے گزر چکا ہے اب ابن کثیر a کی پوری بات پیش خدمت ہے۔ انہوں نے آیت میں مذکور کفر پر صرف آثار نقل کیے ہیں انہی پر اکتفا کیا ہے۔ خود اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔ کہتے ہیں ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے سنداً علقمہ و مسروق رحمۃ اللہ علیہما سے روایت کیا ہے دونوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رشوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ السحت میں سے ہے انہوں نے حکم کے بارے میں پوچھا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کفر ہے پھر آیت پڑھی: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ☆المائدہ:۴۴﴾ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: وہ کہتے تھے کہ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ﴾ آیت کا مطلب ہے کہ جس نے جان بوجھ کر اللہ کے نازل کردہ دین کو چھوڑ دیا یا جان بوجھ کر اس دین سے ہٹ گیا وہ کافر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جس نے اللہ کے نازل کردہ دین کا انکار کیا وہ کافر ہوا جس نے اقرار کیا وہ فاسق ظالم ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور پھر اس رائے کو پسند کیا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں ہے یا جس نے کتاب اللہ کے حکم سے انکار کر دیا ہو۔ ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ۔۔۔۔﴾ آیت کا تو انہوں نے کہا یہ اس کے ساتھ کفر ہے۔ ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں: یہ اس کی طرح نہیں ہے جو اللہ، ملائکہ، کتب و رسولوں پر کفر ہوتا ہو، ثوری، ابن جریج، عطاء سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کفر دون کفر، ظلم دون ظلم، فسق دون فسق ہے۔ طاؤس رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ ایسا کفر نہیں ہے جو ملت سے خارج کرتا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے یہ وہ کفر نہیں ہے جو تم مراد لیتے ہو۔ (تفسیر ابن کثیر:2/63-64)

﴿تبصرہ﴾

1 اب کہاں ہے ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں قلب یا قالب کی بات اور کہاں ہے اس میں جائز و ناجائز کا لفظ جو شیخ نے ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں خود ایک لفظ تک نہیں کہا۔

2 جس نے ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تاتاریوں کے یاسق اور اس پر فیصلہ کرنے والوں کے بارے میں پڑھی ہے اور جو ہم نے ابھی ذکر کی ہے کفر یہود کے بارے میں اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے آیات کے متعلق جو رائے دی ہے مثلاً:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا(النساء:٦٥)

تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافی امور میں حَکَم نہ بنالیں اور پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے سے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں اسے مکمل طور پر تسلیم کرلیں۔

جو بھی اس کو دیکھے گا وہ محسوس کرلے گا کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے شیخ صاحب کی پیش کردہ رائے کے بالکل الٹ وبرعکس ہے جو شیخ نے ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی ہے۔اور وہ سمجھ جائے گا کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو ظاہری وباطنی یا دونوں میں سے ایک طرح کا کفر کرتا ہو۔اسی طرح جو شخص دل سے اور ظاہری طور پر اللہ کے حکم کا انکار کرتا ہو۔یا جو شخص خود سے ظاہری اتباع مطلقاً نفی کرتا ہو۔انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مسئلے میں ایک عالم کے تمام اقوال لے کر دیکھیں اگر تعارض ہو تو ان میں مطابقت دی جائے پھر اس کا قول اور مسئلے کا حکم واضح کیا جانا چاہیے علمی دیانتداری اور انصاف کا تقاضا یہی ہے نہ یہ کہ اپنے مطلب کی بات لی جائے باقی چھوڑ دی جائیں۔

3 ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے اقوال ذکر کیے ہیں جنہوں نے شیخ کو مشکل میں ڈال دیا ہے اور اس کے مذہب کو بھی۔یعنی ابن مسعودt وسدیa کا قول کہ جس نے اللہ کا حکم جان بوجھ کر یا بے پرواہی سے ترک کردیا اور وہ عمل کررہا ہو تو وہ کافروں میں سے ہے۔ابن کثیرa نے اس پر یہ اطلاق کرنے سے خاموشی اختیار کی ہے کوئی تبصرہ یا تفصیل بیان نہیں کی۔

4 سلف کے اقوال میں کافر بنانے والے جس انکار (جحود) کا ذکر ہے اسے ہر قسم کے انکار پر محمول کرنا چاہیے چاہے باطن وظاہر دونوں ہو یا باطن میں ہو ظاہر میں نہ ہو جیسے منافقین کا انکار ہوتا ہے یا ظاہر میں ہو باطن میں نہ ہو جیسے یہود نے اللہ کے حکم رجم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا تھا حالانکہ دلی طور پر وہ رجم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اقراری تھے جو شخص ان میں سے کوئی بھی قسم کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

5 سلف نے جس قسم کے حکم کا ذکر کیا ہے جو ملت سے خارج کرنے والا نہیں ہے جس کو کفر دون کفر کہا ہے۔ظلم دون ظلم اس پر کفر عملی کا اطلاق نہیں کیا اس لیے کہ یہ اطلاق کئی وجودہ کی محتمل ہے ممکن ہے اس کا غلط مطلب نکالا جائے اور اس کو کسی اور معنی پر محمول کیا جائے۔

6 جو حاکم کفر اصغر کا مرتکب ہوتا ہے یا کفر دون کفر جو ملت سے خارج نہیں کرتا جیسا کہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اگر وہ حقیقت میں اللہ کے حکم کو واجب سمجھتا ہے اور نافرمانی کی وجہ سے اس سے پھر گیا ہے اور وہ اس بات کا بھی معترف ہے کہ وہ سزا ئ کا مستحق ہے تو اس کا یہ عمل کفر اصغر ہے۔(بدائع التفسیر:2/12)

غور کریں کیا موجودہ دور کے طواغیت الحکم اس طرح کے ہیں کہ ان کا اتنا دفاع کیا جارہا ہے؟ یہاں تک ان کے لیے کفر دون کفر یا کفر اصغر کی اصطلاح استعمال کی جارہی ہے؟ پھر یہ بھی دیکھیں کہ کس طرح ایک ہی معین واقعہ میں الحکم بغیر ما انزل اللہ کی

تعریف بیان کی اس لیے کہ اس کے خیال میں یا اس کے علاوہ کسی اور عالم کے خیال میں اس طرح کا کوئی حاکم نہیں ہے جو اللہ کی شریعت کو مکمل طور پر مٹاتا ہے اس کی جگہ دوسرا قانون لاتا ہے جو اس نے خود بنایا ہو یا کسی دوسرے طاغوت نے بنایا ہو اس قانون کی تعریف کرتا ہے اس کو امت کے لیے لازم قرار دیا ہے اس کی مخالفت کرنے والوں یا اس کو ترک کرنے والوں سے لڑتا ہے اور پھر بھی اس کے لیے لفظ کفر دون کفر یا کفر اصغر استعمال کیا جائے جیسا کہ دورِ حاضر کے جہمیہ اور مرجئہ کرتے ہیں۔

7 اصول یہ ہے کہ سورہ مائدہ کی تینوں آیات کو کفر اکبر، ظلم اکبر اور فسق اکبر پر محمول کیا جائے اس لیے کہ یہ اہل کتاب کے بارے میں ہیں اور جو بھی اللہ کے حکم کا انکار کرتا ہے اس کے بارے میں ہے۔

8 جب آیات کو مسلمانوں پر محمول کیا جائے گا تو ان کی حالت پر غور کیا جائے گا کہ اگر وہ اللہ کے حکم کو چھوڑنے والے اس سے اعراض کرنے والے ہوں یا اللہ کے حکم کی طرف دعوت دینے والوں کے ساتھ لڑنے والے ہوں یا ایسے قوانین بناتے ہوں جو اللہ کی شریعت سے معارض ہیں یا امت کے لیے اللہ کی شریعت کے علاوہ دیگر قوانین کو لازم سمجھتے ہوں یا ان قوانین کے دفاع کے لیے اس کے مخالفین سے لڑتے ہوں ان سے دشمنی کرتے ہوں۔ یا اللہ کی شریعت کے بدلے طاغوت کا قانون لاتے ہوں۔ اللہ کی شریعت کے علاوہ وہ ہر قانون طاغوت ہے ایسے لوگوں پر آیت محمول ہوگی تو کفر اکبر ظلم اکبر اور فسق اکبر مراد ہوگا۔ اگرچہ وہ زبان سے اقرار نہ کریں کہ وہ اللہ کے حکم کے منکر ہیں اس لیے کہ زبان حال قال سے زیادہ قوی دلیل ہے۔ یہی حال انکے کفر پر شاہد ہے۔

جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ (التوبۃ:۱۷)

مشرکین کو زیب نہیں دیتا کہ وہ مسجدیں آباد کریں حالانکہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں۔

اگرچہ زبان سے نہ بھی کہیں کبھی کبھی انسان کا عمل اور اس کا ظاہر اس پر بڑی دلیل بنتا ہے۔ اگر مسلمانوں کی حالت یہ ہو کہ عمومی زندگی میں اللہ کی شریعت پر فیصلے کرتے ہوں اور ان کے افعال واقوال سے ثابت ہوتا ہو کہ وہ اللہ کے حکم اور رضامندی کو ترجیح دیتے ہیں اور شریعت پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں مگر پھر چند مسائل میں اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کر پاتے انکار، اعراض، عناد یا ناپسندیدگی واستہزاء شریعت کے ساتھ نہیں کرتے صرف کمزوری یا خواہش سے مغلوب ہو کر نہ چاہتے ہوئے ایسا کرتے ہیں اور اپنی غلطی کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ ایسے مسلمانوں پر علماء کی اصطلاح کفر دون کفر کا استعمال ہوتا ہے جو کہ ملت سے خارج کرنے والا نہیں ہوتا۔

9 ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ اہل علم جب کہتے ہیں کہ سورہ مائدہ میں کفار سے مراد یہود ہیں اور وہ لوگ بھی مراد ہیں جو اللہ کی شریعت کا انکار کرتے ہیں تو پھر کفر دون کفر جو کہ ملت سے خارج نہیں کرتا کس کے بارے میں کہتے ہیں؟ ان کے قول کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس زمانے کے تمام حالات اور اس قول کے اسباب سے واقفیت حاصل کی جائے۔ یہ

بات انہوں نے امویوں کے دور میں کی تھی جن سے بعض مواقع پر اللہ کی شریعت کی مخالفت سرزد ہوتی تھی جو حاکم کفر اکبر کا مرتکب نہیں ہوتا اس کی صفت پہلے بیان ہوئی ہے۔ نبی ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ سب سے پہلے میری سنت تبدیل کرنے والا بنو امیہ کا آدمی ہو گا۔ سنت تبدیل کرنے سے مراد خلافت کا نظام ہو گا کہ یہ وراثتی بن جائے گا اس کے باجود کوئی شخص بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام میں یا اس کی اولاد کے اسلام میں شک نہیں کر سکتا نہ ہی انہیں کوئی کافر کہہ سکتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ علماء سے ان (بنو امیہ) کے بارے میں پوچھا جاتا تھا مگر انہوں نے کبھی ان پر ﴿اولئك هم الكافرون﴾ کی آیت منطبق نہیں کی بلکہ وہ کہتے تھے کہ یہ وہ کفر نہیں ہے جو تم مراد لیتے ہو بلکہ یہ کفر دون کفر ہے یہ ملت سے خارج کرنے والا نہیں ہے لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول کفر دون کفر موجودہ طواغیت پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان میں اسلام کے تمام منافی امور اور کفر و نفاق کی تمام صفات جمع ہو چکی ہیں۔ ان پر کفر دون کفر کا اطلاق جہمیہ اور مرجئہ کر رہے ہیں شیخ محمد قطب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "واقعنا المعاصر" میں لکھتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما بے چارے نے جو کچھ کہا وہ اس وقت کہا تھا جب ان سے امویّوں کے بارے میں سوال ہوا تھا کہ وہ بغیر ما انزل اللہ فیصلے کرتے ہیں تو آپ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں ؟ کوئی بھی آدمی ایسا نہیں جس نے امویّوں کو مطلقاً کافر قرار دیا ہو وہ لوگوں کی عمومی زندگی میں شریعت کے مطابق فیصلے کرتے تھے مگر اپنی حکومت سے متعلق بعض امور میں صرف شریعت پر فیصلے نہیں کرتے تھے کبھی تاویل کر کے کبھی خواہش کی بنا پر مگر انہوں نے اللہ کی شریعت کے معارض قوانین نہیں بنائے تھے اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے بارے میں کفر دون کفر کہا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بات اس شخص کے بارے میں کریں جو سرے سے شریعت اسلامی کو مانتا ہی نہ ہو اور اس کے بدلے میں خود ساختہ قوانین لاتا ہو؟۔ دوسری بات یہ ہے کہ شیخ کہتے ہیں اس آیت کو اس مسلمان گناہ گار پر لاگو نہیں کرنا چاہیے. یہ بات مطلقاً کہنا صحیح نہیں بلکہ اس کے لیے کچھ قیود رکھی چاہئیں جن کا ذکر تفصیل سے کفر اصغر اور کفر اکبر کے مرتکب حاکم کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

0 ایسا ایمان جس کے ساتھ مطلقاً عمل نہ ہو اس کا حاصل مسلمان نہیں ہوتا۔ وہ اللہ اور اس کے بندوں کے نزدیک اپنے دعوائے ایمان میں جھوٹا ہے۔ اہل سنت کی یہی رائے ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان، اعتقاد، قول اور عمل کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:۳۱)

ان سے کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تم سے اللہ محبت کرے گا۔

اس کی تفسیر میں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (1/366) لکھتے ہیں: یہ اس شخص کا فیصلہ کرتی ہے جو دعویٰ کرتا ہے محبت رسول کا محمدی طریقے پر نہیں چلتا تو وہ اپنے اس دعوی میں جھوٹا ہے جب تک کہ وہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور دین محمد ﷺ کی اس کے تمام اقوال واعمال میں اتباع نہ کرے۔

ابو اسحاق الفرازی رحمۃ اللہ علیہ اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: ایمان قول کے بغیر قول عمل کے بغیر قول، عمل اور ایمان سنت کے مطابق نیت کے بغیر صحیح نہیں۔(فتاویٰ ابن تیمیہ:7/296)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا اجماع ہے کہ ایمان قول، عمل اور نیت کا نام ہے یہ تینوں ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتے۔(الفتاویٰ:7/209)

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ توحید کے لیے ضروری ہے کہ وہ زبان، دل اور عمل سے ہو اگر ان تینوں میں سے ایک بھی کم ہو تو آدمی مسلمان نہیں رہے گا اگر توحید کو جان لیا اور عمل نہیں کیا تو کافر ہے ابلیس کی طرح۔ اگر توحید پر ظاہراً عمل کر لیا مگر اس کو سمجھ نہیں سکا اور دل سے اس کا اعتقاد نہیں رکھا تو وہ منافق ہے یہ خالص کافر سے زیادہ بدتر ہے اس لیے کہ:﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ☆النساء:١٤٥﴾"منافقین جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

"ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (فتاویٰ 7/142) میں لکھتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:﴿ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ☆النور: ٤٧﴾"وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول ﴿e﴾ پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پھر جاتا ہے یہ لوگ مؤمن نہیں ہیں۔ جو عمل سے پھر گیا اس سے ایمان کی نفی کی، قرآن و سنت میں اس شخص کی ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ جو شخص دلی طور پر توحید سے واقف ہو مگر مخالفت و دشمنی کی بنا پر ہو تو یہ کبھی مومن نہیں کہلا سکتا جبکہ جہمیہ کے نزدیک اگر دل میں علم ہو تو وہ کامل مومن ہے۔ ابن قیم کا کلام مفتاح السعادۃ کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے کہ صحابہ، تابعین اور ائمہ سنت کا اس پر اجماع ہے کہ ایمان میں صرف زبان کا اقرار کافی نہیں ہوتا نہ ہی دل کی معرفت اس کے ساتھ بلکہ اس کے ساتھ دل کا عمل یعنی اللہ رسول کی محبت اور دین کے سامنے جھکاؤ اطاعت کا التزام رسول کی متابعت ضروری ہے۔ یہ قول ان لوگوں کے خلاف ہے جو ایمان صرف دل کی معرفت اور زبان کے اقرار کو کہتے ہیں جیسا کہ دور حاضر کے جہمیہ ہیں۔

4 یہ بات کہ کافروں نے اللہ کے نازل کردہ کا انکار دل و جسم سے کیا تھا اس لیے کافر ہوئے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر وہ دل کے بجائے صرف جسمانی طور پر انکار کرتے تو کافر نہ ہوتے یہ قول باطل ہے شیخ سے قبل کسی نے ایسا نہیں کہا سوائے جہم اور اس کے پیروکاروں کے یا غلو کرنے والے مرجئہ کے پہلے دلائل اور ائمہ کے اقوال اس قول کے بطلان پر گزر چکے ہیں عقلمندوں کے لیے وہی کافی ہیں۔

البانی: اسی وجہ سے علماء مسلمین اس آیت کی تفسیر میں جس سے بہت سے وہ لوگ دلیل لیتے ہیں جو مطلقاً تکفیر کے قائل ہیں اسی میں سے آپ کا قول ہے کہ کفر عملی کبھی کبھی ملت سے خارج کرنیوالا ہوتا ہے۔

ابو بصیر: یہ اس بھائی کی بات نہیں ہے بلکہ یہ تو ان اہلسنت کی بات ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان قول عمل اور نیت کا نام ہے اس لحاظ سے کفر ان کے نزدیک اعتقاد اور عمل کا نام ہے ان کے خلاف صرف جہم اور اس کے متبعین اور مرجئہ ہیں جنہوں نے ایمان صرف تصدیق اور اعتقاد قلبی تک محدود رکھا ہے اس سے لازم آتا ہے کہ کفر کو تکذیب وانکار قلبی تک محصور رکھیں ان کے کچھ اقوال پیش کرتے ہیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (فتاوی:272/18) میں لکھتے ہیں: اللہ اس شخص کے ایمان کی نفی کرتا ہے جس سے اس کے لوازمات کی نفی ہو گئی ہو انتفا لازم سے انتفا ملزوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ☆المائدۃ:۸۱﴾ "اگر یہ لوگ اللہ پر نبی پر اور اس پر نازل ہونے والے دین پر ایمان لاتے تو یہ کافروں کو کبھی دوست نہ بناتے۔" دوسری جگہ ہے: ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ☆المجادلۃ:۲۲﴾ "آپ ایسی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور پھر وہ اللہ ورسول کے دشمنوں سے دوستی رکھیں۔" ظاہر وباطن باہم لازم وملزوم ہیں ظاہر تبھی صحیح ہوتا ہے جب باطن صحیح ہو تو ظاہر لازماً صحیح ہوتا ہے (221/7) میں فرماتے ہیں: قرآن یہ وضاحت کرتا ہے کہ دل کا ایمان اس بات کو مستلزم ہے کہ ظاہری عمل اس کے مطابق ہو۔

وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ م بَعْدِ ذٰلِكَ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ، وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ، وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ، اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ،اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (النور:۴۷-۵۱)

اور یہ (منافق) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر اس کے بعد کچھ لوگ ان میں سے پھر جاتے ہیں یہ مومن نہیں ہیں۔ اور جب یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتے ہیں تاکہ ان کے درمیان (رسول) فیصلہ کرے تو فوراً ان میں سے ایک فریق اعراض کرنے لگتا ہے۔ اور اگر انکا حق (کسی پر) ہوتا ہے تو رسول کے پاس گردن جھکا کے چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دل میں (ابھی تک کفر کی) بیماری ہے یا یہ شک میں ہیں یا اس بیت سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریگا بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں۔ سوا اس کے نہیں کہ مسلمانوں کی گفتگو جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ ان کے درمیان میں (رسول) فیصلہ کردے یہ ہوتی ہے کہ کہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہونیوالے ہیں۔

آیت میں ایمان کی نفی کر دی اس سے جو رسول کی اطاعت سے پھر گیا۔ اور یہ بتایا کہ مومنوں کو جب اللہ و رسول کے فیصلے کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ سنتے ہیں اور مانتے ہیں یہ بیان کیا کہ یہ ایمان کے لوازمات ہیں۔

منہاج السنۃ (5/251-252) میں لکھتے ہیں: رسول کی تکذیب کفر ہے اس سے نفرت۔ عداوت اور گالی دینا اس کے صدق کا علم اگرچہ باطن میں ہو یہ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ائمہ علم کے نزدیک کفر ہے۔ سوائے جہم اور اس کی موافقت کرنے والوں کے جیسے صالحی، اشعری وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ ظاہر میں کفر ہے مگر باطن میں کفر نہیں ہے جب تک اس کے ساتھ جہل نہ ہو۔

السبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ (2/586) میں لکھتے ہیں: تکفیر شرعی حکم ہے اس کا سبب ربوبیت یا وحدانیت یا رسالت کا انکار ہے یا قول و فعل جو شارع کا حکم ہے کہ وہ کفر ہے اگرچہ وہ انکار نہ ہو۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول (الدرر: 1/242) گزر چکا ہے۔ قرآن و سنت میں اس شخص کے ایمان کی نفی کی گئی ہے جو عمل نہیں کرتا جیسا کہ منافقین کے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ (الفتاویٰ: 7/556) میں لکھتے ہیں: ان کا عمل کو خارج کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ انہوں نے دل کا نکال دیا ہے یہ قطعاً باطل ہے جس نے رسول کی تصدیق کی اور جسمانی و دلی طور پر اس سے نفرت کی دشمنی کی وہ قطعی کافر ہے اگر دل کے اعمال کو انہوں نے ایمان میں داخل کیا ہے تو بھی غلطی کی ہے اس لیے کہ بدنی حرکت کے بغیر ایمان صرف دل کے ساتھ ہونا ممکن نہیں۔ اسی طرح ابن قیم رحمہ اللہ کا قول ہے: کفر عمل کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو ایمان کی ضد ہے دوسری وہ جو ایمان کی ضد نہیں ہے۔ پہلی کی مثال بت کو سجدہ کرنا، قرآن کی توہین کرنا، نبی کو قتل کرنا یا اس کی شان میں گستاخی کرنا، یہ ایمان کی ضد و منافی ہے۔

محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اسلام کے منافی بڑے امور دس ہیں ان میں سے ایک سحر (جادو) ہے ان میں سے ایک ہے جادو کرنا یا کروانا جس نے کیا یا اس پر راضی ہوا وہ کافر ہے دلیل میں اللہ کا یہ قول ہے: ﴿ وَمَا يُعَلِّمَنِ مِنۡ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوۡلَاۤ اِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَةٌ فَلَا تَكۡفُرۡ ☆ البقرہ: ۱۰۲﴾ ''وہ نہیں سکھاتے تھے کسی کو جب تک یہ نہ کہیں کہ ہم آزمائش ہیں تم کفر مت کرو۔'' شیخ a اپنے رسالہ الشخصیہ میں اقناع سے نقل کرتے ہیں: جادو کا سیکھنا سکھانا اور کرنا حرام ہے اس کے سیکھنے اور کرنے پر کافر ہو جاتا ہے چاہے اس کی حرمت کا عقیدہ رکھے یا جواز کا۔ یہ کلام قابل غور ہے۔ ان کے علاوہ بھی اہل سنت کے علمائ ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ کفر قول، عمل اور اعتقاد سے ہوتا ہے۔

البانی: ناممکن ہے کہ کفر عملی ملت سے خارج کر دینے والا ہو سوائے اس کے کافر کے دل میں عملاً منعقد ہو۔

ابو بصیر: کون سا عملی کفر ہے جو دل کے انعقاد کے بغیر کفر نہیں ہوتا کہ وہ صرف دل میں ہونے کی وجہ سے کفر ہے اور ظاہر کی وجہ سے کفر نہیں ہے یہ قول اہل سنت کی ان آراء کے برخلاف ہے جن کا ذکر پہلے ہم کر چکے ہیں۔ یہ قول جہم و مرجئہ کی رائے کے موافق ہے۔ ان کے بارے میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ: یہ لوگ انکار و عناد اور اعراض کو کفر کہتے

ہیں اس لیے کہ یہ کفر پر دلیل ہے فی ذاتہ کفر نہیں ان کے نزدیک کفر صرف جہل ہے۔ جس نے قرآن وسنت میں اور انبیاء کا اپنی اقوام کے ساتھ تعلق یا دعوت میں غور کیا ہے وہ یقینا جانتا ہے کہ اہل کلام کی یہ بات غلط ہے۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ المحلیٰ میں کہتے ہیں: اللہ کو گالی جو ہے اس کے کفر ہونے میں زمین پر کوئی شخص اختلاف کرنے والا نہیں ہے سوائے جہمیہ کے اور اشاعرہ کے اور یہ دونوں گروہ قابل اعتبار نہیں ہیں یہ کہتے ہیں کہ اللہ کو گالی دینا اور کفر کا اظہار کرنا کفر نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ کفر کے اعتقاد پر صرف دلیل ہے۔ اللہ کو گالی دینے سے یہ یقینی کافر نہیں ہوتا۔ ان کا یہ اصول اجماع اہل اسلام سے خارج ہے اور برا اصول ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں ایمان صرف دل کی تصدیق کا نام ہے اگرچہ بظاہر کفر کرے تقیہ کے طور پر بت کی عبادت کرے یا حکایتاً کرے۔ ان دونوں اقوال یعنی شیخ کے قول اور جہمیہ اولین کے قول پر غور کریں موازنہ کرلیں ان کے اقوال میں کتنی مشابہت ہے اسی طرح ان کے دلوں میں بھی ہے۔ ان کے معاصرین سابقہ جہمیہ اور غالی مرجئہ کی اتباع کرتے ہیں۔

الباني: کفر عملی اور کفر اعتقادی میں فرق کرنا ضروری ہے ہمارے پاس شریعت میں ایسی واضح دلیل نہیں ہے کہ جو صراحت سے دلالت کرے کہ جو اللہ کے دین پر ایمان لاتا ہے مگر کسی حکم پر عمل نہیں کرتا تو وہ کافر ہے۔

ابوبصیر: جی ہاں! آپ کے پاس دلیل نہیں ہوگی ان جہمیہ کی طرح جو جہم کے نقش قدم پر چل رہے ہیں جبکہ اہل سنت کے پاس دلائل بہت ہیں کچھ عمل ایسے بھی ہیں جو بذاتہ کفر ہیں اگرچہ اعتقاد کے بغیر کیے جائیں پہلے اقوال ودلائل گزر چکے ہیں۔ شیخ صاحب یہ بات مجھے بری لگتی ہے جب آپ کے بارے میں کوئی کہتا ہے کہ آپ ایسی باتیں اور تقریریں کرتے ہیں جو اہل سنت کے نزدیک کفر کے زمرے میں آتی ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا: اگر میں کوئی بات کہوں اور لوگ کہیں تم نے غلطی کی تو یہ میرے لیے بہتر ہے اس بات سے کہ کوئی میری بات کو کہے کہ تم نے کفر کیا ہے۔ (منہاج السنۃ: 5/251)

آپ نے جو کہا ہے اس بارے میں اہل سنت کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام احمد بن حنبل، حمیدی رحمۃ اللہ علیہم سے کہتے ہیں: مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں جس نے نماز، زکاۃ، روزہ، حج کا اقرار کیا مگر ان میں سے کوئی عمل بھی نہ کیا اور مرگیا۔ قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے نماز پڑھتا تھا مرتے دم تک وہ مومن ہے جب تک وہ انکار نہ کرے۔ جب کہا جاتا ہے کہ وہ آدمی جب ان چیزوں کا اقرار کرتا تھا تو ان کے ترک کرنے کے باوجود بھی وہ مومن ہی تھا۔

میں کہتا ہوں: یہ صریح کفر ہے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء اسلام کے خلاف ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ☆ البينة: ٥﴾ "انہیں صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں اس کے لیے دین کو خالص کرکے۔" حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہتے تھے۔ جس نے یہ بات کی اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا وہ رسول کے لائے ہوئے دین سے مرتد ہوگیا۔ (الفتاویٰ ابن تیمیہ: 7/209)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے (فتاویٰ: 188/7) میں لکھا ہے: ان (جہمیہ) کے نزدیک کفر صرف ایک چیز ہے یعنی جہل اور ایمان ایک چیز ہے یعنی علم یا دل کی تکذیب تصدیق، اس کے باوجود کہ سب سے بدترین قول ہے جو ایمان کے بارے میں کہا گیا ہے مگر اس کو بہت سے اہل کلام مرجئہ نے اپنایا ہے۔ وکیع بن جراح، احمد بن حنبل اور ابو عبید وغیرہ رحمہم اللہ سلف نے اس قول کے قائلین کو کافر کہا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ قرآن کی نص کی رو سے ابلیس کافر ہے۔ اس کا کفر اس کے تکبر آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے تھا اس لیے نہیں کہ اس نے خبر کو جھٹلایا تھا۔ کہتے ہیں: (533/7) اس سے جہم اور اس کے متبعین کی غلطی ظاہر ہوتی ہے کہ ایمان بغیر ظاہری ایمان کے آخرت میں فائدہ مند ہو گا۔ جبکہ یہ ناممکن ہے اس لیے کہ مکمل ایمان دل میں اسی وقت آسکتا ہے جب حسب قدر ظاہر بھی ہو۔ یہ بھی ناممکن ہے کہ ایک آدمی کو کسی سے محبت ہو اس سے مل بھی سکتا ہو اور پھر اس کے ظاہری حرکت اس کے لیے نہ کرے۔ فتاویٰ میں کہا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ ایک آدمی ایسا مومن ہو کہ ایمان اس کے دل میں مضبوط ہو اس بات پر کہ اللہ نے اس پر نماز، روزہ، حج، زکاۃ فرض کر دیئے ہیں مگر ساری زندگی وہ ایک سجدہ اللہ کو نہیں کرتا رمضان کے روزے نہیں رکھتا زکاۃ نہیں دیتا، حج نہیں کرتا یہ ناممکن ہے یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب دل میں نفاق اور زندیقیت ہو۔ ایمان صحیح کی موجودگی میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اللہ نے سجدہ سے رک جانے والوں کو کافر کہا ہے۔

> يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ، خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ (القلم ۴۲-۴۳)
>
> جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور انہیں سجدے کے لیے بلایا جائے گا تو وہ استطاعت نہیں رکھیں گے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ذلت نے ان کو ڈھانپا ہو گا جبکہ انہیں سجدے کے لیے بلایا جاتا تھا اور یہ صحیح سالم ہوتے تھے۔ (نواقض الایمان القولیہ والعملیہ ڈاکٹر عبد العزیز محمد عبد اللطیف ص:26)

شیخ صاحب خالی الذہن ہو کر سوچیں کہ آپ نے کس کی موافقت کی ہے اور کس کی مخالفت کی ہے؟ پھر ائمہ سنت کا حکم دیکھیں جو انہوں نے آپ کے جیسے قول کے بارے میں دیا ہے ممکن ہے کہ اللہ آپ کی حق کی طرف رہنمائی کرے اور آپ صحیح راستے کی طرف آجائیں یہی ہماری خواہش اور تمنا ہے اللہ سے ہم یہی دعا کرتے ہیں۔ شیخ صاحب میں آپ کو اس لیے خبردار کر رہا ہوں کہ میں آپ کی خیر خواہی چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ آپ حق کی راہ پر چلتے رہیں اس سے رک نہ جائیں اگرچہ میں اپنی ذاتی حیثیت اور لوگوں میں اپنے مقام سے واقف ہوں کہ آپ کے مقابلے پر میری کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ میں تو آپ کے مقابلے میں ایک گمنام شخص ہوں میں آپ پر اعتراض کرنے والا کون ہوتا ہوں لیکن آپ یہ دیکھیں کہ آپ نے اپنے اپنے اقوال اور تقاریر سے سنت کے بڑے بڑے علماء کی مخالفت کی ہے جو ہدایت کے امام تھے ہمارے اسلاف تھے اگر آپ اپنا موازنہ مجھ سے کریں تو میری کوئی حیثیت نہیں مگر آپ ان اسلاف سے اپنا موازنہ کریں گے تو آپ خود کو ان کے مقابلے پر چھوٹا محسوس کریں گے اس طرح آپ صحیح بات کی طرف پلٹ آئیں گے۔

البانی: مثال کے طور پر سود کھانے والے کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ کافر مرتد ہے؟ تم کہو گے نہیں۔

ابو بصیر: معاصی اور گناہوں کو جو کہ کفر دون کفر ہیں کو دلیل کے طور پر کفر عملی اکبر کے لیے جو کہ ملت سے خارج کرنے والا ہو اس میں اختلاف ہے۔ دیانتداری کا تقاضا یہ تھا کہ آپ ان گناہوں کو دلیل کے طور پر پیش کرتے جو بذاتہٖ کافر بنا دینے والے ہیں مثلاً مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد کرنا۔ دین سے اعراض کرنا اور ظاہری عمل کی کلیتاً نفی کرنا، یا طاغوت کی طرف تحاکم کا ارادہ کرنا، یا اللہ کی شریعت کے الٹ و مخالف قوانین بنانا، اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کرنا، دین کا کھلم کھلا مذاق اڑانا، غیر اللہ کی عبادت کرنا جیسے رکوع، سجود، دعا، نذر وغیرہ ظاہری اعمال جن کا مرتکب کافر ہوتا ہے ان کی اعمال کی وجہ سے۔ پھر اس کے بعد آپ بحث کرتے کہ وہ کون سی چیز ہے جو ان کو پھیر کر کفر دون کفر کی طرف لیجاتی ہے۔ جب آپ کو ایسی کوئی دلیل نہیں مل سکی جس کی بنا پر آپ ان اعمال کے مرتکب کو کفر دون کفر کا مرتکب قرار دے سکیں تو آپ نے ان گناہوں کا تذکرہ چھیڑ دیا جو بذاتہ کفر نہیں ہیں جیسے۔ قتل، سود، زنا وغیرہ جو گناہ کبیرہ تو ہیں مگر اس درجہ کو نہیں پہنچتے کہ ان کا مرتکب ملت سے خارج ہو جائے اب آپ کہیں گے کہ دیکھو یہ کفر عملی ہے مگر اس کی وجہ سے بندہ ملت سے خارج نہیں ہوتا اس لیے نہیں کہ یہ کفر عملی ہے بلکہ اس لیے کہ شارع نے مرتکب کبائر سے کفر ہٹا دیا ہے اور یہ نصوص سے ثابت ہے۔ یہ آپ کے قول و مذہب (ایمان کے بارے میں) کا بطلان ہے اور آپ عاجز آ گئے ہیں اس بات کو ثابت کرنے سے کہ جن گناہوں کا ذکر ابھی ہوا ہے ان کے مرتکب سے کفر کا حکم ہٹا سکیں لہٰذا آپ مجبور ہو گئے اس قسم کی تلبیس و تضلیل اور تدلیس کی طرف مگر یہ سب کچھ ہمارے ساتھ آپ نہیں کر سکتے۔ سود خور کی جہاں تک بات ہے تو ہمیں سود کھانے والوں میں فرق کرنا ہو گا ایک وہ آدمی ہے جو مال زیادہ کرنے کی محبت اور اپنی کمزوری کی بنا پر سود لیتا ہے جبکہ وہ اس بات کا معترف ہے کہ یہ کام گناہ کا ہے اور اسے اس کی سزا ملے گی عذاب ملے گا۔ دوسرا سود خور وہ ہے جو انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو امت کے لیے لازم سمجھتا ہے ان کا دفاع کرتا ہے۔ اور سود کو زمانے کی ضرورت قرار دیتا ہے جس کے بغیر چارہ نہیں ہے جیسا کہ دورِ حاضر کے طاغوتی حکمران ہیں۔ ان دونوں قسموں میں سے پہلے قسم کے سود خور کے کفر میں توقف کریں گے جبکہ دوسری قسم کا سود خور کافر مرتد ہے اس کے کفر میں صرف وہ شخص شک کر سکتا ہے جو ایمان کے معاملے میں جہم کے عقیدے پر ہو۔

سامی: جی ہاں۔

البانی: میں تمہاری طرح بات نہیں کر رہا بلکہ میں کہتا ہوں کہ یقیناً بلا شک و شبہ سود کو دل سے حلال سمجھنے والا جیسا کہ عمل سے حلال سمجھتا ہے کافر و مرتد ہے۔ جہنمی ہے۔

ابو بصیر: یقیناً و بلا شک شبہ والا جواب سامی کو بھی معلوم ہے اور ہر مسلمان کو معلوم ہے مگر سوال اس کا نہیں کہ سود کو حلال سمجھنے والے کا کیا حکم ہے بلکہ سوال یہ تھا کہ سود کھانے والے کا کیا حکم ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے طرح کے جوابات سے تو سامی کو منع کیا گیا تھا اس کو کہا گیا تھا کہ ہاں یا نہیں میں جواب دیا کرو استحلال دل کا مقام ہے۔ جو شخص گناہوں

اور نافرمانیوں کو حلال سمجھتا ہے اپنے ظاہر سے، زبان سے، انہیں اچھا سمجھتا ہے انہیں رواج دیتا ہے۔ ان کی طرف دعوت دیتا ہے تو یہ شخص دل سے بھی انہیں حلال سمجھ رہا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کمزوری کی بنا پر کسی گناہ کا ارتکاب کر لے اور اس کے بعد ندامت و شرمندگی کا اظہار کرے اس کے بارے میں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اس نے گناہ کو حلال سمجھا ہے یعنی ظاہر میں، یہ استحلال کی اصطلاح ہمارے اسلاف میں مروج نہیں تھی یہ دور حاضر کے جہمیہ کی ایجاد ہے تا کہ وہ یہ ثابت کریں کہ ظاہری طور پر گناہوں اور نافرمانیوں کی حد جہاں تک بھی پہنچ جائے اسے کتنا ہی اچھا سمجھے کتنا ہی مطمئن ہو برائی پر یا ان کی طرف دعوت دیتا ہو اسے کافر نہ کہا جائے جب تک کہ اس گناہ کو دلی طور پر حلال نہ سمجھے۔ اس لحاظ سے پھر وہ حکمران جو حکم بغیر ما انزل اللہ کو حلال سمجھتے ہیں اپنے تمام اعضاء سے اس کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ ان قوانین کو رواج دیتے ہیں انہیں اچھا سمجھتے ہیں انہیں امت پر لاگو کرتے ہوں ان کی وجہ سے وہ اللہ کے قوانین سے کلیتاً اعراض کرتے ہیں مگر یہ سب کچھ ان کے نزدیک استحلال ظاہر کہلاتا ہے جس کی بنا پر کسی کو کافر نہیں کہا جا سکتا یہ استحلال قلبی پر جو کہ تکفیر کے لیے بنیاد ہے پر یہ دلیل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ جب اس طرح کی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں کہ یہ استحلال ظاہر ہے یہ باطن ہے یہ احتمال ہے۔ اس کی وجوہات ہیں تو یہ تسلیم نہیں کی جاتیں خصوصاً ان لوگوں کی طرف سے جب انکا استعمال ہو جن پر جہمیہ یا ارجاء کا الزام ہے ایمان کے مسئلے میں۔

البانی: جہاں تک ان باتوں کا تعلق ہے کہ (لوگ کہتے ہیں) اللہ ہمیں بخش دے گا۔ اللہ توفیق دے گا وغیرہ تو یہ صرف الفاظ ہیں جن سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو یقین ہے کہ میں اللہ و رسول کی نافرمانی کر رہا ہوں مگر خواہشات کے پیچھے لگ گیا ہے۔ جناب ان دو افراد میں اب کوئی فرق نہیں جو سود کھا کر اللہ کی نافرمانی کرتا ہے یا بغیر ما انزل اللہ حکم کر کے نافرمانی کا مرتکب ہو رہا ہے۔

ابو بصیر: شیخ نے جن الفاظ کو بطور دلیل لیا ہے یہ الفاظ گناہ کی اصلاح نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس کی تکفیر میں مانع ہے۔ اس لیے کہ یہ الفاظ تکفیر کے لیے شرعی مانع نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (النحل:۱۰۷)

یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ نے اس آیت میں صراحت کی ہے کہ یہ عذاب اعتقاد و جہل کی بنا پر نہیں تھا نہ ہی دین سے نفرت اور کفر سے محبت کی وجہ سے تھا بلکہ اسکا سبب یہ تھا کہ دنیاوی لذات کو دین پر ترجیح دی۔ (مجموعۃ التوحید:89)

(شیخ نے سود اور تحکیم کو ایک قرار دے کر) کس طرح کو معاصی پر قیاس کیا ہے اور معصیت کو کفر پر اور کس طرح ربا کا ظاہری استحلال تحکیم بغیر ما انزل اللہ کے ظاہر عملی استحلال پر محمول کیا ہے؟ شیخ کے خیال میں سود کھانے کی معصیت الحکم بغیر ما انزل اللہ کی معصیت کی طرح ہے جس نے سود کو اپنے عمل سے حلال جانا وہ کافر نہیں کہلاتا اسی طرح جس نے حکم بغیر ما انزل اللہ کو

اپنے عمل سے حلال جانا وہ کافر نہیں ہوگا۔ دیکھو کس طرح کی تلبیس، تدلیس اور تضلیل ہے۔ قیاس باطل اور عبارات کو غیر محل پر محمول کرنا ہے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ ''استحلال الربا العملی'' کے لفظ کو کس طرح بددیانتی کے ساتھ استعمال کیا ہے اس سے طواغیت الکفر وطواغیت الحکم کی پارسائی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ بھی الحکم بغیر ماانزل اللہ کے مرتکب ہوئے تو یہ بھی استحلال الربا عملی کی طرح استحلال ''الظاهر والعملی للحکم'' بغیر ماانزل اللہ ہے یہ اس لیے کہ کفر کا حکم ان پر نہیں لگ سکے۔ قارئین کرام ہم آپ کو اسی لیے ان لوگوں سے اور ان کی اصطلاحات جو ایمان وکفر سے متعلق ہیں ان سے چوکنا رہنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ سود کھانا بھی معصیت ہے اور بغیر ماانزل اللہ حکم بھی معصیت ہے مگر ان دونوں میں کئی لحاظ سے فرق ہے۔ حکم بغیر ماانزل اللہ کفر ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا اگر اس کو کفر سے نیچے کے درجہ میں لانا ہوگا تو وہ استثناء کے طور پر اور کچھ قیود وضوابط کے تحت ہوگا جبکہ سود کھانا معصیت ہے مگر اس سے آدمی کافر نہیں ہوجاتا۔ اگر اس کو کفر پر محمول کرنا ہوگا تو کسی عارضی وجہ کی بناپر ہوگا جیسا کہ استحلال، دوسری بات یہ ہے کہ سود خور اور زانی یا چور (کردار کی) کمزوری اور خواہشات کے غلبہ کی وجہ سے ارتکاب کرتے ہیں اور یہ اعتراف بھی کرتے ہیں کہ ہم نے گناہ کیا ہے، غلطی کی ہے، اس بات کا معترف ہوتا ہے کہ میں سزا وعذاب کا مستحق ہوں اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے بغیر ماانزل اللہ حکم وفیصلہ کیا ہے ان لوگوں کی طرح جو فیصلے کرتے ہیں۔ دونوں فریقوں کے درمیان جھگڑے نمٹاتے ہیں تحقیق وتفتیش کرتے ہیں اور حکم بغیر ما انزل اللہ پر اصرار کرتے ہیں اور یہ اصرار عناد اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر مبنی ہوتا ہے اپنے حکم کو قانون قرار دیتا ہے ایسا قانون جو تمام امت کے لیے لازم وضروری ہے۔ لہٰذا سود خور اور یہ شخص برابر نہیں ہوسکتے نہ حاکم نہ حکم کے لحاظ سے اور نہ ہی سزاء کے لحاظ سے۔

البانی: اب میں ایک مثال دے کر بات واضح کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ایک شرعی قاضی ہو فیصلہ کرتا ہو شرع پر کی بات نہیں کر رہا بلکہ ہم ہمیشہ کتاب وسنت پر فیصلے کی بات کرتے ہیں کہ وہ کتاب وسنت پر فیصلے کرتا ہے لیکن ایک خاص فیصلہ جو اس کے پاس دو افراد لاتے ہیں اور وہ مظلوم کا حق ظالم کو دینے کا فیصلہ کر دیتا ہے کیا یہ فیصلہ حکم بغیر ماانزل اللہ ہوگا۔؟

ابو بصیر: اس سوال کا جواب ہم اس طرح دیں گے۔

1 موجودہ دور کے طواغیت الحکم اس مذکورہ حاکم یا قاضی کی طرح نہیں ہیں جو کتاب وسنت کے مطابق فیصلے کرتا ہے لہٰذا اس کو بطور مثال کے پیش کرنا اور دونوں کو یکساں قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

2 یہ قاضی جس نے مظلوم کا حق ظالم کو دیدیا کیا یہ فیصلہ اس نے اپنے اجتہاد سے کیا اور اس میں غلطی یا کسی ایسی تاویل کی بناپر جس کی گنجائش موجود تھی؟ یا کسی کمزوری یا خواہش کی بناپر کیا ہے؟ یا عناد واعراض کی وجہ سے یا تکبر وکراہیت کی وجہ سے۔ یا انکار واستہانت کی بناپر؟ سوال میں اس قاضی کے فیصلے کی وجہ بیان کرنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ ان تمام وجوہات میں سے ہر وجہ دوسرے سے مختلف ہے اور اس کا حکم بھی مختلف ہے اگر ایک شخص بغیر ماانزل اللہ فیصلے کرتا ہے مگر کسی اجتہادی

غلطی کی بنا پر تو اس کو فیصلے کا اجر ملے گا جیسا کہ متفق علیہ حدیث ہے: جب فیصلہ کرنے والا اجتہاد کرے اور وہ صحیح ہو جائے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر اجتہاد میں غلطی کرے تو اس کو ایک اجر ملے گا۔ ایسے ہی ایک حاکم اجر پاتا ہے۔ دوسرا گناہ گار ہوتا ہے اور کوئی کافر مرتد ہوتا ہے ایسے مواقع پر فقہاء کا قول کفر دون کفر محمول ہوتا ہے۔ ہر ایک اپنے فیصلے کی حیثیت اور سبب کی بنا پر ہوتا ہے۔

سامی: میں جواب کی صورت میں جواب دینے سے پہلے استفسار کی صورت میں جواب دینا چاہتا ہوں۔

البانی: اچھی بات ہے۔ جو آپ کے ساتھ نہیں آ رہا اس کے ساتھ چلیں آئیں یہی مطلب شام میں لیا جاتا ہے۔

ابو بصیر: یہ مثال جو شام میں دی جاتی ہے کہ جو آپ کے ساتھ حق پر نہیں چل رہا آپ اس کے ساتھ باطل پر چلیں غلط ہے۔ شیخ نے ایسی مثال کیوں دی جس کا ظاہر و باطن دونوں باطل و غلط ہیں۔؟

سامی: کیا اس قاضی نے اپنے اس فیصلے کو شریعت و قانون قرار دیا؟ ہم بھی ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ ایک آدمی نے چوری اور اس قاضی کے پاس آیا جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا۔

ابو بصیر: کیسٹ میں اسی طرح ہے فیصلہ نہیں کرتا حالانکہ صحیح اس طرح ہونا چاہیے کہ جو ما انزل اللہ پر فیصلہ کرتا ہے تب بات صحیح ہو گی۔

(سامی کی بات جاری ہے) مگر اس کیس میں رشتہ داری یا اپنی خواہش سے مغلوب ہو کر وہ کہتا ہے کہ میرے پاس اختیار ہے کہ میں اس کا ہاتھ کاٹوں اور یہ بھی میرے لیے لائق ہے کہ میں اس پر کوئی اور حد جاری کر دوں باوجودیکہ اس میں چوری کی تمام شرائط مکمل طور پر موجود ہیں اور حالات اگر کچھ اور ہوتے تو وہ اسی کیس میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ ایسے قاضی کو ہم کافر نہیں کہتے۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول کفر دون کفر بولا جا سکتا ہے اور اگر اس قاضی نے چور کے لیے جیل کی سزائے تجویز کی تو یہ کفر ہے کہ اس نے اپنے فیصلے کو قانون بنالیا اور اس طرح (قانون ساز بن کر) خود کو اللہ کا شریک ٹھہرالیا۔

ابو بصیر: کیسٹ میں کچھ عربی الفاظ اور باتیں اور عبارات و کلمات ایسے مستعمل ہیں جو عام زبانوں میں بولے جاتے ہیں ان میں نحو کے قواعد کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہم نے ان کو بغیر کسی تبدیلی کے پیش کر دیا ہے۔

البانی: تم کس طرح میرا مواخذہ کرتے ہو؟ تم نے کچھ عبارات پڑھ رکھی ہیں ان کی تائید کرتے ہو اور میری بات کاٹنا چاہتے ہو مگر اس کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قاضی جس نے مظلوم کا حق ظالم کو دیدیا ہے کیا یہ اللہ کی اس شریعت کے مطابق فیصلہ ہے جو اللہ نے فرض کی ہے؟ اگر تم کہو گے کہ نہیں تو ہم موضوع کو اختتام کی طرف لیجائیں گے۔ اس کے بعد اگر تمہیں مناسب لگے کچھ کہنا تو کہہ دینا۔

ابو بصیر: شیخ کے ساتھ جو بھی بات کرتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ہاں یا نہیں میں جواب دے۔

البانی: یہ مسلمان اور قاضی جو عام طور پر بما انزل اللہ فیصلے کرتا ہے۔ایک فیصلہ بغیر ما انزل اللہ کر لیتا ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلمان اس قاضی کو شریعت کے خلاف ایک فیصلہ ہونے کی بنا پر کافر کہے میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کرنے والا کوئی ہو گا۔؟

ابو بصیر: یہ بات مطلقاً کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس سبب کو بیان کرنا ضروری ہے جس کی وجہ سے بغیر ما انزل اللہ فیصلہ کیا ہے اور وہ کیس و مقدمہ کون سا تھا جس میں بغیر ما انزل اللہ فیصلہ کیا ہے کیا اس کا تعلق توحید سے ہے یا نہیں؟اس طرح کی اہم تفصیلات سامنے آنے کے بعد یہ حکم لگایا جائے گا کہ اس کو کافر کہیں یا نہیں؟۔

شیخ سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب رحمہما اللہ فرماتے ہیں:حکم بغیر ما انزل اللہ سے متعلق آیت کے معنی کی تحقیق یہ ہے کہ اگر حکم بغیر ما انزل اللہ اصول میں ہے یعنی توحید اور شرک سے متعلق یا فروع میں ہے اور زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق نہیں تو یہ کفر حقیقی ہے اس کے ساتھ ایمان نہیں جیسا کہ عکرمہ رحمہ اللہ سے منقول ہو چکا ہے۔اور اگر کوئی شخص(بغیر ما انزل اللہ فیصلہ کرنے والا)دل سے اعتراف اور زبان سے اقرار کرتا ہو مگر ظاہری صرف فروع میں اس کے الٹ عمل کرے تو یہ ایسا کفر نہیں ہے جو ملت سے خارج کرتا ہے۔طاؤسa کہتے ہیں:حکم بغیر ما انزل اللہ فروع میں نہیں ہے جبکہ اس کے ساتھ اقرار اور محبت ہو تو یہ ملت سے خارج نہیں کرتا۔(کتاب توحید الاخلاق:141)

غور کرنا چاہیے کہ حکم بغیر ما انزل اللہ اصول میں اور فروع میں فرق ہے۔اصول سے مراد توحید اور فروع اس کے علاوہ ہیں۔توحید میں یہ حکم بغیر ما انزل اللہ کفر ہے جبکہ دوسرے میں شرط ہے کہ اقرار باللسان اور انقیاد قلب،محبت اور اللہ کے حکم کو پسند کرتا ہو اور پھر مخالفت کرے تو یہ پہلے والے کفر کی طرف کفر نہیں ہے۔

البانی: میں کہنا چاہتا ہوں کہ(یہی قاضی)کسی اور مقدمہ میں کسی اور سبب سے کرتا ہے اس طرح چلتے جائیں تو میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کفر اعتقادی ہے کفر ارتداد ہے یہ بات ہم کب تک دہرائیں گے پانچ مرتبہ۔دس مرتبہ سو مرتبہ........؟

ابو بصیر: کون سا سبب؟اس کی تفصیلات ہوں تو اس کی حیثیت کے مطابق اس پر شرعی حکم لگائیں گے کہ شریعت کی مخالفت میں فیصلہ کس وجہ سے کن حالات میں کیا ہے؟وہ کون سا سبب ہے جو شیخ نے بار بار بیان کیا ہے؟شیخ نے تو حکم بغیر ما انزل اللہ کے لیے کسی سبب کا ذکر نہیں کیا ہے۔پھر بھی کہتے ہیں کہ میں سو مرتبہ کہوں؟مطلب یہ ہے کہ معاملہ چوپٹ کھلا ہوا ہے اگر مخالفت ہزار مرتبہ ہو یہ اس کا حکم ہے جو ایک مرتبہ مخالفت میں واقع ہو گیا ہے۔یہ تقریر باطل ہے ہم اس پر درج ذیل تبصرہ کرتے ہیں۔

1 اس کلام میں تناقض ہے اس لیے کہ جو قاضی عام طور پر اکثر اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے کرتا ہے وہ سو اور ہزار مرتبہ بغیر ما انزل اللہ فیصلے کیسے کر سکتا ہے؟بلکہ اس سے بھی زیادہ مخالف شریعت فیصلے یہ کیسے فرض کر لیا جائے۔

2 جو شخص ایک مرتبہ معصیت کرتا ہے اس میں اور سو مرتبہ معصیت کرنے والے میں فرق ہے۔ اسی طرح انسان کے دل کی طہارت اور شریعت کی پابندی قوت ایمان کے لحاظ سے بھی فرق ہے جب کسی آدمی کی معصیات زیادہ ہو جاتی ہیں (خصوصاً اگر وہ کفری نوعیت کی ہوں) اور کبائر وصغائر ہر قسم کی ہوں اور اس کا ایمان کمزور ہو جائے معصیات اس کے دل پر چڑھ جائیں تو اس پر زنگ لگا دیتے ہیں پھر وہ معروف و منکر کی پہچان بھول جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ دلوں پر فتنے ایسے آتے ہیں جیسے چٹائی بکھر کر تنکا تنکا ہو جاتی ہے۔ جو دل ان فتنوں کو قبول کرلیتا ہے تو اس پر ایک نکتہ بن جاتا ہے اور جو دل اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے اس پر سفید نقطہ بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دو قسم کے دل ہو جاتے ہیں ایک سفید جسے کوئی فتنہ ضرر نہیں پہنچا گا جب تک زمین آسمان قائم ہیں اور دوسرا کالا سیاہ معروف منکر کی پہچان نہیں کر سکے گا صرف وہ جو اس کی خواہش اسے دیدے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ بن جاتا ہے اگر وہ گناہ ترک کر کے استغفار کرلیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر (ترک کرنے کے بجائے) دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس سیاہی میں اضافہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے پورے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر قرآن کی آیت میں ہے: ﴿كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ☆ المطففين: ١٤﴾ ”ان کے دلوں پر زنگ لگا دیا ہے ان اعمال نے جو یہ کر رہے ہیں۔“ اگر اس کے گناہ کفر کے درجے کو پہنچ جائیں تو ایمان چلا جاتا ہے البتہ ایک دروازہ کھلا رہتا ہے کہ یہ اس زنگ کو ختم کرے اور خالص کفر سے یہ غلطی کی وجہ سے کیے جانے والے کفر کے مرحلے پر آجائے۔ یہ مرحلہ خالص کفر کے درجے سے بہتر ہے۔ اب اگر یہ کفریہ عمل بار بار کیا جائے سینکڑوں مرتبہ کیا جائے تو اس شخص میں اور اس میں فرق ہو گا جو یہ کفریہ کام ایک مرتبہ کر چکا ہو۔ اگر دائرہ اسلام سے خارج کی صفت دونوں میں پائی جاتی ہے مگر توبہ، جزاء وسزاء کے لحاظ سے ان میں فرق ہو گا۔

3 معاصی اور چھوٹ اور انہیں معمولی سمجھنا بعض دفعہ بہت بڑی مصیبت کی طرف انسان کو لے جاتی ہے۔ جیسا کہ اہل علم کہتے ہیں گناہِ صغیرہ کو اہمیت نہ دینا اور کثیر تعداد میں ان کا ارتکاب کرنا اس مرتکب کو گناہ کبیرہ میں مبتلا کر سکتا ہے اور گناہوں کو اہمیت نہ دینے سے کفر تک بھی پہنچ جاتا ہے جیسا کہ (ابن ماجہ: 2720) میں ہے کہ: ہمیشہ شراب پینے والا بت پرست کی طرح ہے ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ یہ وعید اس آدمی کے لیے نہیں جو ایک یا دو مرتبہ شراب پئے۔ اس لیے کہ کسی گناہ پر مداومت عام طور پر اس لیے کی جاتی ہے کہ اس گناہ کو اچھا سمجھا جاتا ہے اور وہ اس کے ایسے تابع ہوتا ہے کہ کوئی اور اس طرح نہیں ہوتا۔ پھر یہ شخص اس چیز کی بنیاد پر ہی دوستی و دشمنی کرتا ہے۔ اس کا دفاع کرتا ہے۔ یہ گناہ یا منشیات اس کی زندگی کا لازمہ بن جاتی ہیں۔ جب کسی آدمی کی مداومت اس حد تک پہنچ جائے تو پھر یہ حدیث اس پر محمول ہو گی اور اسے کافر خارج عن الملۃ قرار دے گی۔ اسی طرح زانی جب ایک مرتبہ زنا کرتا ہے تو اسے ندامت ہوتی ہے گناہ کا شدید احساس ہوتا ہے اگر وہ دوبارہ سہ بارہ زنا کرے تو یہ احساس گناہ کم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ احساس گناہ کم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ یہ احساس

رفتہ رفتہ ختم ہو جاتا ہے اور پھر شرمندہ ہونے کے بجائے یہ بار بار زنا کرنا اس کے سرور کا ذریعہ بن جاتا ہے اور سے اچھا سمجھنے لگتا ہے اور پھر اس کو گناہ سمجھنے کے بجائے شخصی آزادی اور ایسا حق سمجھنے لگتا ہے جس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے اس طرح وہ صریح کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو بغیر ما انزل اللہ فیصلہ کرتا ہے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ اور اللہ کے حکم کی بے توقیری بھی کرتا ہو غیر اللہ کے حکم کو اچھا سمجھتا ہو اس کی مخالفت کی جراءت کرتا ہو اللہ کے حکم کو ماننے و تسلیم کرنے میں کمزور واقع ہوا ہو۔ تو یہ لوگ کسی بھی لحاظ سے برابر نہیں اللہ کے حکم کی مخالفت زیادہ کرنے والا کفر کے زیادہ قریب ہے بنسبت دوسرے کے اگرچہ وہ اس میں مبتلا نہ بھی ہو۔

4 جو شخص ظاہر میں ما انزل اللہ پر فیصلہ نہیں کرتا اکثر اس پر غیر اللہ کا حکم غالب رہتا ہے تو وہ باطن میں اللہ کے حکم کے تابع نہیں ہوتا اس کے اندر اللہ کے حکم کی محبت نہیں ہوتی۔ ظاہر کا بگاڑ باطن کی خرابی کی دلیل ہے اگر باطن صحیح ہوتا تو ظاہر بھی صحیح ہوتا۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں آتا ہے۔ یاد رکھو جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح رہے تو پورا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ یاد رکھو وہ دل ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ ہم فرض کر لیں کہ اگر ظاہر صحیح نہیں بھی تو باطن اللہ کے حکم پر ایمان رکھنے والا مطیع فرمانبردار رہے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (فتاویٰ: 120/14) میں لکھتے ہیں: جو یہ کہتا ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہے ان سے محبت کرتا ہے دل سے ان کی تعظیم کرتا ہے مگر زبان سے ایک مرتبہ بھی اسلام کا نام نہیں لیتا نہ ہی بغیر خوف کے اسلام کے واجبات پر عمل کرتا ہے یہ شخص باطن میں مومن نہیں ہو سکتا۔ یہ کافر ہے جہم اور اس کے ہم خیال کہتے ہیں کہ ایسا شخص باطن میں مومن ہے صرف دل کی معرفت و تصدیق ایسا ایمان ہے جو قیامت میں ثواب کا ذریعہ بنے گا اگرچہ ظاہری قول و عمل نہ بھی ہو مگر یہ شرعاً وعقلاً باطل ہے۔ وکیع، احمد وغیرہما سلف نے اسے کافر کہا ہے۔ اب وہ شخص جو حکم بغیر ما انزل اللہ ہزار بار کرتا ہے اور اپنے ظاہر میں حکم بما انزل اللہ کی اتباع نہیں کرتا اپنی عمومی زندگی جبکہ دوسرا آدمی ایک دو مسئلوں میں ایسا کرتا ہے تو ان دونوں میں فرق ہے تاویل و تحسین ظن کا دائرہ اس کے لیے وسعت رکھتا ہے۔

البانی: میں جب یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس کا یہ حکم اسے کفر ارتداد میں لے جاتا ہے یہ صرف کفریہ عمل نہیں ہے تو اس وقت تب اس کے لیے ضروری ہے کہ جو کچھ اس کے دل میں ہے وہ ظاہر ہو اس کا یہ حکم اس قابل نہیں کہ کہا جائے کہ یہ کفر ارتداد ہے باجودیکہ یہ اللہ کے نازل کردہ میں سے ہے۔

ابو بصیر: غور کریں کہ کس طرح شیخ نے کفر کو صرف دل تک محدود رکھا اور کفر عملی ظاہر جتنا بھی صریح ہو اسے وہ ملت سے خارج کرنے والا کفر نہیں سمجھتے یہی جہم اور اس کے مرجئہ متبعین کا قول ہے جنہوں نے کفر کو دل اور اعتقاد تک محدود و منحصر رکھا ہے یہ قول ایک لحاظ سے شرعی قواعد کا ردّ ہے اس لیے کہ شرعی نصوص میں کفر و ایمان میں ظاہری اعمال کو معتبر مانا گیا ہے اور ظاہر و باطن کے تعلق کو اعتبار حاصل ہے۔ ہم شیخ کے اس کلام پر درج ذیل رائے دے سکتے ہیں۔

1 موجودہ دور کے طاغوتی حکمران جن کا شیخ بہت زیادہ دفاع کر رہے ہیں ان سے یہ قول سرزد ہو چکا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید کفر کا اظہار ہو چکا ہے مثلاً اللہ کی شریعت کو رجعیت والی شریعت کہنا۔ انسانوں کو پیچھے کی طرف لیجانے والی شریعت کہنا ۔زمانے کی ضروریات پوری نہ کرسکنے والی قرار کہنا اور مذہب کو قوموں کے لیے نشہ قرار دینا اور یہ کہنا کہ ملکی سیاست میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے والوں کی ظلم اندھیروں کی طرف دعوت دینے والے کہنا۔ کہ یہ لوگ دنیا کو واپس اندھیروں کی طرف لے جانا چاہتے ہیں ایسے عہد کی طرف لے جانا چاہتے ہیں جس میں چور کے ہاتھ کاٹے جائیں شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے۔ اس طرح کی صریح کفریہ باتیں کرتے ہیں جنہیں ہم سنتے رہتے ہیں۔ یہ صرف ان لوگوں سے پوشیدہ ہیں جس کی بصارت وبصیرت دونوں پر پردے ڈال دیئے ہوں اور بہانہ بنایا ہو کہ مجھے تو موجودہ دور کے بارے میں معلومات ہی نہیں یہ لوگ تو ان جدید معلومات کو بدعات کہتے ہیں۔[10] سوال یہ ہے کہ آپ ان کی تکفیر سے کس بنیاد پر رکے ہوئے ہیں اور ان کا دفاع کیوں کر رہے ہیں ان کے لیے اتنی لمبی چوڑی تاویلیں کیوں کرتے ہیں وہ تو تکفیر کے لیے آپ کی شرطیں بھی پوری کر چکے بلکہ ان سے بھی کئی گنا آگے جا چکے ہیں۔

2 حکام کے کفر کو کفر ارتداد واعتقاد میں معین لفظ کے ساتھ مقید کرنا اور یہ کہنا کہ اللہ کا حکم واضح نہیں ہے یہ دراصل اللہ پر بہتان ہے اور لاعلمی میں اللہ کے دین میں اضافہ ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کسی حاکم کا بغیر ما انزل اللہ فیصلہ کرنا کفر اعتقاد ہے ملت سے خارج کر دینے والا ہے اور اس کی چند اقسام ہیں :

1 یہ کہ بغیر ما انزل اللہ حاکم اللہ و رسول کے دین کے زیادہ حق دار ہونے سے انکار کر دے[11] یہی معنی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جسے ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پسند کیا ہے کہ انکار سے مراد ہے اللہ نے جو حکم شرعی نازل کیا ہے اس کا انکار اس مسئلے میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے ان کے ہاں جو ثابت شدہ اصول ہیں جن پر اتفاق ہو چکا ہے وہ یہ ہے کہ جس نے دین کے کسی اصول یا متفقہ فروعی مسئلے کا انکار کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لائے ہیں اور وہ قطعی ثابت ہو اس میں سے کسی مسئلے کا انکار کیا تو یہ کافر ہے ملت سے خارج ہے۔

---

10 محمد شقرہ اپنی کتاب ''ھی السلفیہ'' میں لکھتے ہیں: موجودہ دور کی فقہ جس کے گرد کچھ داعی منڈلاتے ہیں یہ صرف فقہ کی بقایاجات ہیں اگر ہم اسے علمی قرار دیں اگر ان کی تعریف کرنی پڑے بلکہ یہ تو صرف وہ معلومات ہیں جس کو موجودہ دور کی ثقافت اپنانے والوں نے پسند کیا ہے۔ شیخ کا رسالہ ''فقہ الواقع'' بھی دیکھیں۔

11 پہلے گزر چکا ہے کہ انکار ظاہر سے ہوتا ہے باطن سے نہیں ہوتا جیسا کہ کفار کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے: وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا۔ (النمل:۱۴) انہوں نے ظلم وسرکشی کی وجہ سے انکار کر لیا تھا۔ اس کے کفر میں کسی کو اختلاف نہیں۔ جہمیہ عصر جو کہتے ہیں کہ وہ انکار کافر بناتا ہے وہ صرف دل سے ہوتا ہے تو یہ ان کی بات باطل ہے صحیح نہیں ہے۔

2 بغیر ماانزل اللہ فیصلہ کرنے والا اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم حق ہے مگر یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ کسی اور کا حکم ان کے حکم سے بہتر ہے زیادہ مکمل ہے لوگوں کی نئی نئی ضروریات کو پورا کررہا ہے جو زمانے کے ساتھ ساتھ پیدا ہورہی ہیں اور حالات جنہیں سامنے لارہے ہیں۔ یہ بھی کفر ہے۔[12]

3 ایک آدمی نہ تو غیر اللہ کے حکم کو اللہ کے حکم سے بہتر جانتا ہے نہ برابر مگر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف حکم جائز ہے تو یہ بھی پہلے والے کی طرح ہے (یعنی کافر ہے)

4 سب سے زیادہ عام واضح اور بڑا کفر ہے وہ ہے شریعت اسلامی سے عناد رکھنا اور اللہ ورسولe کی نافرمانی و مخالفت اور ان کے احکام کو کمتر سمجھنا اور شرعی عدالت کی ہر طرح مخالفت کرنا اسے ختم کرنے کی کوشش کرنا جس طرح بھی ممکن ہو اس کے لیے مختلف وسائل و ذرائع استعمال کرنا۔ جس طرح شرعی عدالتوں اور فیصلوں کے مراجع ہیں مثلاً قرآن و سنت اسی طرح ان (غیر شرعی) عدالتوں کے بھی مراجع ہیں جو مختلف قوانین سے مرتب ہیں مثلاً فرانسیسی، امریکی اور برطانوی قوانین یہ عدالتیں بہت سے اسلامی ممالک میں موجود ہیں ان کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں لوگ جوق در جوق ان کی طرف آتے ہیں۔ ان میں بیٹھے ہوئے جج کتاب و سنت کے خلاف ان (غیر اسلامی) قوانین کے مطابق فیصلے کرتے ہیں ان کو لوگوں پر لازم قرار دیتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کفر کیا ہو سکتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کے معارض کام اور کیا ہو گا۔

5 جیسا کہ بہت سے قبائل کے سردار اور پنچایتوں کے سرپنچ اپنے باپ دادا کے رسوم ورواج اور عادات کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اور ان کو اپنی روایات قرار دیتے ہیں یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا ہے اسی طریقے پر جھگڑے نمٹائے جاتے ہیں جاہلیت کے احکام پر کاربند رہتے ہیں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے روگردانی کرتے ہیں۔ (رسالہ تحکیم القوانین)

میں کہتا ہوں: مختلف قسم کے کفریہ عقائد میں مبتلا دور حاضر کے طواغیت کی حقیقت پر جو بھی غور کرے گا تو وہ جان لیگا کہ ان میں وہ تمام چھ صفات مکفرہ موجود ہیں جنہیں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے بلکہ یہ ان سے بھی ایک قسم کا کفر زیادہ کررہے ہیں جو ملت سے خارج کر دینے والا ہے وہ ہے ان لوگوں کا شریعت کی توہین کرنا اس کو کم تر سمجھنا اس کا مذاق اڑانا اپنے اسمبلی اجلاسوں میں شرعی احکام پر آوازیں کسنا، اور اس کے ساتھ استہزاء ہے۔[13] ایک اور قسم بھی ہے وہ یہ کہ جو شخص ان

---

[12] یہ جو کفر ہے غیر اللہ کے قوانین کو اللہ ورسول کے قوانین سے بہتر سمجھا جائے۔ اس میں دور حاضر کے طواغیت واضح طور پر مبتلا ہیں جو کسی سے مخفی نہیں کہ یہ لوگ جمہوریت کی تعریف کرتے ہیں اور اسے تمام دیگر نظامہائے زندگی سے بہتر سمجھتے ہیں (چاہے اللہ کا حکم ہی کیوں نہ ہو) موجودہ دور کے تعلیمی ادارے اس بات کی گواہی دیتے ہیں ہر خاص وعام اس سے واقف ہے۔

[13] یہ جو کفر ہے غیر اللہ کے قوانین کو اللہ ورسول کے قوانین سے بہتر سمجھا جائے۔ اس میں دور حاضر کے طواغیت واضح طور پر مبتلا ہیں جو کسی سے مخفی نہیں کہ یہ لوگ جمہوریت کی تعریف کرتے ہیں اور اسے تمام دیگر نظامہائے زندگی سے بہتر سمجھتے ہیں (چاہے اللہ کا حکم ہی کیوں نہ ہو) موجودہ دور کے تعلیمی ادارے اس بات کی گواہی دیتے ہیں ہر خاص وعام اس سے واقف ہے۔

سے مطالبہ کرتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرو تو یہ اس سے لڑتے ہیں ایک اور قسم ہے کہ یہ لوگ اللہ کی شریعت پر عمل کرنا پسند نہیں کرتے اور یہ کام کفر ہے ملت سے خارج کرنے والا ہے اگرچہ اعتقاد و جحود کے بغیر ہی ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (محمد:۸-۹)

جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے ہلاکت ہے اور ان کے اعمال برباد کر دیئے یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ (دین) سے نفرت کی تو ان کے اعمال باطل کر دیئے۔

ان کے اعمال کے برباد ہونے کی وجہ شریعت سے ان کی نفرت بنی۔ فرمان ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ (محمد:۲۵-۲۶)

جو لوگ مرتد ہو گئے اور ہدایت واضح ہونے کے بعد شیطان نے ان کے لیے مزین کیا اور انہیں امید دلائی یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ سے نفرت کرنے والوں کو کہا کہ ہم بعض باتوں میں تمہارا کہا مانیں گے۔

یہ لوگ اس وجہ سے کافر و مرتد ہوئے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ دین سے نفرت کرنے والوں کو کہا کہ ہم تمہاری کچھ باتیں مانیں گے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دین سے نفرت کرنے والے بدرجہ اولیٰ کافر ہیں اور بڑے کافر ہیں۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسلام کے بڑے منافی امور دس ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت میں سے کسی حکم سے نفرت کرے (اگرچہ اس پر عمل کرتا ہو) یہ بالاتفاق کفر ہے اس پر دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ "یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ سے نفرت کی تو ان کے اعمال برباد کر دیئے۔" اگر ان حکام کو اللہ کے دین سے محبت ہوتی (جو کہ ایمان کی شرط ہے) تو یہ اس کی اتباع کرتے اس پر عمل کرتے مگر جب اتباع و عمل نہیں ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے دل میں محبت کے بجائے دین سے نفرت موجود ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ☆ آل عمران:۳۱﴾ "ان سے کہہ دو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔" کفر کی تمام صفات ان میں مکمل طور پر موجود ہیں ہر شخص ان صفات کو دیکھ سکتا ہے مگر اس کے باوجود موجودہ دور کے جہمیہ کو ان کا کفر نظر نہیں آرہا ہے۔ اور یہ ان کے لیے مسلسل تاویلات کر رہے ہیں اس لیے کہ یہ اب تک ان حکمرانوں میں جھانک کر نہیں دیکھ سکے ہیں کہ ان میں کفر ہے یا نہیں؟ ان تمام گزارشات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیخ کا یہ نظریہ باطل ہے کہ حاکم کے کفر کے لیے کفر اعتقاد و ارتداد ضروری ہے یعنی یہ کہ وہ

یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ کا حکم اس دور کے ساتھ مناسب نہیں یا اس میں صلاحیت نہیں اور یہ بات حاکم صراحت کے ساتھ کہے ۔اس کے علاوہ دیگر کافر بنا دینے والے امور کی توجہ نہیں دی۔اس شرط پر ہمارا یہ بھی سوال ہے کہ شیخ آپ اس حاکم کے بارے میں کیا کہیں گے جو یہ بات تو صراحت سے کہہ دے جسے آپ حاکم کے لیے کفر سمجھتے ہیں مگر مذاق میں کہے یا اہل حق سے عناد کی بنا پر کہے اور دل میں اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو؟۔اگر آپ کہتے ہیں کہ وہ کافر ہے تو آپ نے کافر بنانے والے عمل کے بغیر کافر بنا دیا اور ظاہر کو تکفیر کا سبب بنا دیا جو کہ بغیر اعتقاد کے ہے اگر آپ کہتے ہیں کہ وہ کافر نہیں ہے اس لیے کہ اس کا عقیدہ صحیح ہے تو آپ نے یہ کیسے معلوم کر لیا کہ اس کا عقیدہ صحیح ہے؟اس لیے کہ ظاہری عمل کو تو آپ باطن پر دلیل نہیں مانتے۔؟

البانی: ہم وہ بات دوبارہ نہیں دہراتے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص جس نے ایک نظام اپنایا ہوا ہے اور اس کو لوگ کفر ارتداد کہتے ہیں یہ اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے اس نظام کے اپنانے کے عمل کو اس بات کی دلیل بنا لیا ہے کہ اس شخص کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ اسلام میں صلاحیت نہیں ہے۔

ابوبصیر: پھر غور فرمائیں کہ شیخ نے حاکم کے کفر کی علت اس بات کو بنایا ہے کہ وہ اس بات کی صراحت کرے کہ اسلام میں صلاحیت نہیں ہے (یا اس دور کے لیے اسلام مناسب نظام نہیں ہے) اگر حاکم سے یہ بات ثابت نہ ہو تو اس کے لیے گنجائش ہے اور تاویل اس کو یہ گنجائش فراہم کرتی ہے کہ وہ کتنا ہی صریح کفر کا اظہار کر دے۔علماء کے اقوال پہلے گزر چکے ہیں حکم بغیر ما انزل اللہ کے کفر کی نوعیت کیا ہے؟ یہ کفر اکبر ہے اور یہ اقوال شیخ کی بات کے مخالف ہیں۔ان اقوال کو دوبارہ لکھنا بے فائدہ ہے۔

البانی: میں کہتا ہوں اگر ان کا فیصلہ اور استنباط صحیح ہے تو پھر یہ صحیح فیصلہ ہے اور کفر اعتقادی کے مطابق ہے تب حکم کا مدار اور کفر و کفر میں فرق اس طرح ہو گا کہ ہم دل کو دیکھیں گے اگر دل مومن ہے اور عمل کافر تو ایسی صورت میں دل میں موجود عمل کو عمل پر تغلب حاصل ہو گا۔

ابوبصیر: ہم دل کو کیسے دیکھ سکتے ہیں جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے: نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مجھے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں نقب لگاؤں اور ان کے پیٹ چیر کر دیکھوں اسی طرح بخاری میں عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا قول ہے: نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں لوگوں کا مواخذہ وحی کے ذریعے سے ہوتا تھا اور اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اب ہم تم لوگوں کا مواخذہ تمہارے اعمال کی بنیاد پر کریں گے اگر کسی نے اچھے اعمال کا مظاہرہ کیا تو ہم اسے امن دیں گے اپنے قریب کریں گے ہمیں اس کے باطن سے کوئی غرض نہیں ہے اس کے باطن کا حساب اللہ کے پاس ہے۔اور جس نے برے اعمال کا مظاہرہ کیا ہم اسے امن نہیں دیں گے اس پر بھروسہ نہیں کریں گے اس کی تصدیق نہیں کریں گے اگرچہ وہ کہتا پھرے کہ میرا باطن اچھا ہے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (الصارم:340) میں لکھتے ہیں: ایمان اور نفاق کی و بنیاد دل میں ہوتی ہے اور جو قول و عمل ظاہر ہوتا ہے یہ اس بنیاد کی شاخ ہے۔اور اس بنیاد پر دلیل ہے۔جب کسی شخص سے کسی قول و عمل کا اظہار ہوتا ہو تو اسی پر حکم مرتب ہو گا۔ایک

اور لحاظ سے دیکھیں تو دلوں کے راز جاننا علام الغیوب کی خصوصی صفت ہے یہ آپ کی یا کسی اور انسان کی خصوصیت نہیں ہے ہر انسان کو اپنی حدود معلوم ہونی چاہئیں اور ان تک ہی محدود رہنا چاہیے۔ یہ کیسے اعتبار کریں گے کہ دل مومن ہے اور ظاہری عمل کافر ہے جبکہ شرعی نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ باطن کا ظاہر سے تعلق ہے اور کفر اور ایمان میں ایک دوسرے پر یہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگر دل مومن ہے متبع ہے اپنے خالق سے محبت کرنے والا ہے تو اس کے اثرات اعضاء پر ظاہر ہوں گے ان میں مخالفت ناممکن ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر دل میں معرفت و ارادہ ہو گا تو یہ جسم تک ضرور سرایت کرے گا یہ ناممکن ہے کہ دل و جسم میں مخالفت ہو اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہوتا ہے تو سارا جسم صحیح ہوتا ہے اور جب وہ ٹکڑا بگڑ جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے وہ دل ہے۔ جب دل صالح ہو اس میں ایمان ہو علم ہو قلبی عمل ہو تو جسم قول ظاہر اور عمل مطلق کی وجہ سے صالح ہو گا جیسا کہ ائمہ حدیث نے کہا ہے قول اور عمل؟۔ قول باطن و ظاہر ہوتا ہے اور عمل باطن و ظاہر ہوتا ہے۔ ظاہر باطن کے تابع ہوتا ہے جب باطن صالح ہو گا ظاہر بھی صالح ہو گا جب باطن بگڑ جائے گا ظاہر بھی بگڑ جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کہا ہے نماز میں فضول حرکات کرنے والے کا دل اگر خشوع کر رہا ہوتا تو اس کے اعضائ بھی کرتے۔ کہتے ہیں: جب دل میں اس کی تصدیق اور محبت ہو تو ضروری ہے کہ جسم اس کے مطابق حرکت کرے اقوال و اعمال ظاہرہ اس کے مطابق ہوں۔ بدن سے جو اقوال و اعمال کا ظہور ہوتا ہے وہ دل میں موجود جو کچھ ہوتا ہے اس کا اثر ہے اور اس میں اثر کرتا ہے ظاہر و باطن ایک دوسرے میں اثر کرتے ہیں لیکن دل بنیاد ہے اصل ہے اور بدن فرع ہے۔ فرع اصل سے شاخ جڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ نے کلمہ ایمان کی مثال درخت سے دی ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ، تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا (ابراھیم:۲۵)

پاکیزہ کلمہ کی مثال عمدہ درخت کی سی ہے جس کی جڑ مضبوط ہو اور شاخیں آسمان کو چھو رہی ہوں اور اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دے رہا ہو۔

کلمہ سے مراد کلمہ توحید ہے درخت مضبوط ہوتا جاتا ہے اس کی شاخیں بھی مضبوط ہوتی ہیں اور جب شاخوں پر بارش گرتی ہے تو ان کی نمی کا اثر جڑوں پر بھی ہوتا ہے۔ جب ظاہری اقوال و اعمال باطنی اقوال و اعمال کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں تو پھر یہ ظاہری اقوال و اعمال باطنی پر دلیل بھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلۃ:۲۲)

آپ ایسی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور پھر وہ اللہ ورسول (ﷺ) کے دشمنوں سے محبت رکھے اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی یا دیگر رشتہ دار ہوں۔ ان کے دلوں میں ایمان پختہ کر دیا گیا ہے اور اپنی طرف سے روح کے ذریعے ان کی تائید کی ہے (اللہ نے)۔

اس آیت میں اللہ نے بتایا ہے کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اللہ ورسول کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرتا بلکہ ایمان خود اس دوستی کے منافی و معارض ہے۔ (الفتاویٰ: 7/781)

جب یہ معلوم ہو گیا کہ شیخ ایمان کے مسئلے میں جہم کا قول بول رہے ہیں اور اسے مضبوط کر رہے ہیں تو پھر اس بات پر تعجب نہیں رہا کہ وہ یہ کہیں کہ ظاہری طور پر شریعت کی واضح مخالفت ہی کیوں نہ ہو۔

البانی: دل میں جو کچھ ہے اگر عمل اس کے مطابق ہو یعنی وہ شریعت کے حکم کا اقرار نہ کرے یا تو زبان قال کے ساتھ یا زبان حال سے یعنی جب مافی الضمیر کو یا زبان قال سے بیان کیا جاتا ہے یا زبان حال سے جب قلبی کفر کو زبان قال سے بیان کرے تو پھر تو بات ہی ختم ہے مگر جب زبان حال سے تو اس میں پھر بحث کی گنجائش ہوتی ہے اب اس تفصیل کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔؟

ابو بصیر: معلوم ہوتا ہے شیخ کفر قلبی پر دلالت کے لیے زبان قال کو شرط قرار دیتے ہیں تو اس بنیاد پر پھر کوئی بھی تصریح جو کفر پر زبان قال سے کی جائے وہ قلبی کفر پر معتبر دلیل نہیں ہے۔ جب تک اس کے ساتھ اعتقاد کفرِ قلبی کی صراحت نہ ہو اس کے علاوہ اگر ہے تو پھر تاویل کا میدان وسیع ہے جتنا بھی صریح کفر کرے اگر کوئی شخص اللہ اور رسول ﷺ کو گالی دے تو یہ کفر نہیں ہوگا جب تک اس کا مرتکب واضح طور پر نہ کہہ دے کہ میں دل سے گالی دینے کا ارادہ رکھتا ہوں اس کا ردّ پہلے گزر چکا ہے اس پر تفصیل سے بات ہو چکی ہے۔ شیخ اور ان کے متبعین جہمیہ و مرجئہ کے نزدیک زبان حال میں اختلاف و بحث کی گنجائش ہے اس لیے کہ شیخ کے نزدیک زبان حال اس بات کی استطاعت نہیں رکھتی کہ شیخ کی شرط مکمل کر دے یعنی یہ کہ کفر قلبی پر واضح اور صریح دلالت کرے اسی لیے ان کے نزدیک زبان حال میں بحث اور اس میں تاویل اور اصل معنی سے انصراف کی بھی گنجائش موجود ہے۔ جتنا بھی ظاہر کفر صریح پر دلالت کرتا ہو۔ ان کے نزدیک تکفیر کے لیے کفر کا صرف دل میں موجود ہونا ضروری ہے اس طرح تو کفر پر صریح دلالت نہیں کرتا تو ان کے نزدیک وہ کفر نہیں ہے شیخ نے جس تفصیل کی بات کی ہے اس میں ہم نے دیکھا ہے کہ وہ صرف جہم اور مرجئہ کے عقیدہ ایمان کو بنیاد و مضبوطی فراہم کرنا ہے جنہوں نے ایمان کو صرف دلی اعتقاد تک محدود و منحصر رکھا ہے عمل کے بغیر تو ان پر لازم آتا ہے کہ یہ کفر کو بھی دلی تکذیب تک محدود رکھیں۔ شیخ صاحب سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ اپنے اور اپنے سامعین کے بارے میں اللہ کا خوف کریں۔ کہ ان کے سامعین بہت زیادہ ہیں اور وہ بلا سوچے سمجھے ان کی رائے کو اپناتے ہیں جو بھی ان کی زبان سے ادا ہوتا ہے صحیح ہو یا غلط یہ سامعین انہیں صحیح عقل و نقل پر، پرکھتے بھی نہیں۔

البانی: گزشتہ تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے بتایا کہ کفر عملی کبھی کفر اعتقادی ہوتا ہے اس کے لیے کفر اعتقادی کے ساتھ ربط ضروری ہے۔ کفر عملی کو کفر اعتقادی کی طرح قرار دینا یعنی مرتد کہنا جبکہ دل مومن ہو یہ اسلام میں نہیں ہے۔ اب آپ بتائیں۔

ابو بصیر: پہلے گزر چکا ہے کہ ایک کفر ایسا ہے جو اعتقاد کے بغیر ہوتا ہے اگرچہ اعتقاد کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے وہ کفر بذاتہ شمار ہوتا ہے جیسے (دین کے ساتھ) استہزاء یا دین کا مذاق اڑانے والوں کی مجلس میں بیٹھنا، گالی دینا دین کو یا اس میں عیب نکالنا، اعراض کرنا، تحاکم الی الطاغوت۔ ترک نماز۔ بت کو سجدہ کرنا وغیرہ جن کی تفصیل اور دلائل پہلے گزر چکے ہیں۔ ایسا اعتقاد قلبی جو تکذیب کے منافی ہو اور ایسا ایمان جو قیامت میں نفع دے ان دونوں میں فرق ہے۔ جس طرح کہ کفر ظاہر جو اعتقاد و تصدیق پر اثر کرتا ہے اس میں اور اس ایمان پر اثر کرنا جو جنت میں لے جانے والا ہے میں فرق ہے۔ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ظاہری واضح کفر جو ملت سے خارج کرنے والا ہے وہ مرتکب سے وہ ایمان ختم کر دیتا ہے جو آخرت میں نفع بخش ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُکَ وَ لَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ☆ الزمر: ۶۵﴾ ''اگر آپ نے شرک کر لیا تو آپ کے عمل باطل ہو جائیں گے اور آخرت میں نقصان اُٹھانے والے ہوں گے۔'' اور فرمان ہے: ﴿وَ لَوۡ اَشۡرَکُوۡا لَحَبِطَ عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ☆ الانعام: ۸۸﴾ ''اگر انہوں نے شرک کر لیا تو ان کے اعمال برباد ہو جائیں گے۔'' یہ کفر ظاہر جو ملت سے خارج کرنے والا ہے کیا اس کے لیے ضروری ہے کہ دل کے ساتھ اس کا تعلق ہو؟ یا دل سے تصدیق کی نفی کرتا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے اسی بات پر اختلاف و بحث ہے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ یہود وغیرہ مشرکین نے نبی e کی نبوت کا کفر کیا ظاہری طور پر باوجودیکہ وہ باطن میں تصدیق کرتے تھے اور دل میں ان کی رسالت کا اقرار کرتے تھے اور اپنے رب کے پاس سے جو شریعت وہ لائے تھے اس کو حق مانتے تھے مگر ظاہری طور پر تسلیم کرنے میں جو رکاوٹ تھی وہ حسد۔ غیرت اور تکبر تھا۔ اب کفر ظاہر کا ایمان پر اثر اور اعتقاد و تصدیق پر اثر دونوں باتوں کو باہم خلط کرنا تلبیس و تضلیل ہے۔ حقائق کو مسخ کرنا ہے۔ مگر جو لوگ توحیدی حقیقت سے واقف ہیں انہیں دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔

سامی: ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ایک کفر عملی ایسا ہے جو ملت سے خارج کرتا ہے چاہے وہ اعتقادی طور پر مومن ہو یا نہ ہو۔

ابو بصیر: اس طرح کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ مومن ہو یا نہ ہو بلکہ صحیح بات اس طرح کہنی چاہیے تھی کہ چاہے یہ کفر اس کے دل میں ہو یا نہ ہو۔ اس لیے کہ ظاہری کفر اور دلی ایمان کا اکھٹے ہونے کا تصور نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ ظاہر و باطن میں تعلق ہوتا ہے اور دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

سامی: اس بارے میں ہمارے پاس سلف سے دلائل ہیں جن میں سے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی میں لکھا ہے۔

البانی: ہمیں دلائل بتائیں۔

ابو بصیر: شیخ نے بات پوری نہیں کرنے دی، کاٹ دی، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ایمان و توحید کے مسائل دلائل کے بغیر بیان کرتے تھے۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ انہوں نے جو بات کی ہے وہ حق ہے تو ہمیں اس کو اپنانا چاہیے اور اگر نہیں تو ردّ کرنا چاہیے خاص کر ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے ان علماء میں شمار ہوتے ہیں جن کا امّتِ مسلمہ پر بہت احسانات ہیں۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان چند افراد میں سے ہیں جن کی رائے کو شیخ بھی اہمیت و ترجیح دیتے ہیں پھر کس بات کی وجہ سے یہ لوگ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے استشہاد کرتے ہیں اور ان کے اقوال کو دلیل کے طور پر لاتے ہیں جہاد، ایمان، توحید، امر بالمعروف نہی عن المنکر وغیرہ میں اور ان کے علم کی ناقدری بھی کرتے ہیں؟ ان سے چشم پوشی کرتے ہیں؟ ان کی شان کم کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ موجودہ مسئلہ میں شیخ نے کیا ہے۔ شیخ ایک عجیب کام یہ کرتے ہیں کہ ایمان کے مسئلے میں الغزالی، ابن رشد اور فخر الدین رازی سے استشہاد کرتے ہیں حالانکہ ان پر کلام ہے جیسا کہ شیخ نے کتاب "السلفی الاثری احکام التقریر فی مسائل التکفیر" میں کیا ہے یہ اس لیے کرتے ہیں کہ ان اقوال میں اپنے مذہب کی تائید پاتے ہیں اس کے مقابلے پر ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سنت و توحید کے علمبر داروں سے چشم پوشی کرتے ہیں جن کا اس مسئلہ ایمان میں مضبوط و مشہور تسلیم شدہ موقف ہے سوائے چند مقامات کے کہ وہاں انہوں نے ان کی عبارتیں اور اقوال اپنے مقاصد کے لیے پیش کیے ہیں۔

سامی: (دلیل دیتے ہیں) ﴿يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَ لَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ☆التوبة:٧٤﴾ "یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا ہے۔"

ابو بصیر: شیخ نے سامی کی بات پوری نہیں ہونے دی۔

البانی: مجھے اپنی بات دہرانے کی اجازت دیں میں نے ابھی کہا تھا کہ کفر اعتقاد جس کا مرکز دل ہے اس پر دلالت یا تو زبان قال سے ہوتی ہے یا زبان حال سے۔ آپ نے آیت ﴿وَ لَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ☆التوبة:٧٤﴾ سے دلیل لی ہے۔ حالانکہ یہ تو ہماری دلیل ہے۔

ابو بصیر: آیت شیخ کے خلاف دلیل ہے ان کی حمایت کی نہیں اس لیے کہ شیخ نے قید لگائی ہے کہ زبان کفر قلبی پر دلالت کرے زبان اس پر دلیل نہیں بن سکتی آیت میں معمولی سا بھی اشارہ دل یا دلی اعتقاد کی طرف نہیں ہے۔ نہ اللہ نے یہ فرمایا ہے انہوں نے دلی اعتقاد رکھا تھا۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ انہوں نے کفریہ بات کی ہے اور اس کی بنا پر ہی وہ اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں آیت کے شان نزول کے بارے میں کچھ بھی کہا جائے کلمۂ کفر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے اور دین میں طعن کرنے سے بڑھ کر کچھ نہیں ہو سکتا۔ قشیری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: کلمۂ کفر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا اور اسلام میں عیب نکالنا ہے اور ﴿كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ﴾ سے مراد ہے کہ ان پر اسلام کا حکم لگ چکا تھا۔ (اس کے بعد وہ کافر ہوئے)۔ (قرطبی: 8/206)

جبکہ شیخ نبی ﷺ کو گالی دینے کو کفر نہیں سمجھتے جب تک کہ زبان سے گالی دینے والا یہ نہ کہہ دے کہ میرے دل میں کفر ہے اور میں دلی طور پر گالی دینا چاہتا تھا آیت میں یہ بات کہاں ہے کہ یہ شیخ کے لیے دلیل بن جائے۔ البتہ ان کے خلاف دلیل ضرور بن رہی ہے۔

سامی: اللہ نے اس بات کی وضاحت نہیں کی کہ ان (کلمۂ کفر کہنے والوں) نے اس کام کو حلال جانا یا حلال نہیں جانا بلکہ مطلقاً ذکر کیا ہے۔

البانی: اللہ تمہیں ہدایت دے کہ تمہیں عربی زبان میں مہارت نہیں ہے کسی آدمی کے ایمان کا فیصلہ کس بنیاد پر کیا جائے گا اس کی باتوں کی بنیاد پر نہیں ہو گا۔؟

ابو بصیر: ایمان کے بجائے یہاں اسلام کا لفظ استعمال کرنا صحیح ہے اس لیے کہ منافق بعض دفعہ ایسی بات کرتا ہے جو اس کے مسلمان ہونے کی دلیل ہوتا ہے اور اس کی جان محفوظ ہو جاتی ہے مگر اس میں وہ ایمان داخل نہیں ہوتا جو قیامت میں اس کے لیے نفع بخش ہو آخرت میں وہ جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہو گا ایسے آدمی کو مومن نہیں کہا جاتا۔ اس لیے کہ کسی آدمی کو مومن قرار دینے سے اس کے لیے جنت لازم ہوتی ہے جبکہ کسی کو مسلمان کہنے سے ایسا نہیں ہوتا اس لیے کہ نفاق کا احتمال رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا☆الحجرات:۱۴﴾ "اعراب نے کہا ہم مومن ہیں ان سے کہدو کہ تم مومن نہیں ہو بلکہ خود کو مسلمان کہو۔"

سامی: جی ہاں!

ابو بصیر: صحیح بات یہ تھی کہ یہ کہا جاتا کہ (ہم اس کا کفر زبان سے نہیں بلکہ) اس کی نماز، اس کے قول اور عمل (سے پہچانیں گے) اگر ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور سب کو معلوم ہے کہ یہ پڑھتا ہے تو ہم اس کے مسلمان ہونے کی گواہی دیں گے اس سے یہ مطالبہ نہیں کریں گے کہ وہ قول سے اس کا اظہار کرے جیسا کہ بخاری کی روایت کردہ حدیث میں ہے۔ جس نے ہماری طرح نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کو اپنا قبلہ بنایا، ہمارا ذبیحہ کھایا یہ مسلمان ہے اس کے لیے اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہے۔ اسحاق بن راہویہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ نماز اقرار باللسان کی جگہ کام کرتی ہے کفایت کرتی ہے، روزہ اور زکوٰۃ کے لیے ایسا فیصلہ انہوں نے نہیں کیا۔ (تفسیر قرطبی:2048/8)

البانی: بہت اچھی بات ہے (یہ بتاؤ) کسی پر کفر کا حکم تم کس بنا پر لگاؤ گے ؟ اگر اس کے اقرار و قول پر ہے تو میں تمہارے ساتھ ہوں بلکہ تم سے آگے ہوں گا جو کفر دل میں ہو گا اس تک ہم نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے لیے ہم دو راستے اختیار کریں گے یا تو قول یعنی زبان قال یا زبان حال۔

ابو بصیر: جب کفر صریح اور واضح ہو تو اس میں زبان قال یا زبان حال کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا جب تک کہ کفر پر صریح یہ دونوں صراحتاً دلالت نہ کرتے ہوں۔ اگر یہ دونوں اس قسم کی دلالت سے خالی ہوں تو پھر یہ کفر عملی شمار ہو گا جو ملت سے

خارج کر دیتا ہے۔ جتنا بھی ظاہر و صریح کفر ہو انہوں نے جس شرط کو قید اور علت بنالیا ہے تکفیر کے لیے اس طرح یہ لوگ ابلیس کو کافر نہیں کہہ سکتے نہ ہی کسی اور کو کافر کہہ سکتے ہیں جب تک وہ زبان سے نہ کہہ دیں کہ وہ کفر کا عقیدہ رکھتا ہے یا وہ دلی طور پر اس کو حلال سمجھتا ہے۔

البانی: ان دونوں امور میں فرق کرو (جیسا میں کرتا ہوں) تم آیت سے استدلال کرتے ہو حالانکہ وہ میری دلیل ہے۔

ابو بصیر: پہلے گزر چکا ہے کہ آیت شیخ کے خلاف دلیل بن رہی ہے۔ اس لیے کہ اس میں وہ شرط نہیں پائی جاتی جو شیخ نے تکفیر کے لیے لگائی ہے یعنی کفر قلبی پر زبان قال سے وضاحت کے ساتھ اقرار کرنا یہ بات نہ اس میں ہے نہ کسی اور آیت میں۔

سامی: یہ تو گہری نظر سے دیکھنا ہوا کہ اگر وہ مومن ہے یا مومن نہیں مگر اللہ کو صرف گالی دینے سے ہی وہ کافر ہو جائے گا۔

ابو بصیر: اس طرح کہنا چاہیے تھا کہ وہ معتقد تھا یا نہیں تھا؟

البانی: اچھا یہ بتاؤ کہ اسے قتل کیا جائے گا یا نہیں؟

سامی: جی ہاں قتل کیا جائے گا۔

البانی: کیا اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی؟

سامی: اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

البانی: راجح قول ان میں کون سا ہے؟

سامی: راجح قول یہ ہے کہ قتل نہیں کیا جائے گا۔

ابو بصیر: یہ حتمی فیصلہ نہیں ہے۔ تفصیل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ شاتم رسول ﷺ کو کفر اور حد کے طور پر قتل کیا جائے گا اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی اسی طرح جو شخص بار بار اللہ کو گالیاں دیتا ہے یہاں تک کہ یہ اس کی عادت بن چکا ہو، گالیوں سے رکتا نہیں ہو اس کے بارے میں راجح قول یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی۔ اس بارے میں دلائل اور ائمہ کی آراء گزر چکی ہیں۔

البانی: یہ بتاؤ کہ جو شخص مرتد ہونے کا اعلان کرے اس سے توبہ کروائی جائے گی یا نہیں۔؟

سامی: توبہ کروائی جائے گی۔

ابو بصیر: یہ تفصیل کا متقاضی ہے۔ اگر مرتد کا ارتداد سخت ہے تو اس سے توبہ کروائی جائے گی۔ اس سے مراد ہے کہ مرتد ہونے کے ساتھ نبی ﷺ کو گالی بھی دیتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں سے لڑتا بھی ہے وغیرہ اس کے لیے طریقہ یہی ہے کہ توبہ کروائے بغیر اسے قتل کیا جائے گا جیسا کہ نبیe ﷺ نے عکل کے ایک گروہ کے ساتھ کیا تھا اسی طرح ابن خطل کے ساتھ

کیا کہ وہ کعبہ کے پردے سے چمٹا ہوا تھا اسے قتل کرنے کا حکم دیا حالانکہ وہ وہاں توبہ کر رہا تھا امان طلب کر رہا تھا یہ اس لیے کہ اس نے کفر وارتداد سے بڑھ کر تکلیفیں دی تھیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (فتاویٰ:103/02) میں لکھتے ہیں: مرتد میں فرق ہے۔ صرف مرتد ہے تو وہ اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کیا جائے گا اور ارتداد مغلظہ ہو تو توبہ کروائے بغیر اسے قتل کیا جائے گا۔ یہی حکم زندیق کا ہے یعنی وہ منافق جو اپنے نفاق و کفر کا اظہار کر دے۔ جیسا کہ دورِ حاضر کے طاغوتی حکمران ہیں۔ کہ ایک طرف اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور دوسری طرف صریح کفر کا مظاہرہ کرتے ہیں اس میں راجح مذہب یہ ہے کہ بغیر توبہ کروائے قتل کیا جائے گا اس لیے کہ توبہ کسی اور چیز سے ہوتی ہے جبکہ زندیق کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اعتراف نہیں کرتا صریح کفر کا تاکہ اس سے توبہ نہ کروائی جائے یا توبہ نہ کرنی پڑے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات کی دلیل کہ زندیق پر اگر قابو پا لیا گیا تو اس کی توبہ اس کی جان نہیں بچا سکتی۔ یہ فرمان ہے:

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا (التوبہ:۵۲)

کہہ دو کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ (یا تو) اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کر دے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلوائے)۔

سلف نے کہا کہ اس آیت میں انسانوں کے ہاتھ سزاء کا مطلب ہے "قتل" اگر دلوں میں جو کچھ ہے اس کا اظہار کر دیا تو جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے دلوں میں جو کفر چھپا رکھا ہے تو مومنوں کے ہاتھوں ان کے لیے صرف قتل ہی ہے اگر زندیقیت کے اظہار کے بعد ان کی توبہ قبول ہوتی تو مومن اس بات کا انتظار نہ کرتے کہ اللہ ان کے ہاتھوں سے انہیں سزاء دلوائے اس لیے کہ جب بھی مومن ان کو سزاء دینے کا ارادہ کرتے وہ اسلام ظاہر کرتے اس وجہ سے وہ مومنوں کے ہاتھوں سزاء سے بچ گئے۔ (اعلام الموقعین:144/2)

البانی: جو شخص دین سے مرتد ہونے کا اعلان کرتا ہے تو حدیث ہے کہ جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔ ایسے مرتد سے توبہ کروائی جائے گی۔؟

سامی: جی ہاں توبہ کروائی جائے گی۔

البانی: بھائی صاحب فرق ہے اس آدمی میں کہ جو دین سے مرتد ہونے کا اعلان کرتا ہے اور اس آدمی میں جو کلمۂ کفر کسی عذر کی بنا پر ادا کرتا ہے جیسا کہ ہم نے لاعلمی و جاہل کے بارے میں ابھی ذکر کیا تھا۔ شاید آپ بھی میرے ساتھ اس بات پر اتفاق کریں گے کہ یہ حدیث کہ جس نے دین بدل دیا اسے قتل کرو۔ اس حدیث کا سبب صحابہ کرام تھے مجھے اس وقت کچھ شک سا ہو رہا ہے کہ یہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے درمیان تھا جب دونوں کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت یمن بھیجا تھا وہ دونوں یمن میں ہی تھے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس نمائندہ بھیجا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ معاذ کے پاس

مہمان بن کر گئے یا معاذ رضی اللہ عنہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ہتھکڑیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا اس آدمی کے بارے میں تو انہیں بتایا گیا کہ اس نے دین بدلا ہے اسی وقت اس نے تلوار نکالی اور اس آدمی کو قتل کر دیا۔اس بات کی اہمیت نہیں ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ قتل کیا یا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے دونوں صحابی ہیں انہوں نے فی الفور((مَنْ بَدَّل دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ)) پر عمل کر لیا۔یہ ایسا ارتداد تھا جس میں اس کے پاس عذر نہیں تھا اس لیے توبہ نہیں کروائی گئی۔جبکہ وہ شخص جو کلمہ کفر ادا کرتا ہے کبھی اس کا کوئی نقطہ نظر ہوتا ہے جو علمی لحاظ سے غلط ہوتا ہے یا لاعلمی کی وجہ سے ہوتا ہے یا کوئی اور سبب ہوتا ہے جیسا کہ میں نے ابھی وضاحت کی مثلاً بری تربیت وغیرہ۔بار بار میں نے اس کی صراحت کر دی ہے۔

ابوبصیر: یہ بات صحیح نہیں ہے اس پر ہم مندرجہ ذیل رد اور تبصرہ کرتے ہیں:

1 مرتد سے توبہ کروائی جائے گی اس پر دلائل پہلے گزر چکے ہیں ہم یہاں قاضی عیاض کی رائے سے اس مسئلہ میں دوبارہ ذکر کرتے ہیں۔جمہور علماء کا مذہب ہے کہ مرتد سے توبہ کروائی جائے گی۔ابن القصار نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر نقل کیا ہے کہ توبہ کروائی جائے گی۔ان میں سے کسی ایک نے بھی انکار نہیں کیا ہے۔یہی رائے عثمان، علی، ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی ہے۔یہ قول ہے عطاء بن ابی رباح، نخعی، ثوری، مالک، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق واصحاب الرائے کی رحمۃ اللہ علیہم۔

2 جس حدیث سے شیخ نے استشہاد کیا ہے وہ ان کے خلاف دلیل ہے مگر ان کے حق میں نہیں یہ حدیث ابو داؤد کی روایت سے ہے جس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

((وكان اى اليهودى الذى ارتد عن الاسلام الى يهودية دين السوء وقد استتيب))

وہ آدمی یہودی تھا اور اسلام سے یہودیت جیسے بدترین دین کی طرف چلا گیا تھا اس سے توبہ کروائی گئی۔

ابوبردہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ اس طرح ہے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جو مرتد ہو گیا تھا اسلام سے ،اسے بیس دن تک یا کم و بیش دعوت دی معاذ رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے بھی اس کو (اسلام قبول کرنے کی) دعوت دی اس نے انکار کیا تو اس کی گردن اڑا دی۔(صحیح ابی داؤد:3626)

عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ انہوں نے دو ماہ تک اسلام پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی۔حدیث اپنی اسناد کے لحاظ سے صحیح دلالت کر رہی ہے اس بات پر کہ مرتد سے توبہ کروائی جائے گی اور توبہ کروانے کے قائل ہیں۔ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ،معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس کے خلاف رائے دینا جائز نہیں ہے۔ہم شیخ سے البتہ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ فوراً اس کا سر قلم کرنا اور اس پر فوراً حکم نافذ کرنا یہ الفاظ کہاں ہیں۔؟

3 شیخ صاحب مرتد سے توبہ کروانے کی رائے کیوں نہیں رکھتے صرف اس لیے کہ توبہ سمجھتے ہیں جو ظاہر میں کفر صریح کا مرتکب ہو مگر دل سے وہ ارتداد کا مرتکب نہ ہو یہ شیخ کا خیال ہے۔شیخ کی باتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرتد سے توبہ کروانے کے قائل نہیں ہیں اس لیے کہ اس نے ارتداد دل سے کیا ہے کفر کا قصد دل سے کیا ہے اب توبہ کس بات کی

کروائی جائے اس کی دلی کیفیت و حقیقت معلوم ہو گئی ہے البتہ اب تک جو شخص ارتداد میں واقع نہیں ہوا ہے یہ معلوم نہیں کہ اس نے دل سے کفر کیا ہے یا نہیں؟ شیخ کے نزدیک توبہ دل کی تحقیق و معلومات کے بعد کروائی جائے گی اور مرتد کو موقع ہی نہیں دیا جائے گا کہ وہ سوچ سمجھے اپنے رویہ پر نظر ثانی کرے اس لیے کہ جو شخص کفر میں واقع ہوتا ہے اس کے لیے توبہ کروانا اس لیے ہے کہ یہ معلوم ہو سکے کہ کفر اس نے دل سے کیا ہے یا جسمانی (ظاہری) طور پر کیا ہے؟ اب جہم کے عقیدے کی مضبوطی (ایمان کے بارے میں) اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی؟ شاید کہ یہ نکتے اور استنباطات تو جہم کو بھی معلوم نہ ہوں گے۔

4 جو شخص کفر میں واقع ہوا مگر کسی شرعی طور پر مانع کی وجہ سے اس کو کافر قرار نہیں دیا گیا تو اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی مگر اس پر شرعی حجۃ قائم کی جائے گی تاکہ جس عجز کی وجہ سے وہ کفر میں مبتلا ہوا ہے وہ ختم ہو جائے جسے وہ ختم نہیں کر سکتا تھا۔ قیام حجۃ اور توبہ کروانے میں فرق واضح ہے۔ لہٰذا شیخ کے لیے مناسب و جائز نہیں ہے کہ توبہ کروانا اا س کے لیے قرار دے جو کفر میں واقع ہوا ہے لیکن کسی شرعی معتبر مانع کی وجہ سے اس کو کافر نہیں قرار دیا گیا ایسے آدمی سے توبہ نہیں کروائی جائے گی البتہ اس پر حجۃ قائم کی جائے گی۔

5 بری تربیت وغیرہ ایسے عذر کی طرف شیخ بار بار اشارہ کرتے ہیں یہ شرعی طور پر تکفیر کے موانع میں سے معتبر مانع نہیں ہیں نہ ہی کسی اہل علم نے ایسا کہا ہے۔ اس لیے کہ مانع کی کچھ خصوصیات ہیں جو شرعی نصوص سے ثابت ہیں ان کے علاوہ کوئی مانع معتبر نہیں ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کو ایسا عجز لاحق ہو کہ وہ اس کے کفر کو روک نہ سکے جس میں واقع ہو رہا ہے۔ اور جو شخص بغیر عجز کے کفر میں واقع ہو رہا ہے یا وہ اس عجز کو دور کر سکتا ہو تو یہ موانع تکفیر میں سے کسی مانع معتبر کی وجہ سے مانع نہیں ہے۔ جب شیخ بری تربیت کو مانع سمجھتے ہیں تو اس لیے کہ ان کے اور دیگر دور حاضر کے جہمیہ کے نزدیک کچھ قرائن معتبرہ ہیں اس بات پر کہ دلی اعتقاد میں کفر نہیں ہے ان کے نزدیک کفر کا مکمل مدار دل پر ہے۔ ہم شیخ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ کے پاس کتاب و سنت سے اس بات پر کیا دلیل ہے کہ بری تربیت وغیرہ جن کا آپ بار بار ذکر کرتے ہیں اور اوروں کے نزدیک یہ مانع ہیں۔؟

البانی: ان لوگوں کو ہم سنتے ہیں کہ جب ان کے سامنے بری تربیت یا وقتی غصہ کا ذکر ہوتا ہے تو یہ فوراً کہتے ہیں ۔(استغفر اللہ) اللہ شیطان پر لعنت کرے......... (یعنی اس طرح کے برے اور کفریہ عمل کرنے والوں کو جب معلوم ہو جاتا ہے کہ جو کام ہم کر رہے ہیں یہ کفریہ ہے مگر ہمیں معلوم نہیں تھا ہماری تربیت ہی ایسی غلط ہوئی تھی اور فوراً استغفر اللہ کہتے ہیں ۔شیطان پر لعنت بھیجتے ہیں)۔

ابوبصیر: اگر ایک آدمی استغفر اللہ کہتا ہے یا شیطان پر لعنت بھیجتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صریح کفر کا مرتکب نہیں ہوا ہے جو ملت سے خارج کرنے والا ہے پھر اگر بات اس کلمہ پر یا شیطان پر لعنت کرنے پر ختم ہو جاتی ہے تو یہ منافق اور زندیق کے لیے آسان ترین طریقہ کہ کفر و نفاق کرنے کے بعد استغفر اللہ کہے اور ارتداد کی حد سے محفوظ رہ جائے اس پر لوگ کفر کا حکم بھی نہیں لگائیں گے؟ پھر یہ شخص اللہ اور رسول ﷺ کو گالی دیتا ہے پھر استغفار کرتا ہے شیطان پر لعنت

کرتا ہے تو یہ کبھی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ گالی دینے سے اجتناب نہیں کرے گا مختلف اسباب کی وجہ سے ایسا کرے گا پھر اسے وقتی اشتعال قرار دے کر جان بچالے گا۔ حالانکہ ایسا وقتی اشتعال جس کی طرف شیخ نے اشارہ کیا اس میں بھی کسی کو اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اللہ کو یا پیغمبر جیسی مقدس ہستی کو گالیاں دے۔ اس طرح کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں اللہ کی اہمیت نہیں ہے۔ یہ لوگوں سے ڈرتا ہے حالانکہ اللہ زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

البانی: اس کے بارے میں کیا کہو گے؟ یہ تو اپنے دل کے خلاف بھی کام کر رہا ہے۔؟

ابو بصیر: اپنے دل کے خلاف کچھ کرنا یا کہنا اس بارے میں رکاوٹ و مانع نہیں ہے کہ اس کو کافر نہ کہا جائے۔ منافق بھی تو اپنے دل کے خلاف ہوتا ہے وہ ایک کفر اپنے اندر چھپائے ہوتا ہے اور دوسری طرف اسلام کا اظہار کرتا ہے کیا دل کے ساتھ مخالف ہونے کی وجہ سے اس کو بھی کافر نہ کہا جائے۔؟

البانی: جب اس پر اسلام کا حکم لگ چکا ہو جب وہ توبہ کرنے والا ہوتا ہے توبہ کر لیتا ہے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیدیتا ہے اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر توبہ کر لی تو صحیح ورنہ قتل کر دیا جائے گا مگر جب وہ فوراً استغفر اللہ کہے رجوع کرلے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کفر کے قصد و ارادے کی وجہ سے اس نے یہ گالی نہیں دی۔

ابو بصیر: (پہلی بات کا جواب یہ ہے) کہ اس سے توبہ کروائی جائے گی اس لیے کہ اس نے نہ کفر کیا ہے نہ مرتد ہوا ہے (شیخ کے نزدیک توبہ تو اس کے دل کی حالت معلوم کرنے کے لیے ہے اور یہ وضاحت کرنے کے لیے ہے کہ یہ کفر اس کے دل سے ہوا ہے یا نہیں اس سے مراد آخری موقع دینا نہیں ہے کہ وہ رجوع کرلے اور گناہ سے رک جائے اور دین حق کی طرف نئے سرے سے لوٹ آئے۔ لہٰذا اگر اس نے توبہ نہیں کی تو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے دل سے کفر کیا ہے اس وقت پھر صرف ایک ہی راستہ بچے گا یعنی قتل (جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والی بات ہے تو) پہلے کتاب و سنت اور ائمہ کے اقوال سے دلائل گزر چکے ہیں کہ شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافر ہے۔ اسے حد اور کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اس سے توبہ نہیں کروائی جائے گی۔ یہاں ہم ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کر رہے ہیں تاکہ یہ لوگ جان سکیں کہ یہ جو شاتم رسول کو کافر نہیں کہتے تو اس مسئلے میں یہ جہم کے قول کی موافقت کر رہے ہیں اسی کی بولی بول رہے ہیں امام صاحب نے (الفتاویٰ: 557/7) میں کہا ہے۔

"یہ لوگ جو جہم اور صالحی کے قول کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ اللہ و رسول e صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا تثلیث کا اقرار یا کوئی بھی کفریہ کلمہ کہنا باطن میں کفر نہیں ہے۔ اس کے باوجود بھی ہو سکتا ہے کہ یہ گالی دینے والا باطن میں عارف باللہ ہو موحد مومن ہو۔ جب ان لوگوں پر نص یا اجماع کے ذریعے حجت قائم کر لی جاتی ہے کہ یہ شخص ظاہر و باطن دونوں لحاظ سے کافر ہے تو کہتے ہیں کہ اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ باطن کی تکذیب اس کے ساتھ لازم ہو جبکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ ایسا نہ ہو۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ ہمارے پاس دو معلوم امر ہیں۔

1 ایک تو دین سے بدیہی طور پر معلوم ہے دوسرا غور کرنے سے ہم خود ہی معلوم کر سکتے ہیں پہلا یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ جس نے اللہ ورسول ﷺ کو بغیر کسی مجبوری کے گالی دی بلکہ بغیر کسی اکراہ کے کلمہ کفر کہا اور اللہ ورسول ﷺ کا مذاق اڑایا تو وہ ظاہر وباطن اور کافر ہے جو کہتے ہیں کہ اس جیسا آدمی بعض دفعہ باطنی طور پر مومن ہوتا ہے اگرچہ بظاہر کافر ہو جس نے بھی یہ بات کی یہ واضح طور پر غلط بات ہے۔ اللہ نے قرآن میں کفار کے الفاظ ذکر کیے ہیں اور ان پر کفر کا حکم لگایا ہے اور ان کے لیے وعید کا اعلان کیا ہے جیسا کہ فرمان ہے: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ☆المائدہ:۷۳﴾ ''ان لوگوں نے کفر کیا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تین کا تیسرا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ☆المائدہ:۷۳﴾ ''وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو مسیح ابن مریم ہی ہے۔''

2 جب دل رسول ﷺ کی صداقت کا معتقد ہو کہ وہ اللہ کے رسول ہیں رسول سے محبت کرنے والا ان کی تعظیم کرنے والا ہو تو یہ ناممکن ہے کہ وہ رسول کو گالی دے یا آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے۔ اس بات کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا سوائے اس صورت کے کہ وہ نبی ﷺ کو اہمیت نہ دیتا ہو۔ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو گالی دینا ایمان کی موجودگی میں نہیں ہو سکتا۔ استغفر اللہ کو قصد کفر کے عدم پر دلیل بنانے کے بارے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جب (ان کی رائے کے مطابق) کفر کا مدار باطن کے اعتبار پر چاہے کفر کتنا ہی ظاہر اور واضح نہ ہو تو پھر صریح گالی کے باوجود اعتقاد وایمان کے سلامت رہنا کیسے فرض کیا جا سکتا ہے۔

البانی: ہم نے بار بار دلیل پیش کی ہے جس سے دلیل ملتی ہے کہ دل کی حالت جاننے کا طریقہ ہمارے پاس یہ ہے کہ کافر زبان سے اقرار کرے جیسا کہ آیت میں ہے۔

ابو بصیر: آیت سے مراد یہ آیت ہے: ﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ ☆التوبۃ:۷۴﴾ ''یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا ہے۔'' یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ یہ آیت شیخ کے خلاف دلیل ہے ان کی حمایت میں نہیں ہے اس لیے کہ آیت اس بات کی صراحت کر رہی ہے کہ ان لوگوں کا کفر ان کے کلمہ کفر کی وجہ سے تھا اس لیے نہیں کہ ان کا عقیدہ کفریہ تھا۔

البانی: یا ہم زبان حال سے استدلال کر سکتے ہیں۔

ابو بصیر: زبان حال سے کفر اعتقادی قلبی پر استدلال ہوتا ہے مگر جب زبان حال کفر اعتقادی پر صریح دلالت نہ کرے (اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے) تو وہ کفر پر دلیل نہیں چاہے کتنی ہی صریح ہو۔ اسی وجہ سے ان کے نزدیک زبان حال میں اختلاف تنقید اور بحث مباحثے کی گنجائش ہوتی ہے۔

البانی: زبان حال سے استدلال میں اختلاف کی گنجائش ہے کہ کیا یہ استنباط صحیح ہے یا غلط ہے؟ لیکن جب زبان (قال) سے اعلان کر دے تو موضوع مکمل ہو جاتا ہے۔ (اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی)۔

ابو بصیر: پہلے گزر چکا ہے کہ زبان قال سے کفر کتنا ہی صریح کیوں نہ ہو دور حاضر کے جہمیہ کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے جب تک کہ وہ اعتقاد قلبی پر واضح دلالت نہ کرے۔ یعنی یوں نہ کہے کہ میں یہ کفریہ کلمہ دل کے عقیدے سے کہہ رہا ہوں۔ اس کے علاوہ جو ہے وہ زبان قال سے کفر یا کفر پر دلالت معتبر نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل ان کا قول یہ ہے کہ شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافر نہیں ہے جب تک وہ یہ نہ کہے کہ میں گالی دینے کا دل سے قصد رکھتا تھا۔

البانی: جب ہم کہتے ہیں کہ کفر اگر عملی کفر اعتقادی کے ساتھ منسلک نہ ہو تو بھی وہ ایسا کفر ہے کہ اس کا مرتکب ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا تو اس بات کی کتاب و سنت سے کیا دلیل ہے؟ جبکہ ہم یہ بات جانتے ہیں کہ حجۃ تب قائم ہوتی ہے جب شرعی حکم سے واقفیت ہو، علم ہو، جب کسی بھی سبب سے شرعی حکم کا علم ہی نہیں تو یہ دوسرا موضوع ہے جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں، اس بات کی کیا دلیل ہے کہ اگر ایک آدمی زبانی طور پر یا جہالت کی وجہ سے کفریہ امور میں مبتلا ہو گیا یا لاعلمی کی بنا پر جیسا کہ ہم پہلے جلانے کی وصیت کرنے والے کا واقعہ لکھ چکے ہیں تو اس آدمی کے کفر اور مخلد فی النار ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اس کی کوئی دلیل نہیں سوائے ادھر ادھر کے اقوال و آراء کے کہ فلاں نے یوں کہا فلاں نے یہ کہا وہ کہا اور یہ آراء و اقوال باہم متناقض و معارض ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ☆ النساء:۵۹﴾ "اگر تم کسی مسئلے میں اختلاف کرو تو اللہ و رسول کی طرف لوٹا دو۔" کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے؟ کوئی دلیل یاد ہے۔؟

ابو بصیر: بے شمار دلائل ہیں قرآن و سنت کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قول و عمل کی وجہ سے تکفیر کی جا سکتی ہے بہت سے دلائل پہلے گزر چکے ہیں جن سے قارئین کو اطمنان مل گیا ہو گیا ان دلائل سے یہ ثابت ہوا ہے کہ جو شخص مطلقاً عمل نہیں کرتا اس سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ ان دلائل کے دہرانے میں اگر فائدہ ہوتا تو ہم اسے دوبارہ ذکر کر لیتے اور مزید دلائل بھی دیدیتے لیکن ان لوگوں کی تو بصارت و بصیرت دونوں پر جہم کے شبہات کے پردے ہیں اور یہ پردے ان کے دلوں پر اس طرح چھا گئے ہیں کہ انہیں واضح اور روشن حق دیکھنے سے محروم کر دیا ہے حالانکہ حق تو سورج کی طرح چمک رہا ہے۔ اگر یہ لوگ قرآن پڑھنے اور ایمان و کفر سے متعلق جتنی آیات ہیں وعد اور وعید سے متعلق آیات پر گزرتے تو بھی یہ ان کی تفسیر جہم بن صفوان کے گمراہ مذہب ہی سے کریں گے۔ اہل سنت اور سلف صالحین کے مذہب پر تو پھر بھی نہیں کریں گے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (فتاویٰ:143/7) میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ (النور:۴۸)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہیں اور اطاعت کی ہے پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پھر جاتا ہے اور یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

عمل سے پھر جانے والوں کے ایمان کی نفی کی گئی ہے قرآن وسنت میں بہت سے مقامات پر عمل نہ کرنے والوں کے ایمان کی نفی کی گئی ہے جس طرح کہ منافق سے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ یہ اس شخص کی رائے اور قول ہے جو کتاب وسنت کا عالم اور امت کے مشاہیر میں سے ہے مجتہد مطلق ہے یہ ثابت کررہے ہیں کہ قرآن وسنت میں متعدد مقامات پر عمل نہ کرنے والوں کے ایمان کی نفی کی گئی ہے اور یہ شخص منافق کی طرح ہے جو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رہے گا۔ لیکن شیخ اور ان کے جہمیہ متبعین کی مشکل یہ ہے کہ انہوں نے آیت میں لفظ ''یتولی'' کو قلب کا پھیرنا قرار دیا ہے ظاہری عملی پھرنا مراد نہیں لیا جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ a نے لیا ہے۔ اگر ان کے سامنے قرآن کی آیات بار بار لائی جائیں جو ظاہری عمل کے کفر کو ثابت کرتی ہیں تو ان کی تفسیر و تاویل باطنی واعتقادی کی ہی کریں گے۔ اس کے باوجود ہم دلیل کے متلاشیوں (جو سمجھتے ہیں کہ اس مسئلے کی دلیل نہیں ہے) کے لیے صریح اور واضح اور ظاہر دلیل لاتے ہیں جسے لوگ روزانہ سینکڑوں مرتبہ اپنی زبانوں سے دہراتے ہیں وہ ہے۔ '' لا الہ الا اللہ '' کی گواہی۔ یہ کلمہ طیبہ جس سے ظاہراً وباطناً ایک اللہ کی عبادت ثابت ہوتی ہے اور ہر اس طاغوت کی نفی ہوتی ہے اللہ کے علاوہ جس کی عبادت ہوتی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِن بِاللهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لاَ انْفِصَامَ لَهَا (البقرہ:۲۵۶)

جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے تھام لیا مضبوط کڑا جو کبھی ٹوٹتا نہیں ہے۔

وہ مضبوط کڑا جو ٹوٹتا نہیں وہ توحید ہے حدیث میں آتا ہے: ((بنی الاسلام علی خمس شهادة.........)) اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا، روزے رکھنا رمضان کے، مسلم کی ایک روایت میں ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی کی وضاحت کی گئی ہے۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اکیلے اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے علاوہ جو بھی ہیں ان سے انکار کیا جائے۔ اس بنیاد پر اگر ایک آدمی زبان سے '' لا الہ الا اللہ'' کہتا ہے اور اس کے معنی کا ظاہراً وباطناً التزام نہیں کرتا یعنی اللہ کی عبات میں ایک سمجھنا اور اس کے علاوہ معبودوں کا انکار کرنا تو اس نے ''لا الہ الا اللہ'' کا وہ اقرار نہیں کیا جو آخرت میں اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ایک آدمی اگر یہ کہے کہ میں اللہ کو عبادت میں باطنی وقلبی طور پر ایک سمجھتا ہوں لیکن ظاہر میں غیر اللہ کی عبادت کرتا ہوں رکوع، سجدہ، روزہ، نذر، ذبح، دعا، فریاد، اطاعت، تحاکم وغیرہ جو بھی امور ظاہراً اور عملاً عبادت میں شامل ہیں۔ پھر (کہے کہ) میں باطن میں طاغوت کا انکار کرتا ہوں مگر دنیا کی خاطر اور دیگر کچھ مقاصد کے لیے اور ظاہراً میں طاغوت کی طرف مائل ہوتا ہوں اور مسلمانوں کے خلاف اس سے دوسری کرتا ہوں ان سے محبت کرتا ہوں اس کے دشمنوں اور مخالفین کے خلاف جسمانی و عملی طور پر طاغوت کی مدد کرتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ کے نزدیک یہ ایسا مسلمان ہے جو جنت میں جائے گا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی؟ اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے یعنی کہ ایسا شخص موحد مسلمان ہے تو پھر آپ نے اختلاف و جھگڑے کا قضیہ ہی ختم کر دیا اور ہم سمجھ گئے کہ آپ لوگ کون ہیں؟ آپ کی دعوت کیا ہے؟ ہم آپ سے کہیں گے کہ مبارک

ہو جہم کو بت پرستوں کو، طواغیت کو انہیں آپ جیسے لوگ مل گئے۔اور اگر آپ کا جواب نفی میں ہے یعنی ایسا آدمی مسلمان نہیں ہے بلکہ جس شرک اور کفر کا اظہار اس نے کیا ہے اس کی وجہ سے یہ کافر اور مرتد ہے تو ہم کہتے ہیں کہ آپ نے بغیر کسی وجہ کے اسے کافر قرار دیدیا، الّا یہ کہ آپ ظاہری عمل کو کفر کا سبب وعلت قرار دیں۔ معلوم ہوا کہ " لا الٰہ الا اللہ" کی گواہی آپ کے اس دعویٰ کے بطلان کی واضح ترین دلیل ہے جس طرح کہ باطن کا شرک وکفر ہوتا ہے اسی طرح ظاہر کا کفر وشرک بھی ہوتا ہے۔ مگر آپ لوگوں کی بصیرت وبصارت چھن گئی ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ توحید، دل، زبان اور عمل کا نام ہے اگر تینوں میں سے ایک بھی کم ہوا تو آدمی مسلمان نہیں رہتا اگر توحید کو پہچان لیا مگر اس پر عمل نہیں کیا تو وہ کافر، عناد رکھنے والا ہے ابلیس کی طرح ہیں۔ (مجموعۃ التوحید:83)

سید قطب رحمۃ اللہ علیہ (ظلال القرآن:1106) میں لکھتے ہیں :

> در حقیقت موجودہ دور میں اسلامی تحریکوں کو جن بڑی مشکلات کا سامنا ہے لوگوں کے اندر مسلمانوں کے گروہوں میں جو نظر آتا ہے اور ملکوں میں کہ ایک وقت تھا یہ دارالاسلام تھے ان میں اللہ کے دین کا غلبہ تھا شریعت کی حکمرانی تھی۔ پھر یہی زمین ہے یہی مسلم اقوام ہیں کہ اسلام ان سے رخصت ہوا صرف اس کا نام رہ گیا۔ اسلام کی بنیادوں کو اعتقاداً عملاً اجنبی بنادیا گیا۔ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ ان ملکوں اور قوموں نے اسلام کو دین کے طور پر اپنار کھا ہے تو اسلام تو "لا الٰہ الا اللہ" کی گواہی کا نام ہے اور یہ گواہی عقیدے میں نظر آتی ہے کہ اللہ ایک ہے خالق ہے اس دنیا میں تصرف کرنے والا ہے اللہ اکیلا ہی جس سے لوگ قوانین لیتے ہیں اس کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں۔ اگر کوئی شخص اس طریقے پر " لا الٰہ الا اللہ" کی گواہی نہیں دیتا تو اس نے گواہی دی ہی نہیں اور اب تک اسلام میں داخل ہی نہیں ہوا چاہے اس کا نام ولقب کچھ بھی کیوں نہ ہو خاندان کوئی سا بھی ہو؟ جس زمین پر " لا الٰہ الا اللہ" کی گواہی اس طرح متحقق وثابت نہ ہو تو وہ زمین وعلاقہ اللہ کے دین کو اپنانے والا نہیں ہے اور اب تک اسلام میں داخل نہیں ہوا ہے۔ آج دنیا میں لوگ ہیں قومیں ہیں ان کے نام مسلمانوں کے ہیں و مسلمان خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں کچھ ممالک ہیں جو کسی دور میں دارالاسلام تھے لیکن اب وہ قومیں نہیں ہیں جو اس طریقے پر " لا الٰہ الا اللہ" کی گواہی دیتی ہوں۔ اور نہ وہ ممالک ہیں جو اس طریقے پر اللہ کے دین کو اپناتے ہوں۔ یہ سب سے بڑی اور سخت مشکلات ہیں جو ان ممالک میں آج مسلم تحریکوں کو درپیش ہیں۔ اس سے بڑھ کر جو مشکل ہے وہ یہ کہ " لا الٰہ الا اللہ" کے مطلب میں تلبیس، پیچیدگی اور الجھن پیدا کی گئی ہے اور دوسری طرف اسلام کے مفہوم ومطلب میں بھی ایسا کیا گیا ہے شرک کے مفہوم اور جاہلیت کے مفہوم کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ ایک اور مشکل جو ان تحریکوں کو

در پیش ہے وہ یہ ہے کہ صالح مسلمان مشرکوں کے طریقوں کی وضاحت نہیں کرتے۔ ان کے ناموں اور صفات کے ساتھ التباس رکھتے ہیں یہ التباس ومشابہت اتنی ہے کہ فرق نہیں کیا جاسکتا اسلامی تحریکوں کے دشمن اس نقاب و سرنگ سے واقف ہیں لہٰذا وہ مسلسل اس میں مزید توسیع کر رہے ہیں اور یہ تلبیس وتخلیط بڑھا رہے ہیں یہاں تک کہ (ایک وقت آئے گا) کہ حق کی بات کرنا یا انصاف کی بات کرنا قابل سزا جرم بن جائے گا. مسلمانوں کی تکفیر کا سبب بن جائے گا اسلام اور کفر کے مسئلہ میں مرجع لوگوں کا رواج اور ان کی اصطلاحات بن جائیں گی اللہ اور اس کے رسول کا قول نہیں اسلام اس لچک یا اس خلط وملاوٹ کے ساتھ نہیں پایا جاسکتا جس طرح کہ بعض فریب خوردہ سمجھتے ہیں اس لیے کہ اسلام واضح چیز ہے اور کفر واضح ہے اسلام نام اس مذکورہ طریق پر" لا الہٰ الا اللہ" کی گواہی کا جو اس طریقے پر گواہی نہ دے اور زندگی میں اس نہج پر قائم نہ رہے تو اس کے بارے میں اللہ کا حکم ہے کہ یہ کافر، ظالم فاسق اور مجرم ہیں۔

سامی: (دلیل دیتے ہیں): ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِن بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ☆النحل:١٠٦﴾ "جس نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوائے مکرہ کے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔" مگر جس نے کفر کے لیے شرح صدر کیا۔ جیسا کہ علماء کہتے ہیں کہ اللہ نے صرف مجبور کو مستثنیٰ کیا ہے۔ جو شخص مجبور نہیں ہے اگر غور کریں تو وہ حلال سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو وہ صراحتاً کفر کی وجہ سے کافر ہے۔

البانی: یہ آیت آپ کے خلاف دلیل ہے۔ جانتے ہو کیوں؟ شرح صدر کی وجہ سے۔ غور کریں تو وہ کفر جانتا ہے اور اس پر مطمئن ہے۔ آپ کو چاہیے کہ نصوص کو سمجھنے کا نیا طریقہ ڈھونڈلیں کیا آپ نے آیت میں موجود یہ نکتہ سمجھا ہے کہ "شرح صدر" کیا ہے؟ اس کی وضاحت کریں۔

ابو بصیر: پوری آیت اس طرح ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (النحل:١٠٦-١٠٧)

جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے وہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) جبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو بلکہ وہ جو (دل سے اور) دل کھول کر کفر کرے تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا سخت عذاب ہو گا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے عوض پسند کر لیا اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

یہ آیت شیخ کے خلاف حجۃ ودلیل ہے ان کے لیے نہیں ہے۔ اس لیے کہ آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس نے بھی بغیر اکراہ کے صراحت کے ساتھ کفر کر لیا وہ کافر مرتد ہے اور اس نے کفر کے لیے شرح صدر کر لیا ہے۔ قطع نظر اعتقاد قلبی اور استحلال قلبی کے، آیت کی تفسیر میں علماء کے اقوال پیش خدمت ہیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (فتاویٰ :7/220) میں لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ اللہ نے فرمایا ہے ﴿وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا﴾ "جس نے کفر کے لیے سینہ کھول دیا۔" اس بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ پہلے جملے کے موافق ہے یعنی جس نے بغیر اکراہ کے کفر کیا اس نے شرح صدر کیا کفر کے لیے۔ اگر یہ مطلب نہ لیا جائے تو آیت کے اول و آخر کے مابین تعارض لازم آئے گا۔ اگر یہ مراد ہوتا کہ جس نے کفر کیا ہے وہ شارح صدر ہے اور یہ بلا اکراہ کے ہوتا تو اکراہ کو مستثنیٰ نہ کیا جاتا بلکہ مکرہ وغیر مکرہ سب کو مستثنیٰ کیا جاتا اگر اس نے شرح صدر نہ کیا ہوتا جب کلمہ کفر بغیر اکراہ کے مرضی سے کہا تو یہ شرح صدر کیا۔ ایک اور جگہ (7/560) فرماتے ہیں: اللہ نے اس شخص کا ذکر کیا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوا اور اس کے لیے آخرت کی وعید کا بھی ذکر کیا پھر فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ﴾ "یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے دنیا کو آخرت کے مقابلے میں پسند کیا۔" اللہ نے بیان کیا کہ یہ لوگ اس وجہ سے عذاب کے مستحق ہوئے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ تصدیق، تکذیب، علم اور جہل وغیرہ حب وبغض محبت و نفرت کے باب سے نہیں ہیں یہ لوگ جو جہم کا قول اپنائے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ یہ لوگ عذاب کے مستحق اس لیے ہوئے کہ ان کے دلوں سے تصدیق اور ایمان ختم ہو گیا تھا۔ اگرچہ اس خاتمہ کا سبب آخرت کے مقابلے پر دنیا کی محبت تھی ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ اللہ نے کفار میں سے مکرہ کو استثناء کیا ہے اگر کفر صرف دل کی تکذیب سے ہوتا تو پھر مکرہ کو مستثنیٰ نہیں کیا جاتا اس لیے کہ دل پر اکراہ ناممکن ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کفریہ بات کرے بغیر اکراہ کے یہ کفر ہے۔ ﴿وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا﴾ جو اللہ کا فرمان ہے یعنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دے کر اسی سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: آدمی صبح مسلمان ہو گا شام کو کافر ہو جائے گا۔ شام کو مسلمان ہو گا صبح کافر ہو گا۔ اپنا دین دنیاوی مقصد کے لیے فروخت کرے گا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان لوگوں میں سے اللہ نے صرف اس کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اس کے علاوہ جو بھی ہو گا وہ کافر شمار ہو گا چاہے یہ کفر اس نے خوف سے کیا ہو۔ کسی کے لحاظ میں، وطن کی محبت، گھر والوں کی محبت، خاندان یا مال کی محبت میں کیا ہو یا مذاق میں کیا ہو یا کسی دیگر مقصد کے لیے کیا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ﴾ انہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کیا تو اس آیت میں صراحت کی گئی کہ یہ کفر اور عذاب اعتقاد، جہل یا دین سے نفرت کفر کی محبت کی نہیں اس نے دنیا کو دین پر ترجیح دی ہے۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں: اللہ کا حکم تبدیل نہیں ہوتا جو اپنے دین سے پھر گیا وہ کافر ہو گیا چاہے اس کے پاس عذر ہو اپنی جان کے خطرے کا یا مال و اہل کے خطرے کا چاہے کفر باطن سے ہو یا ظاہر سے کیا ہو باطن سے نہ ہو۔ اپنے فعل سے

کیا ہو یا قول سے یا دونوں سے۔ چاہے دنیا میں مشرکین سے کچھ فائدہ حاصل کرنے کی امید ولالچ میں کیا ہو تمام حالات میں کافر ہے سوائے مکرہ کے ہماری لغت میں مکرہ کا معنی ہے غصب شدہ اگر دل سے بھی ان کی موافقت کی تو کافر ہے اگرچہ مکرہ ہو۔(مجموعۃ التوحید)

ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ (کتاب الاحکام:1178/3) کہتے ہیں: ہمارے محققین علماء نے کہا ہے جب اکراہ کے تحت کفریہ تلفظ کرنا پڑ جائے تو اس کی زبان سے سوائے توریہ کے کچھ نہیں نکلنا چاہیے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو وہ بھی کافر ہو گا صحیح مذہب یہی ہے توریہ پر بھی کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا غور کریں کہ اکراہ کے تحت کفریہ تلفظ بغیر توریہ کے جائز نہیں ہے تو جو شخص بغیر اکراہ کے صراحتاً کفریہ الفاظ کہے تو بدرجہ اولیٰ کفر وارتداد کا مستحق ہے۔ ان تمام گزشتہ باتوں سے دور حاضر کے جہمیہ کی غلطی واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے جو آیت میں مذکور کفر سے مراد قلبی کفر لیتے ہیں۔(یعنی کلمہ کفر سے مراد)

محمد شقرہ کی مداخلت

شقرہ: شیخ اگر اجازت دیں تو میں اختصار کے ساتھ اس مسئلہ میں کچھ کہوں۔؟

البانی: کیوں نہیں؟ کہو۔

شقرہ: اگر ہم ایک سوال کریں اور اسے لوگوں میں پھیلا دیں تو تمام لوگوں کے ہاں اس کا جواب آجائے گا پھر ہم سلبی جواب ایجابی سے الگ کر دیں گے اور پھر دونوں میں موازنہ کر لیں گے۔ سوال یہ ہو گا کہ ”جو مسلمان“ لا الٰہ الا اللہ ”کہتا ہے اور اس سے کوئی ایسا عمل (یا قول) سرزد ہو جاتا ہے کہ جس پر کفر ظاہری کا حکم لگایا جاتا ہے تو ایسے مسلمان کی تکفیر کا کیا فائدہ ونتیجہ ہے۔؟

ابوبصیر: جو توحید کا مظاہرہ کرنے کے بعد شرک وکفر کا مظاہرہ کرے تو یہ آدمی دو متضاد چیزوں کا متحمل ہے ایک ہی وقت میں ایسے آدمی کو مسلمان کہنا یا اس کے اندر اسلام کی موجودگی فرض کر لینا جائز نہیں ہے جہاں تک تکفیر کے فائدے کی بات ہے جس کی اہمیت وافادیت کم کرنے کے لیے یہ شخص مسلسل بول رہا ہے تو پہلے گزر چکا کہ تکفیر اللہ کا ایسا شرعی حکم ہے جس سے مفر نہیں ہے اس کے اقرار کے بغیر چارہ نہیں جبکہ اس کے اسباب ودواعی بہت ہیں مگر بغیر کسی اعتراض واستہانت کے حکم شرعی پر عمل کرنا ضروری ہے تکفیر کے ایسے نتائج یقیناً ہیں کہ جن کی بنا پر کردار وعمل کا مدار ہو ایسا کردار جو شرعی نصوص سے ثابت ہے۔ کتب فقہ میں اس کی وضاحت موجود ہے حسب استطاعت اس حکم شرعی (تکفیر) کو قائم کرنا اس کی پیروی کرنا واجب ہے۔ صرف تکفیر کوئی کام نہیں ہے ایسا کام کہ جس کا مقصد وغرض نہ ہو یا جو چاہے اپنی مرضی سے تکفیر کرے جیسا کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں۔

شقرہ: میں سمجھتا ہوں کہ اس سوال کا جواب دقیق فہم کا تقاضا کرتا ہے۔

ابو بصیر: جب سوال دقیق فہم کا متقاضی ہے تو پھر آپ اسے عوام میں کیوں پھیلانا چاہتے ہیں عوام سے کیوں رائے طلب کر رہے ہیں۔؟

شقرہ: جہاں تک میرے پاس اس سوال کا جواب ہے تو میرے خیال میں فائدہ جو اس سوال پر مرتب ہو گا وہ یہ ہے کہ ایک انسان کو سب سے پہلے اس پر اکتفا کرنا ہو گا اگر آپ کہتے ہیں کہ ثمرہ یہ ہے کہ میں اسے کافر کہوں جب کفر کا حکم اس پر لگا دیا تو کافی ہے۔ کفر کے اس حکم کے بعد کیا باقی رہا؟ کچھ بھی نہیں۔

ابو بصیر: موحد مسلمان کے بارے میں جو موقف ہے کیا وہی موقف مشرک کافر کے بارے میں بھی ہے؟ جب آپ کو معلوم ہے کہ دونوں میں فرق ہے تو آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ تکفیر کے بعد بھی بہت کچھ ہے۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ یہ علم کا دعویدار سمجھتا ہے کہ صرف تکفیر ہے بس۔

شقرہ: خاص کر جس دور میں ہم ہیں اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ لوگوں حق کی طرف رہنمائی کریں تا کہ وہ اتباع کر سکیں۔

ابو بصیر: لوگوں کے سامنے حق واضح کرنے کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہم نیکو کار مسلم کو مسلم نہ کہیں اور کافر گناہ گار کو کافر نہ کہیں بلکہ حق کی راہ بتانے میں سب سے اہم یہی ہے کہ مجرمین کے راستے کی نشان دہی کی جائے مجرمین کی صفات لوگوں کے سامنے لائی جائیں تا کہ وہ ان سے اجتناب کریں حق اس وقت تک سامنے نہیں آسکتا، جب تک اس کی متضاد چیز نظروں کے سامنے نہ ہو جو شخص شرک و مشرکین کو نہیں جانتا وہ توحید اور موحدین کو نہیں جان سکتا۔ جو شخص کسی بات سے بے خبر ہو اس کا اس میں مبتلا ہونا زیاہ ممکن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ☆ الانعام:۵۵﴾ ''اور اس طرح ہم آیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں تا کہ مجرمین کا راستہ واضح ہو کر سامنے آجائے۔'' لہٰذا مشرکین مجرمین کے راستے کی وضاحت اس کے تمام شعبوں مذاہب کے ساتھ اچھی طرح کرنی چاہیے اس پر قرآن نے بہت زیادہ توجہ دی ہے اور کیوں نہ ہو یہ اس توحید کی وضاحت کی شرط ہے۔ جسے محمد ﷺ کو دے کر اللہ نے بھیجا اور کتابیں نازل کیں مخلوق کو پیدا کیا۔

شقرہ: تا کہ ہم لوگوں کو کفر کے دائرے سے نکال کر اسلام کے دائرے میں داخل کر دیں۔

ابو بصیر: آپ جو لوگوں کو کفر کے دائرے سے نکال رہے ہیں تو کیا یہ لوگ آپ کے نزدیک کافر ہیں جبھی آپ انہیں کفر کے دائرے سے نکال رہے ہیں؟ یا آپ ایسے الفاظ استعمال کر رہے ہیں جن کا معنی خود بھی نہیں جانتے؟ جبکہ آپ تو فصیح بلیغ آدمی ہیں میرا نہیں خیال کہ لوگوں سے مراد آپ کی وہ لوگ ہیں جو جاپان یا چین میں ہیں یا ان سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں تو پھر

آپ کس طرح ان کو دائرہ کفر سے نکال کر دائرہ ایمان میں لائیں گے ؟ جبکہ آپ سمجھتے ہیں کہ کفر اور کافروں اور تکفیر کے بارے میں بولنا فضول کام ہے۔اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔اس میں مصروف نہیں ہونا چاہیے۔

شقرہ: جس جواب کی ہمیں توقع ہے کہ اس سوال کا کیا نتیجہ بر آمد ہو گا تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ ہم پر اس آدمی کا قتل واجب ہو گا جو ہمارے اس سوال جواب کی وجہ سے کافر قرار پائے گا۔

ابو بصیر: پہلے گزر چکا کہ دین سے مرتد کا قتل واجب ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ :((مَنْ بَدَّل دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ)) ''جس نے اپنا دین بدل دیا اسے قتل کر دو۔''لیکن تکفیر کے مقاصد صرف قتل نہیں۔جیسا کہ یہ التباس پیدا کرنے والا کہہ رہا ہے بلکہ اس کے مقاصد میں سے مدد، دوستی اور دشمنی ہیں۔یہ مقاصد نسل، شادی میراث اور ولایۃ سے ہیں ذبیحہ کے حلال ہونے سے اس کے کھانے سے ہیں مرنے کے بعد دفن ہونے سے متعلق ہیں ان کے علاوہ بھی احکام ہیں جو ارتداد کی وجہ سے مرتد پر مرتب ہوتے ہیں لہٰذا یہ تلبیس وگمراہ کن بات بات ہو گی اگر یہ تصور کیا جائے کہ تکفیر صرف قتل ہے یا صرف تکفیر ہی ہے۔

شقرہ: میرے خیال میں دوسری شق یا دوسرا جواب ہمارے اس زمانے میں بے کار ہے۔

ابو بصیر: کافر مرتد کے قتل کی بات کرنے کو عبث و بے کار کہنا دراصل اللہ کے حکم کو بے فائدہ قرار دینا ہے (نعوذ باللہ) اور ایک لحاظ سے یہ اللہ کے حکم سے انکار و ناپسندیدگی ہے کہ اللہ کا حکم گویا ہمارے زمانے کے لیے موزوں نہیں ہے یہ حکم مطلق ہے مگر اس شخص نے حاکم بغیر ماانزل اللہ کی تکفیر کو مشروط بنایا ہے جبکہ شیخ نے بھی کہا ہے کہ اگر حاکم یہ کہے کہ اللہ کا یہ حکم اس دور کے لیے موزوں نہیں ہے (تو تب حاکم کافر ہو گا) اور اب شیخ کا ساتھی کہہ رہا ہے اور ان کے سامنے یہی بات کہتا ہے اور شیخ اس کی تائید کرتے ہیں۔

شقرہ: ضروری ہے کہ ہم اس آدمی کے بارے میں ایک نقطۂ نظر اپنائیں کہ اس پر کیا حکم لگایا جائے اور اسے کیونکر کافر کہا جائے۔؟

ابو بصیر: اس آدمی سے کیا مراد ہے اور اس کی کیا وضاحت کہ امت اس کے بارے میں غور کرتی پھرے اور اس کے بارے میں ایک نقطۂ نظر اپنائے؟ پھر باتوں میں یہ پیچیدگی اور الجھاؤ کس لیے اختیار کیا گیا ہے؟ واضح بات کہنے سے کیوں خوفزدہ ہیں کہ آپ لوگ طاغوت کا نام لیں اور اس کا دفاع کریں۔؟

شقرہ: ضروری ہے کہ جواب دینے سے قبل ٹھہر جائیں۔ہم کہتے ہیں کہ اگر تکفیر کا کوئی عملی فائدہ معاشرے کی اصلاح میں ہے تو ہو سکتا ہے ہم کہیں کہ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ تکفیر سے لوگوں کو کافر قرار دے کر اسلام سے خارج کیا جا رہا ہے۔؟

ابو بصیر: ممکن ہے کہ ہم کہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ الجھن و پیچیدگی کیوں ہے؟ کیا آپ لوگوں میں اس وقت بھی کفر کے حکم لگانے کی جراءت نہیں ہے کہ آپ کی شرائط بھی پائی جارہی ہیں؟ جو جہمیوں کی طرح ہیں؟ اس حد تک آپ کی پرہیز گاری اور تقویٰ پہنچ گیا ہے؟ پھر آپ کے پاس کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ سے کیا دلیل ہے؟ کہ تکفیر کے لیے شرط ہے کہ اس سے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہو؟ اس غریب منفرد اور شاذ قول کو امت کے سلف میں سے کس نے اپنایا ہے؟ آپ اتنے بڑے عالم ہیں کیا آپ کو یہ نہیں معلوم کہ کافر کی تکفیر نہ کرنا یا اس کے کفر میں شک کرنا خود کفر ہے؟ اس لیے کہ اس میں اللہ کے حکم کو رڈ کیا جاتا ہے اور اسے جھٹلایا جاتا ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اسلام کے بڑے نواقض و منافی امور دس ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ جو شخص مشرکوں کو کافر نہ سمجھے یا ان کے کفر میں شک کرے۔ یا ان کے مذہب کو صحیح کہے۔ ایسا آدمی بالاجماع کافر ہے۔ اب خود کو دیکھیں کہ آپ اللہ کے دین کے بارے میں کہاں کھڑے ہیں؟ کہ آپ طواغیت کفر و شرک کی تکفیر سے رک گئے ہیں یا ان کے کفر میں شک کرتے ہیں۔؟

شقرہ: صحیح نقطہ نظر اپنا ضروری ہے ان لوگوں کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ یہ اچھے لوگ ہیں تاکہ ہم انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں۔

ابو بصیر: ہم اس گمراہ اور گمراہ کرنے والے کو کہتے ہیں کہ تکفیر شرعی حکم ہے یہ کسی کی مرضی کے تابع نہیں ہو سکتا نہ ہی زمانے اور حالات کے تابع ہو سکتا ہے۔ کہ آپ اس میں صحیح نقطہ اپنائیں یا نظریہ تبدیل کر دیں اور اپنی طرف سے کوئی اور حکم لائیں۔ جیسا کہ یہود نے کیا تھا کہ اللہ کے حکم کے بدلے اپنی طرف سے اپنی مرضی کا حکم لے آئے تھے اپنے لیڈروں اور طواغیت کی پسند کا خیال کرتے ہوئے۔ اللہ کی قسم اگر شیخ کا تمہارے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہ ہوتا اور تمہاری بات کی شیخ تائید نہ کرتے تو ہم بلا کسی لحاظ کے کھل کر تمہاری تردید کرتے۔

شقرہ: جب آپ حکام کی بات کرتے ہیں تو حکام تو بہت تھوڑا طبقہ ہے؟

ابو بصیر: اگرچہ یہ کم گروہ ہے لیکن امت کو جو ذلت و رسوائی ملی ہے وہ انہی کی وجہ سے ملی ہے یہ اس کے لیے جواب دہ اور ذمہ دار ہیں۔ جیسا کہ رسول ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اپنے ماتحت کے بارے میں جوابدہ ہے۔ بڑا امام جو تمام لوگوں پر (حکومت کرتا) ہے وہ بھی ذمہ دار ہے اور اپنی رعایا سے متعلق ذمہ داری کے لیے جواب دہ ہے۔ فرمان ہے: اللہ جس بندے کو کوئی ذمہ داری عوام کی دیدیتا ہے اور وہ اس کو خیر خواہی کے ساتھ نہیں نبھاتا تو وہ جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔ فرماتے ہیں: جو شخص مسلمانوں کا حکمران ہو اور وہ اس حالت میں مر جائے کہ ان کے ساتھ دھوکہ کرتا رہا ہو تو اس پر اللہ نے جنت حرام کردی (یہ سب حدیثیں متفق علیہ ہیں) یہ تو مسلمان حکمرانوں سے متعلق احادیث ہیں اور یہ جو کافر طواغیت ہیں تو ان کا شر اور خطرہ امت کے لیے اور زیادہ ہے کسی مسلمان حکمران کی بنسبت۔

شقرہ: کل میں ایک عام جلسہ میں بات کر رہا تھا تو میں نے کہا کہ جس حالت اکراہ کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ کسی ایک فرد سے متعلق نہیں ہے بلکہ امت ساری ہی مجبور وحالت اکراہ میں ہے۔

ابو بصیر: اب معلوم ہوا کہ یہ شخص طواغیت کے حکم کو حالت اکراہ میں داخل کرنا چاہتا ہے تا کہ ان کے کفر و سرکشی کو جواز فراہم کرے اور مشرق ومغرب کی دوستی، اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کو جواز فراہم کرے۔ اور وہ جو فسق کفر ونافرمانی کو عام کر رہے ہیں اسے صحیح کہا جا سکے اس لیے کہ ان سب کاموں کے کرنے پر وہ مجبور ہیں لہٰذا اکراہ کا ان کے پاس عذر ہے یہ بہت ہی زیادہ باطل قول ہے کتاب وسنت سے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اس میں ذرا سا بھی علم، تقویٰ اور فقاہت وسمجھ نہیں ہے۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ امت اسی ذلت وپستی میں پڑی رہے اور اب دین کی طرف سے جو ذمہ داری ان پر ڈالی گئی ہے اسے نبھانے کی کوشش نہ کرے۔ اور جو بھی کفر ہو رہا ہے اس کو اکراہ سمجھ کر برداشت کرتی رہے۔

شقرہ: ایسا کون ہے جو اس وقت کہ جب دشمنان اسلام کہہ رہے ہوں مسلمانوں سے کہ ہم یہ چاہتے ہیں اور تم سے امید رکھتے ہیں کون ہے جو کہہ سکے کہ ہم نہیں کرتے (تمہاری بات نہیں مانتے) ایسا کوئی نہیں ہے۔ (جو دشمنان اسلام کی بات سے انکار کر سکے)

ابو بصیر: اس سوال کا مطلب ونتیجہ یہ ہے کہ جب کفار امت مسلمہ سے چاہے حاکم ہیں یا محکوم یہ کہیں کہ اللہ کا انکار کر دو اور اس کے علاوہ بتوں وطاغوتوں کی عبادت کرو اور اپنے ملکوں کو ہمارے مفادات کے لیے ہمارے کفر، فسق وفجور کے لیے میدان بنا دو، تو امت پر لازم ہے کہ وہ فوراً ہاں کہہ دے۔ تسلیم کر لے۔ اس لیے کہ امت میں اب اتنی کثیر تعداد کے باوجود کوئی نہیں ہے جو انکار کر سکے۔ اس لیے سب حالت اکراہ میں ہیں اور یہ عذر ہے جیسا کہ یہ گمراہ شخص (شقرہ) سمجھتا ہے۔ کیا اس گمراہی پھیلانے، فساد برپا کرنے والے۔ ذلت وپستی کا پرچار کرنے والے کی بات آپ نے سنی جو دین کی ترقی وبلندی کے باوجود اس پر جھوٹ باندھ رہا ہے؟ کیا اس گمراہ آدمی کی بات کی طرح دین اور امت واقعی ایسے ہو گئے ہیں۔؟ یہ گمراہ آدمی اللہ کے اس فرمان کا کیا جواب دے گا:

> كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
> (آل عمران:۱۱۰)
>
> تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے وجود میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم کرو گے برائی سے منع کرو گے اور اللہ پر ایمان لاؤ گے۔

فرماتا ہے:

> وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران:۱۰۴)

تم میں سے ایک گروہ ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف دعوت دے اور برائیوں سے روکے اور یہی کامیاب لوگ ہیں۔

فرمان ہے:

اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (التوبہ: ۱۳)

کیا تم ان (کافروں) سے ڈرتے ہو؟ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔؟

فرماتا ہے:

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ (المائدہ: ۳)

آج کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے ہیں ان سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو۔

حدیث میں آتا ہے: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اس بات پر کہ ہم جہاں بھی ہوں گے حق کہیں گے اور اللہ کے بارے میں کسی قسم کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ اس کے علاوہ بہت سی احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک طائفہ منصورہ موجود رہے گا جو دشمن پر غالب ہو گا اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا اللہ کے بارے میں کسی قسم کی ملامت کا خوف اسے نہیں ہو گا۔ ایک طرف یہ ثابت شدہ نصوص ہیں اور دوسری طرف اس گمراہ کرنے والے کا قول ہے۔ کیا طاغوت کی طرف جھکاؤ اور ان کے دفاع کی محبت نے اس کی بصارت و بصیرت دونوں چھین لی ہیں۔؟ پھر یہ کہاں لکھا ہے کہ اگر دشمن کا خوف ہو امت کے لیے کفر کی طرف پلٹنا اور ذلت و رسوائی کو اختیار کرنا جائز ہے؟ کہ پورا معاشرہ ایسا ہو جائے اور پھر اسے اکراہ کا عذر بنائے؟ حدیث میں آتا ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے نصرت، اطاعت اور دفاع پر بیعت لی تو اسعد بن زرارہ نے اہل یثرب سے کہا سنو اس کے ساتھ نکلنا تمام عربوں سے ناطہ توڑنا ہے اور بہترین لوگوں کا قتل برداشت کرنا ہو گا اور تلواروں کا سامنا کرنا ہو گا اگر ان باتوں کے لیے تیار ہو تو اس کا ہاتھ تھام لو تمہارا اجر اللہ پر ہے اور اگر تم دلوں میں خوف محسوس کرتے ہو تو اس کو چھوڑ دو، اور اسے بتا دو یہ اللہ کے ہاں تمہارا عذر ہو گا۔ (احمد)

بہت سے عرب قبائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری سے صرف اس لیے رک گئے تھے حالانکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے قائل تھے کہ انہیں لوگ اپنی زمینوں اور گھروں سے نکال دیں گے۔ مگر یہ بھی ان کی تکفیر کے مانع نہیں ہوا اور نہ انہیں گناہ گار قرار دینے میں۔ اسی طرح یہود کے ایک گروہ کا واقعہ گزر چکا ہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نو نشانیوں کے بارے میں پوچھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم چوم لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی تصدیق کی مگر یہود کے انتقام کے خوف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کی۔ اس کے باوجود کافر قرار پائے۔ لوگوں سے خوف ان کی تکفیر کے لیے مانع نہیں بنا اور تابعداری نہ کرنا ان کے لیے جائز قرار نہیں دیا گیا۔ اس لیے کہ خوف اور اکراہ میں فرق ہے وہ اکراہ جس کی بنا پر چند لمحوں کے لیے کفر کا اظہار جائز ہوتا ہے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو جب کفار نے انہیں مجبور کیا کہا تھا کہ اگر وہ پھر ایسا

کریں تو تم بھی ویسا ہی کرنا مگر یہ نہیں کہا کہ ان کے کرنے سے پہلے ہی تو ایسا کر۔ اسی طرح کفار نے مسلمانوں شعب ابی طالب میں محصور کیا تھا اور یہ محاصرہ تین سال تک رہا اس دوران مسلمان بھوکے پیاسے پریشان حال رہے مگر اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو کلمۂ کفر کہنے کی رخصت نہیں دی تا کہ ظالم کافروں کے ظلم میں کچھ کمی ہو سکے۔ اور اس کو اکراہ بھی قرار نہیں دیا جس کی وجہ سے کفر کا اظہار جائز ہو تا ہے۔

شقرہ: یہ سب جانتے ہیں کہ یہ بات آپ اپنے گھر میں یا دوستوں کے درمیان تو کہہ سکتے ہیں مگر لوگوں کے سامنے نہیں کہہ سکتے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ مجبور ہیں حالت اکراہ میں ہیں کسی چیز کے قبول کرنے یا ترک کرنے پر مجبور ہیں۔

ابو بصیر: جب آدمی اس اکراہ و مجبوری کی بات کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے گھر کے علاوہ لوگوں میں عقیدے کا اظہار نہیں کر سکتا تو یہ لوگ آپ کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ دشمنان اسلام جو اس طرح کا خوف وہر اس پھیلاتے ہیں اور قوموں کو مجبور قرار دیتے ہیں جو طاغوتی حکمران ہیں یہ ہم میں سے ہی ہیں وہ کافر مغربی ملک نہیں ہے جہاں مسلمان اپنے عقیدے اور دعوت کی اتنی آزادی پاتا ہے جو اسے اپنے ملک میں سرے سے میسر ہی نہیں ہے۔

شقرہ: ایک اور چیز بھی ہے جس کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ میں اب سوال کرتا ہوں کہ جس آدمی پر کفر کا حکم لگ گیا اور ہم نے اسے اعتقادی کافر قرار دیدیا اس کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ کیا وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا؟ کیا ایسا نہیں ہے؟

ابو بصیر: خود ہی سوال کر رہا ہے اور خود ہی جواب دے رہا ہے گویا خود ہی یہ شک اور شش و پنج میں مبتلا ہے کہ جسے اعتقادی طور پر کافر کہا جائے اس کا ٹھکانہ کون سا ہو گا؟ جس کے بارے میں جہنم کا حکم لگایا جائے گا اس کے لیے ضروری ہے کہ کفر کی شرائط اس میں پوری ہوں۔ اسکے علاوہ جو ہے تو یہ اللہ پر بغیر علم کے بولنا ہے۔

شقرہ: سامی تم نے کہا تھا کہ کفر عملی کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس پر حکم لگایا جائے گا کہ یہ کفر ارتداد ہے عقیدتاً اور دوسری قسم ایسی نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ دونوں میں جو چاہیں مثال دیں اور تعریف کریں کہ آپ کس بارے میں کہتے ہیں کہ وہ کفر عملی کی وجہ سے اعتقادی کافر بن گیا ہے۔ شیخ ناصر نے مداخلت کی کہ اس کا عکس والٹ بتاؤ۔

ابو بصیر: یہ چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی دلیل دی جائے کہ جس نے اعتقادی کفر کیا تو اس نے عملی کفر بھی کیا اس کا فائدہ (انہیں یہ ہو گا کہ یہ ثابت ہو گا کہ) ملت سے خارج کرنے والا کفر اعتقادی کفر ہو تا ہے جو عمل کے بغیر ہو تا ہے اور دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ بات شیخ نے بار بار دہرائی ہے۔ جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ یہی چاہتے ہیں یہ زبان کی لغزش اور بغیر قصد وارادہ کے بات نہیں ہے اس باطل قول پر رد پہلے گزر چکا ہے دوبارہ ضرورت نہیں ہے۔

سامی: جو شخص اللہ کے دین کے بدلے میں انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین لاتا ہے یہ کفر اکبر ہے اور یہی عمل ہے۔(عملی کفر)

شقرہ: یادرکھیں کہ آپ نے کہا ہے کہ بدلے میں قوانین لاتا ہے۔

سامی: یہی بات ہے اب یہ (طاغوتی حکمران) اللہ کی شریعت کے بدلے میں انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین لائے ہیں یا حکم بغیر ما انزل اللہ اور یہ عمل ہے ہم اس پر حکم لگا سکتے ہیں کہ یہ ملت سے خارج کرنے والا عمل ہے جیسا کہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

ابو بصیر: شقرہ نے سامی کی بات کاٹ دی اور اس مسئلہ میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کر کے بات پوری کرنے نہیں دی گئی۔

شقرہ: بات کو بڑھاؤ اور پھیلاؤ مت، میں آپ سے سوال کرتا ہوں جس نے اللہ کے دین کو کفر کے نظام سے بدل دیا اب آپ سے سوال ہے کہ جو اس کے ظاہری عمل میں اس کی موافقت کرتا ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔؟

سامی: اگر وہ راضی ہے۔(اس کے ظاہر کی موافقت مرضی سے کرتا ہے۔)

ابو بصیر: اس سوال کا صحیح جواب یہ تھا کہ جو کفریہ نظام پر موافقت کرتا ہے وہ کافر ہے۔اس لیے کہ احکام کا مدار ظاہر پر ہے باطن پر نہیں اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔چاہے ظاہر و باطن میں موافقت ہو یا نہ ہو بحث کرنے والے کو یہ مناسب نہیں کہ ایک بات کا فیصلہ ہوئے بغیر دوسری طرف جائے پہلے اس بات کا فیصلہ ہونا چاہیے کہ اللہ کے دین کو بدل دینے والے کافر ہیں یا نہیں؟ ایک بات کا فیصلہ ہوئے بغیر دوسری طرف چھلانگ مارنا دراصل بھاگنے اور جان چھڑانے کی دلیل ہے۔

شقرہ: یہ نہ کہیں کہ وہ راضی ہو۔

سامی: کس طرح کی موافقت ہو گی۔؟

شقرہ: اب ایک آدمی اللہ کے دین کے مقابلے میں کفر کا نظام لایا اور کسی نے اس کی موافقت کی تو اس بارے میں آپ کیا کہیں گے۔؟

سامی: اگر اکراہ کے بغیر (موافقت کی ہے) تو کافر ہے۔

شقرہ: اچھا یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مجبور و مکرہ نہیں ہے۔؟

سامی: اس کے طور طریق سے۔

شقرہ: اب پوری امت جو ہے کیا اوپر سے نیچے تک تلاش کر کے بتا سکتے ہیں کہ کون ان میں سے مجبور ہے اور حالت اکراہ میں ہے اور کون نہیں ہے؟ کس پر کفر کا حکم لگے گا (کہ وہ حالت اکراہ میں نہیں) اور کون حالت اکراہ میں ہے۔(کافر نہیں)

ابو بصیر: تلبیس و تضلیل ہے یہ کہ دو باتوں کو باہم خلط کر دیا ہے ایک یہ کہ اکراہ مانع تکفیر ہے اور دوسری بات یہ کہ لاکھوں افراد کو معین کر کے معلوم کرنا کہ وہ حالت اکراہ میں ہیں یا نہیں ایک آدمی پر یہ ذمہ داری ڈالنا کہ وہ لاکھوں کروڑوں افراد میں سے معلوم کرے کون مجبور ہے کون نہیں یہ طاقت سے زیادہ ذمہ داری ہے بلکہ ایک پوری حکومت یہ کام نہیں کر سکتی اور اللہ تعالیٰ کسی شخص پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ اس جاہل آدمی کا یہ سوال باطل و غلط ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ یہ زانی کے حد کے بارے میں سوال کرے اور پھر کہے کہ لاکھوں لوگوں پر یہ حکم کیسے لگایا جائے گا کہ کون زانی ہے کون نہیں ہے؟ کیا کوئی عقلمند اس طرح کا سوال کر سکتا ہے؟ چہ جائیکہ ایک عالم یا طالب علم کرے؟ البتہ یہ بات ممکن ہے کہ ایک خاص شخص کی طرف اشارہ کر کے پوچھا جائے کہ کیا اس سے کفر صادر ہوا ہے تو وہ شریعت میں معتبر اکراہ کے تحت ہے جیسے جیل، مار پیٹ، سزاء وغیرہ جیسا کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما وغیرہ کا معاملہ تھا یا اکراہ نہیں ہے۔ اگر ان حالات میں کفر سرزد ہوا ہے اور دل ایمان پر مطمئن تھا تو اکراہ کے مانع ہونے کی وجہ سے کافر نہیں کہلائے گا یہ جاہل اکراہ کے دائرے کو جو وسیع کر رہا ہے کہ پوری امت حالت اکراہ میں ہے خوف و کمزوری کی وجہ سے اور ان جھوٹے اور خیالی باتوں کی وجہ سے امت کے لیے کفر و شرک کو جائز قرار دے رہا ہے اور حاکم و محکوم سب کے لیے اس حالت میں کفر و شرک کو جائز قرار دے رہا ہے اس میں وسعت دے رہا ہے کہ مسلمان کفر و شرک کریں اور پھر اکراہ کا عذر پیش کریں تو یہ بات کہنا ایسی واضح گمراہی ہے جو پہلے کسی نے نہیں کی سوائے اس جاہل کے۔ اس بات کی دلیل کہ اکراہ مانع تکفیر ہے اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ﴾ اگر اس حالت اکراہ کی مکمل تصویر سامنے لانا ہو جو شرعاً مانع تکفیر ہے تو اس آیت کا شان نزول دیکھ لیں اور جن حالات میں آیت نازل ہوئی ہے ان حالات پر نظر ڈال لیں۔ تمام مفسرین و علماء اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہیں کفار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے اور ان کی شان میں گستاخی پر مجبور کیا تھا۔ عمار رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو تبلیغ کرنے گئے تھے انہوں نے اس کے ماں باپ کو اس کے سامنے قتل کر کے جلا دیا اور اسے پانی میں ڈبو دیا تو اس نے ان کی خواہش کے مطابق کفریہ بات کہہ دی جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔ اب عمار رضی اللہ عنہ اور اس کو پیش آنے والے حالات کو دیکھیں اور ان جھوٹی اور خیالی باتوں پر غور کریں جنہیں دور حاضر کے جہمیہ اکراہ کو بنیاد بنا کر اچھال رہے ہیں۔ یحییٰ بن معین a خلق قرآن کے فتنہ کے دنوں میں ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے خود کو تقیہ کے ذریعے چھڑا لیا تھا۔ اور قرآن کو مخلوق کہا تھا۔ جب یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس عیادت کے لیے گئے اور سلام کیا تو انہوں نے سلام کے جواب نہیں دیا یہ معذرت کرنے لگے اور عمار رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے رہے اور ﴿اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ﴾ پڑھ کر سنائی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا عذر بھی قبول نہیں کر رہے۔؟ جب یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے تو احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل دے رہے ہیں میں ان کے پاس سے گزرا تو وہ تمہیں گالیاں دے

رہے تھے میں نے انہیں کہا تو وہ مجھے مارنے لگے۔ اور تم کو صرف اتنا کہا کہ تمہیں ماریں گے اور تم لوگ رک گئے؟ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اللہ قسم میں نے روئے زمین پر تم سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا جو دین کو سمجھتا ہو۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بات کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ پہلی صورت میں اکراہ نہیں ہے جب تک مشرکین تکلیف و سزا نہ دیں۔ (مجموعۃ التوحید: 242)

میں کہتا ہوں: کہ اگر دھمکی قتل اور مار پیٹ کی ہو تو یہ اظہار کفر کا جواز فراہم کرتی ہے اور یہ اکراہ شرعاً معتبر ہے۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہماری زبان میں مکرہ کہتے ہیں جو قبضے میں آ گیا ہو۔ اگر کسی انسان کو مجبور کیا جائے کہ کفر کرو ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا یا مارا پیٹا جائے گا یا مشرکوں نے اسے پکڑ کر مارا ہو ان کی بات مانے بغیر جان نہ چھڑائی جا سکتی ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ (مجموعۃ التوحید: 241)

سامی: میں کہتا ہوں اگر اقوام اب کفر کے نظام پر جو رائج ہیں راضی ہوں تو بنظر غائز دیکھا جائے تو کافر ہیں۔

شقرہ: تم نے تو واضح جواب دیدیا۔ اس وقت یہاں جو لوگ موجود ہیں کیا ان میں سے بتا سکتے ہو کہ کون مکرہ ہے کون نہیں۔؟

ابو بصیر: وہ لوگ مراد ہیں جو شیخ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

سامی: دراصل یہ لوگ ہمارے نزدیک اب مسلمان ہیں۔

شقرہ: بھائی میں کہہ رہا ہوں کہ آپ ان میں سے مکرہ یا غیر مکرہ کو الگ الگ کر سکتے ہیں۔؟

ابو بصیر: اکراہ کی ظاہری کچھ علامات ہیں جو کسی پر مخفی نہیں مثلاً قید، مار پیٹ، سزائیں، اب ان لوگوں میں مکرہ کہاں ہے؟ یہ لوگ لذیذ قسم کے کھانوں اور مشروبات سے لطف اندوز ہو رہے ہیں جو اکراہ کفر کو جائز کرتا ہے اگر ان بیٹھے ہوئے لوگوں میں فرض کر لیا جائے جو آرام و سکون سے بیٹھے ہیں تو یہ عین گمراہی ہو گی کہ لوگوں اور طواغیت کے لیے اکراہ کے نام پر کفر کو جائز قرار دیا جائے۔

سامی: نہیں۔

ابو بصیر: صحیح جواب یہ تھا کہ ان لوگوں میں کوئی مجبور و مکرہ نہیں ہے اگر صحیح اس کے خلاف ہوتا تو وہ آدمی سامنے آ جاتا جو مکرہ ہوتا اور جس میں اکراہ کی شروط موجود ہوتیں۔

شقرہ: تم ایسا نہیں کر سکتے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پر یہ حکم لگایا جائے کہ یہ راضی ہیں اس نظام کو قبول کرنے پر اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ایک یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں جس کا نظام کفریہ طاغوتی نظام ہے آپ وہاں پڑھنے پر اور اس نظام پر راضی ہیں اور جامعہ میں دیگر طلبہ (غیر مسلم یا لڑکیوں کے ساتھ) رہنے پر راضی ہیں۔ اور جو لوگ بظاہر اللہ کے دین کے منکر ہیں ان کی داڑھیاں منڈوانے پر راضی ہیں۔ آپ یہ سب کیوں کرتے ہیں؟ سب سے پہلے ہم آپ پر حکم لگائیں گے۔

ابو بصیر: اس جاہل کو ہم کہتے ہیں کہ جامعہ کی جو مثال تم نے دی ہے وہ ایک سڑک کے کنارے ہے تو سڑک پر چلنے والوں کو بھی کہو گے کہ وہ اس جامعہ کے نظام پر راضی ہیں؟ اس کفریہ نظام کو پسند کرتے ہیں اس لیے کہ وہ سڑک پر چل رہے ہیں یا کھڑے ہیں؟ ان جامعات کی مثال تو دوکان کی سی ہے اس میں بہت سی اشیاء ایسی ہوتی ہیں جن کی خرید و فروخت جائز نہیں ہوتی ہے اگر ایک شخص اس دوکان سے ایسی چیزیں خرید تا ہے جو اس کی ضرورت ہے اور جائز ہے تو کیا ہم اس کو کہیں گے کہ تم اس دوکان میں رکھی ہوئی ناجائز چیزوں پر راضی ہو۔ اس لیے کہ اس نے انتہائی ضروری چیز خریدی ہے اس دوکان سے۔

سامی: میں راضی نہیں ہوں۔ (پسند نہیں کرتا جامعہ کے اس نظام کو)۔

شقرہ: میں پوچھتا ہوں تم اس نظام پر راضی ہو۔

سامی: نہیں میں راضی نہیں ہوں۔

شقرہ: تم کیسے راضی نہیں ہو کیوں اس یونیورسٹی میں پڑھتے ہو۔؟

ابو بصیر: پہلے گزر چکا ہے کہ صرف تعلیم حاصل کرنا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ (یہ طلبہ) کفر پر راضی ہیں ان کو راضی بالکفر پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ پھر جامعات (جن میں جو منکر و باطل چیزیں ہیں) ان کے بغیر چارہ نہیں ہے اس کی چند وجوہات ہیں۔

1 یہ تمام علوم کا منبع بن چکی ہیں مفید و غیر مفید کا، ان میں دینی شرعی علوم پڑھائے جاتے ہیں۔

2 ان کا کوئی دوسرا مناسب نعم البدل نہیں ہے۔

3 کسی بھی کام کے لیے ان کی دی ہوئی ڈگری لازمی شرط ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ مسجد کی امامت و خطابت کے لیے بھی شرط ہے وہ کسی یونیورسٹی سے ڈگری یافتہ ہو اگرچہ اس سے بڑا عالم بھی موجود ہو مگر ترجیح جامعہ کی ڈگری کو دی جاتی ہے۔

4 ان سے مکمل طور پر کنارہ کش ہونا گویا علم سے کنارہ کشی اختیار کرنا اور جہل کو اپنانا ہے۔ اقوام میں پیچھے رہ جانا ہے۔ جبکہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ☆الانفال:٦٠﴾ ''ان (کافروں کے مقابلے پر) تیاری کرو جو بھی استطاعت ہو قوت میں سے۔'' نبیe کا فرمان ہے: قوی مومن ضعیف مومن سے بہتر ہے اور اللہ کو کمزور مومن سے زیادہ پسند ہے۔ دیگر وہ احادیث جو علم کے حصول پر آمادہ کرتی ہیں۔

5 تمام تر کفریہ و گمراہ کن نظام اور خرابیوں کے باوجود یہ معاشرے پر اثر انداز ہونے والے بنیادی ذرائع ہیں یہ منکر و کفر سے خالی نہیں ہیں۔ اگر ایجابی یا سلبی موقف کی نشان دہی کی جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ان جامعات میں اچھائیاں بھی ہی خرابیاں بھی ہیں۔ فوائد بھی ہیں نقصانات بھی ہیں۔ لہٰذا مصالح، و فوائد کو مد نظر رکھنا چاہیے خاص کر جس دور میں ہم ہیں کہ ہماری زندگی کے تمام شعبوں اور مراحل میں حرام سرایت کر گیا ہے۔

6 مسلمان طالب علم کو اس کفر و منکر اور گناہوں کے گڑھ میں بھی جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرنا چاہیے اگر وہ ساری منکرات کو ختم نہیں کر سکتا تو بعض کو ختم کرنے سے بھی انکار نہ کرے۔ آسان کو مشکل کی وجہ سے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ جتنا کچھ کر سکتا ہے اگر اتنا نہیں کرے گا تو قابل ملامت و محاسبہ ہو گا۔ میرے نقطۂ نظر سے یہ مسئلہ اس بات کا متقاضی ہے کہ امت کے تمام معتبر علماء جمع ہوں اور اس خطرناک مسئلے کے مقابلے پر ایک متفقہ موقف اپنائیں اور ان مراکز (جامعات) کا متبادل پیش کریں جو لوگوں کو طواغیت کی سیاست کے تابع کر رہے ہیں۔ یہ اہم ترین کام ہے اس میں سستی یا تاخیر کی گنجائش نہیں ہے۔

شیخ البانی کی مداخلت: رضامندی قلبی ہے یا عملی، رضا کی بھی دو قسمیں کرتے ہیں۔

ابو بصیر: استحلال اور رضا کا مقام دل ہے اور اس پر دلالت کرنے والا ظاہر اور عمل ہے۔ جو ظاہر میں کفر پر راضی ہوا تو اس کا دل اور باطن اس پر راضی ہے یہ ناممکن ہے کہ اس حال میں باطن ظاہر سے پیچھے رہ جائے اگرچہ زبان سے دعویٰ کرے کہ میرا دل میرے ظاہر کے خلاف ہے۔ شیخ نے رضامندی کو دو قسموں میں تبدیل کیا ہے ظاہر عملی رضامندی اس سے کافر نہیں ہوتا اور باطنی قلبی رضامندی اس سے کافر ہو جاتا ہے تو یہ ایسی تقسیم ہے جو پہلے کسی عالم نے نہیں کی اور نہ ہی اس پر کوئی شرعی دلیل ہے یہ بھی ایمان و کفر کے بارے میں جہم کے عقیدے کی تائید ہے۔ اس بات میں درحقیقت شیخ کا مطلب اس شرعی قاعدے کا ابطال ہے جس پر نصوص موجود ہیں اور علماء امت نے اس پر اجماع کیا ہے (قاعدہ یہ ہے) کہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا (النساء:۱۴۰)

تم پر کتاب میں یہ (حکم) نازل کیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر یا استہزاء کیا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو جب تک وہ دیگر باتیں نہ شروع کر دیں (ورنہ) تم بھی ان کی طرح ہو گے۔ اللہ منافقین و کافرین سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

شیخ سلیمان بن عبد اللہ بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آیت کا معنی وہی ہے جو اس کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی سنے کہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر یا مذاق کیا جا رہا ہے اور منافقین و کافرین کے ساتھ بغیر اکراہ کے بیٹھا رہا اور جب تک وہ دیگر باتیں نہ کریں اس وقت تک ان کے ہاں سے نہ اٹھا تو وہ ان کی طرح کافر ہے اگرچہ وہ کام نہیں کیا جو وہ کر رہے تھے اس لیے کہ یہ ان کے عمل پر رضامندی کی دلیل (ان کے پاس بیٹھے رہنا) اور کفر پر رضامندی کفر ہے اس جیسی آیات سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ گناہ پر رضامندی گناہ کی طرح ہے۔ اگر وہ دعویٰ کرے کہ اس گناہ کو دل سے ناپسند کرتا ہے تو یہ دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ حکم ظاہر پر لگتا ہے اور اس نے کفر ظاہر کیا ہے لہٰذا کافر ہے۔ (مجموعۃ التوحید:48)

اسی طرح کا قول قرطبی کا ہے (5/418) ﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے جو ان سے اجتناب نہیں کرتا وہ ان کے فعل کو پسند کرتا ہے اور کفر کو پسند کرنا کفر ہے۔ جو بھی شخص معصیت و کفر کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور ان پر اعتراض نہیں کرتا تو ان کے ساتھ گناہ میں برابر ہے۔ اگر اعتراض کرنے پر قادر نہ ہو تو پھر اس کو چاہیے کہ وہاں سے اٹھ جائے تاکہ اس آیت کے تحت نہ آئے۔ اس قاعدے کی تائید میں دلائل بہت زیادہ ہیں جس میں تضلیل و تلبیس کی گنجائش نہیں ہے۔ جو ہم نے اپنی "کتاب قواعد فی التکفیر" میں لکھے ہیں۔

سامی: میں جواب دینا نہیں چاہتا۔

ابو بصیر: صحیح کہا سامی نے، ایسی مجلس میں دلائل دینے سے احتراز کرنا چاہیے جہاں ڈرانے والے لوگ ہوں بلکہ کہ اس ڈر کو امن قرار دینے والے۔

شقرہ: کیوں نہیں دیتے؟ جواب دو تمہیں جواب ملے گا۔ سامی میں تمہیں بھاگنے والا سمجھتا ہوں۔

ابو بصیر: سامی کو حق پہنچتا ہے کہ جواب نہ دے ایسے وقت میں کہ جب وہ سمجھ رہے ہیں کہ سوال کے پیچھے سازش ہے گڑھا ہے۔ سوال کرنے والا معلومات حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ مکر و دھوکہ دینے کے لیے سوال کر رہا ہے۔

شقرہ: بھائی میں کیسے مان لوں کہ تم پسند نہیں کرتے حالانکہ تم روزانہ یونیورسٹی جاتے ہو؟ ان فضول جوابات کو چھوڑ کر یہ بتاؤ کہ تم کافر ہو یا نہیں۔؟

سامی: نہیں، میں کافر نہیں ہوں۔

شقرہ: کیوں نہیں ہو؟ تم کافر ہو خود پر کفر کا حکم لگاؤ۔

ابو بصیر: یہ مفلس کی کل پونجی ہے جب دلائل ختم ہو جاتے ہیں تو پھر وہ ڈرانے خوفزدہ کرنے کی شکوک میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس قاعدہ کو شریعت کی رو سے باطل کرنے کے لیے اس کے دلائل جب ختم ہو گئے تو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ یہ قاعدہ کہ کفر پر رضامندی کفر ہے خود پیش کرنے والے کی تکفیر کر رہا ہے اس لیے کہ وہ صرف یونیورسٹی میں پڑھنے کی وجہ سے کفر پر راضی ہے اور اگر وہ خود کو کافر نہیں کہتا تو اس کو چاہیے کہ اس قاعدہ سے ہی دست بردار ہو جائے۔ یہ انداز پہلے خوارج اپنا چکے ہیں جب وہ تکفیر و تشکیک کا اسلحہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر چلاتے تھے اور اپنے ہر مخالف پر ان کے دین میں شک کرتے تھے مگر یہ سب باتیں اہل حق کو حق تھامنے میں مزید مضبوط کرتی ہیں۔

شقرہ: سامی میں تم سے ایک بات کہہ رہا ہوں کہ یہ جو تم پر فکر سوار ہے تکفیر والی۔ میں نہیں سمجھتا کہ اب یہ تم میں باقی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ سوچ اب ختم ہو گئی ہے اور میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ تم میرے سامنے ظاہر ہو گئے اور تم نے دیگر لوگوں کی طرح باتیں مجھ سے نہیں کیں میں اسے سچ نہیں سمجھ رہا تھا اس کی دو وجہ ہیں:

1 میں جانتا ہوں کہ تم میں تکفیر وایمان کی لوگوں پر کفر وایمان کا حکم لگانے کی سوچ پختہ نہیں ہوئی اس کی دلیل یہ ہے کہ اب تم اس مسئلہ میں مزید دخل نہیں دینا چاہتے۔

2 میں دیکھ رہا ہوں کہ جو کچھ تمہارے حالات ہیں وہ تمہاری اس گفتگو سے مطابقت نہیں رکھتے

ابو بصیر: ڈرانے، دھمکانے، تشکیک کا انداز یہ اس مفلس کی پونجی ہے جس کے پاس شرعی دلائل ختم ہو چکے ہوں مگر یہ ان لوگوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے جن کے دلوں کو اللہ نے نور حق سے منور کیا ہے اور علم توحید سے آباد کیا ہے۔

شقرہ: میں آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں نبی ﷺ کے حکم کے بموجب کسی انسان پر کفر کا حکم لگانے کا تقاضا دو میں سے ایک ہو گا یا تو کہنے والا کافر ہو گا یا جسے کہا گیا ہے وہ کافر ہو گا دونوں میں سے ایک پر یہ حکم لوٹ آئے گا۔

ابو بصیر: یہ قاعدہ صحیح ہے کہ جس نے مسلمان کو کافر کہا اس نے (خود) کفر کیا نصوص شرعیہ اس پر دلالت کرتے ہیں لیکن یہ قاعدہ مطلقاً نہیں ہے اس لیے کہ ایسے حالات بھی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے یہ قاعدہ کسی معین شخص پر لاگو نہیں ہوتا اور اس کی تکفیر نہیں ہوتی مثلاً کسی صحیح اجتہاد یا ممکن وجائز تاویل کی وجہ سے عذر ہوتا ہے اور صحیح اجتہاد نہ ہونے پر بھی اجر ملتا ہے اس لیے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: جب فیصلہ کرنے والا کوشش کرے اور اس میں (پھر بھی) غلطی کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے (کوشش کرنے کی وجہ سے)۔ اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی گردن کاٹنے کی اجازت مانگی تھی کہ اس نے منافقت، کفر وارتداد کا ارتکاب کیا ہے۔ حاطب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے خفیہ پروگرام کی اطلاع مشرکین کو دی تھی لیکن نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ حاطب منافق نہیں ہے وہ بدری صحابی ہے اور اس کا عقیدہ ہمیشہ سے صحیح ہے۔ اس بات سے دلیل ملتی ہے کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کفر عمر رضی اللہ عنہ پر لوٹ آیا کہ اس نے حاطب رضی اللہ عنہ کو کافر سمجھ لیا تھا اس لیے کہ وہ حاطبt کی تکفیر میں صحیح رائے تک نہیں پہنچ سکے تھے یہ حکم ان کے اجتہاد اور شرح میں معتبر قرائن پر مبنی تھا جو ان پر وعید لاگو کرنے میں مانع تھا۔ اسی طرح خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے اس شخص کے قتل کی اجازت مانگی تھی جس نے رسول ﷺ سے کہا تھا کہ خدا کا خوف کر (خالد رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ) وہ منافق ہو گیا ہے اور اس نے اپنا دین بدل دیا ہے۔ لیکن نبی ﷺ نے انہیں منع کر دیا مگر یہ بھی نہیں کہا کہ نفاق وکفر کا یہ حکم تم پر لوٹ آیا ہے۔ اسی طرح کا قول اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ عنہ کا ہے جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کے سامنے کہا تھا جب اس نے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کے دفاع میں کچھ کہا تھا (اسید رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو کہا) تم منافق ہو اس لیے منافقین کا دفاع کر رہے ہو (جب منافقین کے دفاع پر منافق کہا جاسکتا ہے تو طاغوتی حکمران والکفر اور نفاق وکفر کی علامت اپنے اندر جمع کرنے والے دور حاضر کے جہمیہ کو کہا جائے گا؟) صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان لوگوں کو بھی کافر کہہ دیا تھا جنہوں نے قرآن کی آیت کی تاویل کی تھی۔ آیت یہ ہے: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا☆ المائدہ:۹۳﴾ "جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے ان پر گناہ نہیں جو انہوں نے (شراب) چکھ لی جب انہوں نے تقویٰ اختیار کیا، ایمان لائے اور عمل صالح کیا۔" تاویل کر کے ان لوگوں نے اپنے

لیے شراب حلال قرار دی تھی۔ ان کے سرپرست عبد اللہ بن مظعون بدری تھے لیکن صحیح بات وہ تھی جو علی رضی اللہ عنہ نے کی تھی کہ یہ لوگ کافر نہیں ہیں بلکہ انہوں نے ایسی تاویل کی تھی جو ہو سکتی تھی اور وہ ان کی تکفیر میں مانع ہے۔ اور کہا کہ ان پر حجۃ قائم کی جائے ان کی غلطی کی نشان دہی کی جائے۔ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کو اسی کوڑے شراب پینے کی وجہ سے مارے جائیں گے اگر توبہ نہ کریں تو ان کی گردنیں اس وجہ سے ماری جائیں کہ انہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا اور دین میں ایسی شریعت بنائی جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی تھی۔ اس واقعہ میں دلیل یہ ہے کہ جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے پہلے پہل ان پر کفر وارتداد کا فتویٰ لگایا تھا ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ فتویٰ ان پر لوٹ آیا اس لیے کہ یہ حکم انہوں نے اجتہاد کی بنا پر لگایا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دور حاضر کے جہمیہ جو اس قاعدے کو مطلقاً استعمال کرتے ہیں اور مخالفین کو طاغوتی حکمران کی تکفیر سے ورغلاتے ہیں یہ غلط باطل مردود کام ہے جو اہل بصارت سے پوشیدہ نہیں ہے۔

شقرہ: (سامی کو مخاطب کرتے ہوئے) یہی وجہ ہے کہ کتنا بے پرواہ کر دیا ہے تمہیں اس بات سے کہ تم فلاں فلاں کے اقوال کے حوالے دو کہ عمر شقرہ نے کہا۔ ابن تیمیہ، سید قطب ابن کثیر یا طبری رحمۃ اللہ علیہم نے یوں کہا ہے اگر ساری دنیا کے علماء بھی یہ بات کریں تو بلا دلیل ہی کہیں گے۔

ابو بصیر: کلمہ سے مراد طاغوتی حکمرانوں کی تکفیر ہے لیکن ان طواغیت کے ڈر اور رعب کی وجہ سے صراحت سے نہیں کہتے۔ غور کریں کہ اس آدمی کو کتنی جراءت ہو گئی ہے اللہ کے دین کے خلاف اور علماء سلف کی کتنی توہین کرتا ہے ان کے اجماع کو اہمیت نہیں دیتا یہ سمجھتا ہے کہ اگر ساری دنیا کے علماء جن میں علمائے سلف بھی ہیں اس بات پر اجماع کر لیں کہ یہ حکمران کافر ہیں تو یہ شخص ان حکمرانوں کو کافر نہیں سمجھے گا اس لیے کہ یہ علماء بغیر دلیل کے کافر قرار دیں گے تو گویا علماء امت میں سے کسی کے پاس دلیل نہیں ہے؟ اس اکیلے کے پاس دلیل ہے؟ کہ یہ سلف کے قول وفہم کو اپناتا ہے؟ اور سلف کو خلف پر مقدم رکھتا ہے؟ کیا ابن جریر طبری، ابن تیمیہ، سید قطب اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہم خلف ہیں اور یہ خود اور اس کا شیخ سلف ہیں؟ اس کے بعد ہم اس گمراہ شخص سے کہتے ہیں کہ کیا تمہاری جسارت طاغوتی حکمرانوں کے دفاع میں اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ تم امت کے تمام علماء کے اقوال کو ردّ کرتے ہو جو انہوں نے ان طواغیت کے بارے میں کہے ہیں۔؟

شقرہ: تم نے کتاب اللہ کی آیت سے دلیل لی ہے: ﴿وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا☆ التوبہ: ۷۴﴾ "انہوں نے کلمہ کفر کہا ہے اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا ہے اور ارادہ کیا اس کا جو انہوں نے پایا نہیں۔" یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے یہ اس مسلمان کے بارے میں نہیں ہے جو " لا الٰہ الا اللہ محمد رسول" اللہ کا اقرار کرتا ہو۔

ابو بصیر: یہ بات اس کے خلاف ہے جس پر آیت دلالت کرتی ہے وہ لوگ کافر ہوئے تھے اس بات کی وجہ سے جو انہوں نے کی تھی۔ نفاق کی وجہ سے نہیں۔ اسلام لانے اور "لا الٰہ الا اللہ" کے اقرار کے بعد اگر فرض کر لیں کہ پہلے وہ منافق

تھے تو پھر آیت دلالت کرتی ہے کہ وہ لوگ کلمۂ کفر کی وجہ سے کافر ہوئے تھے علت کفر کی کلمۂ کفر تھا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کلمۂ کفر یہ کہتا ہے تو وہ کافر ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ سلیم الاعتقاد مسلمان ہو اور " لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کرنے والا ہو۔

شقرہ: میں آپ کو بخاری کی ایک حدیث کی طرف لے جانا چاہوں گا مگر اس سے پہلے ایک سوال کروں گا۔ شیخ سے معذرت کے ساتھ۔ کہ کیا تم "لا الٰہ الا اللہ" نہیں کہتے؟ اور کیا تم اس معاشرے میں نہیں رہتے جس کفر سے بھرے ہوئے معاشرے میں ہم رہ رہے ہیں؟ ایسا معاشرہ جس کے حکمران ظالم ہیں؟ تم صرف " لا الٰہ الا اللہ" کے ساتھ رہ رہے ہو نماز روزہ حج زکاۃ نہیں کرتے۔ لیکن اخلاص کے ساتھ " لا الٰہ الا اللہ" کہتے ہو کیا تم کافر ہو یا مومن۔؟

ابو بصیر: کس طرح یہ شخص اپنی عادت کے بر خلاف معاشرے کو کافر قرار دے رہا ہے بلکہ کفر سے بھرا ہوا ہے۔ اور اس میں کافر ظالم کا حکم کار فرما ہے۔ یہ اس لیے کہہ رہا ہے تا کہ اس شخص کو صحیح ثابت کرے جو "لا الٰہ الا اللہ" کہتا ہے مگر ارکان اسلام میں سے کوئی بھی رکن بجا نہیں لاتا۔ جب معاشرہ کافر ہے کفر سے بھرا ہوا ہے اور حاکم بھی کافر ظالم ہے تو پھر طاغوتی حکمرانوں کا دفاع کس لیے کیا جا رہا ہے؟ یا یہ شخص معاشرے کے کفر کو معمولی بنا کر پیش کر رہا ہے تا کہ لوگ طاغوتی حکمرانوں کی تکفیر کو مشکل سمجھ لیں جو کہ ہر فتنہ کی جڑ ہیں۔ پھر یہ شخص اپنے مخالف کو متوجہ کر کے کہہ رہا ہے کہ تم بھی یہی صفات اپنے اندر رکھتے ہو تو کیا صرف ان صفات کی وجہ سے خود کو کافر کہہ سکتے ہو؟ یہ ایسی صفات کے حاملین کی تکفیر سے ڈرانا ہے۔ اس لیے کہ عام طور پر آدمی خود کو کافر کہنے سے اجتناب کرتا ہے اگرچہ اسے ان اصولوں کا انکار ہی کیوں نہ کرنا پڑے جن کا وہ عقیدہ رکھتا ہے ایک اور لحاظ سے دیکھیں تو یہ بات کرنے کا ادب وسلیقہ نہیں ہے (مگر یہ کیا جانیں ادب وسلیقہ) کہ مخاطب کر کے کسی کو کہا جائے کہ تم کافر ہو یا مسلمان؟ خود پر کفر یا اسلام کا حکم آدمی کیسے لگا سکتا ہے؟ گویا ان کے مخالف میں وہ صفات موجود ہیں جن کے حامل کے کفر پر اختلاف ہو رہا ہے۔

سامی: اگر میں نماز ترک کر دوں تو کافر ہوں۔

شقرہ: سبحان اللہ کس طرح تم نے خود پر کفر کا حکم لگا دیا حالانکہ تم خلوص دل سے " لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کرتے ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جس نے خلوص کے ساتھ " لا الٰہ الا اللہ" کہہ دیا اسے زندگی بھر فائدہ دے گا۔ جنت میں داخل ہو گا۔ تم نے خود کو کیسے کافر کہہ دیا؟ جب تم اخلاص سے کلمہ کہتے ہو تو خود کو کیسے کافر کہتے ہو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاص سے کلمہ کہنے کی بات کی ہے عمل کی شرط نہیں لگائی اور حدیث شفاعت میں ہے کہ یہاں تک کہ جہنم سے اسے بھی نکال دیا جائے گا جس نے کبھی بھی کوئی اچھا عمل نہیں کیا ہو گا۔ اچھا عمل یعنی نہ نماز پڑھی، نہ روزہ رکھا، نہ زکاۃ دی، نہ حج کیا صرف " لا الٰہ الا اللہ" کہا ہو گا اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ جبکہ کافر تو جہنم میں ہمیشہ رہتا ہے بقول تمہارے چاہے عملی کفر ہو یا اعتقادی کیا کہتے ہو؟ جواب دو۔

ابو بصیر: یہ بات صحیح نہیں مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر غلط ہے:

1 ''لا الٰہ الا اللہ'' کی شروط و قیود ہیں جن کے بغیر فائدہ نہیں ہوتا جب تک کہ ان تمام شروط و قیود کو ساتھ نہ رکھا جائے کتاب و سنت کے نصوص سے یہ ثابت ہیں کہ ان کے بغیر نجات نہیں ہوگی تمام ان شرعی نصوص کو دیکھنا چاہیے جو'' لا الٰہ الا اللہ'' سے متعلق ہیں ایک نص کو دیکھنا دوسرے سے چشم پوشی کرنا یہ خلاف حق اور دیانت علمی کے خلاف ہے۔ یہ گمراہی کی طرف لیجانے والا طرز عمل ہے۔ اس کی وضاحت ہم اس طرح کر دیتے ہیں کہ'' لا الٰہ الا اللہ'' کہنے کے لیے کچھ شروط و قیود ہیں اگر ان میں سے کوئی شرط یا قید ختم ہو جائے تو اس کلمے کا فائدہ بھی ختم ہو جاتا ہے وہ شروط مندرجہ ذیل ہیں:

1 **پہلی شرط ہے: کفر بالطاغوت:** کفر بالطاغوت کے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا طاغوت کہتے ہیں اللہ کے علاوہ ہر معبود کو ،عبادت کی کوئی بھی قسم ہو اللہ کے فرمان سے یہی مراد ہے:

فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی لَا انۡفِصَامَ لَہَا وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (البقرہ:۲۶۵)

جس نے طاغوت کا کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط کڑا تھام لیا جو ٹوٹتا نہیں اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اہل علم نے مضبوط کڑا سے مراد'' لا الٰہ الا اللہ'' لیا ہے۔ آیت کا مفہوم یہ نکلے گا کہ جو شخص اللہ پر ایمان لایا مگر طاغوت کا کفر نہیں کیا تو س نے مضبوط کڑا نہیں تھاما نہ ہی'' لا الٰہ الا اللہ'' کی وہ گواہی دی جو فائدہ دے اور نجات کا سبب بنے۔ اس کی وضاحت صحیح مسلم کی حدیث کر رہی ہے جس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہا اور اللہ کے علاوہ معبودوں کا انکار کیا تو اس کی جان و مال محفوظ ہیں اس کا حساب اللہ پر ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ حدیث کے الفاظ کہ اللہ کے علاوہ معبودوں کا انکار کیا یہ تاکید ہے نفی کی اس کے بغیر کسی کا مال و جان محفوظ نہیں اگر شک و تردد کیا تو جان و مال محفوظ نہیں۔ (مجموعۃ التوحید:۳۵)

میری رائے ہے کہ اس کا مال اور جان غیر محفوظ ہیں یہ بات اس کی دلیل ہے کہ اس کا'' لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی دینا بغیر کفر علی الطاغوت کے کوئی فائدہ نہیں ہے اس لیے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے بیک وقت ایک چیز کا اقرار کر رہا ہے اور اس کی ضد کا بھی ایک ہی وقت میں یعنی توحید و شرک ،وہ کفر بالطاغوت جو نجات کا سبب بنتا ہے اس کی کچھ صفات ،علامات اور احوال ہیں جن کے بغیر یہ متحقق نہیں ہوتا صرف زبان سے کفر بالطاغوت کرنا پھر اس کے بعد اس کی ضد والٹ کرنا یعنی طاغوت سے دوستی اور اس کی طرف جھکاؤ تو یہ بغیر حقیقت کے صرف خیال ہے حقیقت حال اور عمل اس کی تکذیب کرتے ہیں۔

2 **دوسری شرط ہے: علم:** اللہ کا فرمان ہے: ﴿فَاعۡلَمۡ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ☆ محمد:۱۹﴾ ''جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔'' مسلم میں حدیث ہے: جو مر گیا اور وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کا علم رکھتا تھا وہ جنت میں جائے گا۔ حدیث کا مفہوم (فقہاء کی اصطلاح میں مفہوم یا مفہوم مخالف) یہ ہوا کہ جو اس حال میں مر گیا کہ'' لا الٰہ الا اللہ'' کا علم نہیں رکھتا تھا تو وہ جنت میں نہیں

جائے گا۔ اگر چہ وہ زبان سے ادا کر رہا تھا یا تسبیح کے دانوں پر گن رہا تھا۔ اس لیے کہ کسی چیز سے لاعلمی کا مطلب ہے کہ دل میں اس کا اعتقاد نہیں ہے۔ اور توحید کا عقیدہ نہ رکھنا (بغیر اختلاف کے) کفر ہے۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو زبان سے "لا الٰہ الا اللہ" کہتے ہیں اور اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ خالق رازق نہیں ہے اس کے باوجود وہ دعا، فریاد، نذر و نیاز، تحاکم، اطاعت وغیرہ غیر اللہ کی کرتے ہیں اور "لا الٰہ الا اللہ" اور اپنے اس عمل میں تعارض بھی نہیں سمجھتے ایسے شخص کو صرف زبانی طور پر "لا الٰہ الا اللہ" فائدہ نہیں کرتا آنکہ اس کے مطلب و مقصد سے آگاہ نہ ہو اس کی تفسیر قریش کے کفار کی طرح کرتا ہے۔

محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین توحید ہے یعنی "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی معرفت اس کے تقاضے کے مطابق عمل۔ اگر کہا جائے کہ تمام لوگ یہ کلمہ پڑھتے ہیں اور اس کا مطلب لیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ خالق رازق کوئی نہیں ان میں کچھ ایسے ہیں جو اس کا معنی نہیں سمجھتے کچھ ایسے ہیں جو اس کے تقاضوں کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ کچھ ایسے ہیں جو اس کی حقیقت سے لاعلم ہیں کچھ تو ایسے ہیں کہ ایک لحاظ سے اس کو جانتے ہیں مگر دوسرے لحاظ سے اس کے ساتھ اور اس کے ماننے والوں کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اس کو پسند کرتے ہیں اس کے ماننے والوں کو پسند کرتے ہیں مگر اس کے دوستوں و دشمنوں میں فرق نہیں کرتے۔ کیا یہ دونوں گروہ ایک ہی دین میں مختلف ہیں اور دونوں حق پر ہیں؟ اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہے حق کے علاوہ تو صرف گمراہی ہے۔ (الرسائل الشخصیۃ:182)

3 **تیسری شرط ہے: صدق واخلاص ہے:** بخاری کی روایت میں ہے جو بھی شخص صدق دل سے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہتا ہے اللہ اس کو جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔ دوسری حدیث ہے خوشخبری لے لو اور اپنے بعد والوں کو بھی دیدو کہ جس نے "لا الٰہ الا اللہ" صدق دل سے کہ دیا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ حدیث کا مخالف مفہوم یہ ہو گا کہ جس نے کذب و نفاق کے ساتھ "لا الٰہ الا اللہ" کہا لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے یا جیسا کہ لیڈر لوگ عوام کو اپنا تابع رکھنے کے لیے کرتے ہیں یا خود کو دیندار ثابت کرنے کے لیے لوگوں سے اپنی نفاق کفر و گمراہی کی حقیقت چھپانے کے لیے جیسا کہ بہت سے طاغوتی حکمرانوں کرتے ہیں کہ دین کا اظہار کرتے ہیں اپنی عوام کو گمراہ کرنے کے لیے صرف زبانی طور پر کلمہ پڑھتے ہیں تاکہ لوگوں پر اپنا کفر جاری رکھ سکیں تو جو شخص اس طرح کلمہ پڑھے گا تو حدیث کا مفہوم یہ بنے گا کہ ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا بلکہ یہ ان منافقین میں سے ہو گا جو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

4 **چوتھی شرط ہے: شک دور کرنا:** حدیث میں ہے جو بھی شخص "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہے اور اس میں شک نہ کرتا ہو جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو وہ اسے جنت میں داخل کر دے گا حدیث کا مفہوم یہ بنے گا کہ جو شخص اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ "لا الٰہ الا اللہ" میں شک کرتا ہو یا اس کے لوازمات و مقتضیات میں شک کرتا ہو تو وہ جنت میں نہیں جائے گا اور ان جنتیوں میں سے نہیں ہو گا جنہوں نے "لا الٰہ الا اللہ" کی سچی گواہی دی ہو گی۔

5 **پانچویں شرط ہے: یقین کا حصول:** اس کا مطلب ہوتا ہے کہ معمولی سا بھی شک شبہ ہو اسے دور کیا جائے اور بغیر شک وشبہ کے یہ تسلیم کرے کہ اللہ اپنی خصوصیات، الوہیت، ربوبیت، اسماء وصفات میں اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں مسلم میں حدیث ہے جو شخص دل کے یقین کے ساتھ "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کرتا ہو اسے جنت کی خوشخبری دے دو، حدیث کا مفہوم یہ نکلے گا کہ جو شخص" لا الٰہ الا اللہ" کی گواہی دیتا ہو مگر اس کے مدلولات ومطالبات پر یقین نہ رکھتا ہو تو اسے جنت کی خوشخبری نہ دو۔

6 **چھٹی شرط ہے: محبت:** ایمان وتوحید اس وقت تک فائدہ نہیں دے سکتے نہ صحیح ہو سکتے ہیں جب تک اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر چیز سے بڑھ کر محبت نہ کی جائے۔ فرمان ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡدَادًا یُّحِبُّوۡنَہُمۡ کَحُبِّ اللّٰہِ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرہ: ۱۶۵)

کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے علاوہ معبود بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہیے اور ایمان والے اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔

فرماتا ہے:

قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَ اَبۡنَآؤُکُمۡ وَ اِخۡوَانُکُمۡ وَ اَزۡوَاجُکُمۡ وَ عَشِیۡرَتُکُمۡ وَ اَمۡوَالُ ۣ اقۡتَرَفۡتُمُوۡہَا وَ تِجَارَۃٌ تَخۡشَوۡنَ کَسَادَہَا وَ مَسٰکِنُ تَرۡضَوۡنَہَاۤ اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ جِہَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ (التوبۃ:۲۴)

ان سے کہہ دو اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، خاندان اور جو مال تم نے کمایا ہے۔ تجارت جس کی خرابی سے تم ڈرتے ہو۔ پسندیدہ گھر اگر تمہیں اللہ ورسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ اچھے لگتے ہو (زیادہ محبت ہو) تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا عذاب لے آئے۔ اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (مدارج السالکین: 1 / 100) میں کہتے ہیں: جس نے بھی ان مذکورہ اشیاء میں سے کسی ایک کی اطاعت کو اللہ ورسول e کی اطاعت پر مقدم کیا۔ یا ان میں سے کسی کا خوف یا امید وتوکل کو اللہ کے خوف۔ امید وتوکل پر۔ یا ان کے معاملے کو اللہ کے ساتھ معاملے پر مقدم کیا تو یہ ان لوگوں میں سے ہے جو کو اللہ ورسول کی محبت دوسروں کی بنسبت سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر زبان سے کہے بھی تو جھوٹ بولتا ہے اور جس عمل پر ہے اس کے خلاف دعویٰ کر رہا ہے۔ اسی طرح جس نے کسی کا حکم اللہ ورسول کے حکم پر مقدم کیا تو یہ مقدم کیا ہوا اس شخص کے نزدیک اللہ ورسول سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اس کو اس کے مال اور اس کے اہل اور تمام لوگوں سے زیادہ پسندیدہ ومحبوب نہ ہو جاؤں۔ ابو سلیمان الخطابی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: یعنی وہ شخص مجھ سے محبت کے

دعوے کرنے میں سچا نہیں ہے۔ جب تک میری اطاعت میں خود کو فنا نہ کردے اور میری مرضی کو اپنی خواہشات پر مقدم نہ کرے ترجیح نہ دیدے۔ اگرچہ اس میں جان ہی کیوں نہ جاتی ہو۔ (شرح صحیح مسلم: 12/ 3)

میری رائے: اس کی مصداق کتاب اللہ میں یہ آیت ہے: ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ☆ آل عمران: ۳۱﴾ "اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔" نبی ﷺ کی اتباع نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان سے محبت نہیں ہے جتنی اطاعت واتباع ہوگی اتنی ہی دل میں محبت ہوگی جو اتباع کے بغیر محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ اس دلیل ونص کی رو سے۔ اسی طرح محبت کی نفی اور اس کی ضد یعنی شریعت سے نفرت یہ نواقض ایمان میں سے ہے اور تمام اعمال ظاہرہ وباطنہ کی بربادی کا داعی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (محمد: ۸-۹)

جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے ہلاکت ہے اور ان کے اعمال برباد کردے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ سے نفرت کی تو ان کے اعمال ضائع کردیے (اللہ نے)۔

ان کے کفر اور اعمال کی بربادی کی وجہ اللہ کے دین سے نفرت ہے اور نازل کردہ میں سب سے بڑی اور اہم چیز توحید ہے۔ "لا الٰہ الا اللہ" جس نے اس سے نفرت کی یا دشمنی کی یا اس کے ماننے والوں سے دشمنی کی اور اس کے دشمنوں سے دوستی کی تو وہ ان کافروں میں سے ہے جو اللہ کے دین سے نفرت کرنے والے ہیں ایسے میں صرف زبان سے "لا الٰہ الا اللہ" کہنا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

7 **ساتویں شرط ہے: رضا، تسلیم اور مکمل اطاعت وفرمانبرداری:** اللہ کا فرمان ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء: ۶۵)

تیرے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے اختلافی امور میں تجھے حکم نہ مان لیں اور پھر اپنے دلوں میں تیرے فیصلے سے تنگی محسوس نہ کریں اسے مکمل طور پر تسلیم کرلیں۔

فرمان ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات: ۲-۱)

ایمان والو اللہ ور سول سے آگے مت بڑھو۔ اللہ سے ڈر جاؤ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ ایمان والو اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اونچی مت کرو اور نہ ہی ان سے اس طرح زور سے بات کرو جیسے آپس میں کرتے ہو ورنہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تمہیں احساس بھی نہ ہو گا۔

فرمان ہے:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (الاحزاب:۳۶)

مومن مرد یا عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں تو ان کو اپنے معاملہ کا اختیار ہو۔؟ (ایسا نہیں ہو سکتا)

فرماتا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور:۶۳)

جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ انہیں فتنہ یا عذاب الیم پہنچ جائے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء نے فتنہ سے مراد شرک لیا ہے۔ اور ﴿والفتنۃ اشد من القتل﴾ شرک وکفر قتل سے بھی بڑا گناہ ہے ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ " لا الٰہ الا اللہ " کا زبان سے ادا کرنا اور اس کے مقصود کو زندگی کا منہج نہ بنانا اس کے مطلب ومعانی کو تسلیم نہ کرنا یہ " لا الٰہ الا اللہ " کی گواہی نہیں ہے جو قیامت میں فائدہ دے سکے۔

8 **آٹھویں شرط ہے: اس پر عمل کرنا اور اس کے لوازمات پر عمل کرنا:** (مطلب یہ کہ) توحید پر عمل اور شرک سے اجتناب ظاہر وباطن میں جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (البينۃ:۵)

انہیں صرف یہ حکم دیا گیا کہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اور زکاۃ دیں یہی قائم رہنے والا دین ہے۔

فرمان ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:۵۶)

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

جس نے توحید پر عمل باطل کر دیا تو اس نے وہ مقصد ہی ختم کر دیا جس کے لیے اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا اور کتابیں نازل کیں ۔رسول بھیجے:

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (الانبیاء:۲۵)

ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے انہیں وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں میری عبادت کرو۔

فرمان ہے:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل:۳۶)

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو۔ طاغوت سے اجتناب کرو۔

آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسولوں کی بعثت کا مقصد اس اصولِ عظیم تک محصور و محدود تھا اللہ کی عبادت اور طاغوت سے اجتناب، گویا اس کے علاوہ ان کا کوئی اہم کام تھا ہی نہیں سوائے اس کے۔ جیسا کہ صحابی ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا (فارس کے بادشاہ کے سامنے) اللہ نے ہمیں اٹھایا ہے تاکہ ہم لوگوں کو لوگوں کی غلامی سے نکال کر بندوں کے رب کی عبادت کی طرف لے جائیں اور دیگر ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف لہٰذا ہم کہتے ہیں جس نے صرف کلمہ توحید کے زبانی اقرار پر اکتفا کر لیا اس کے مضمون و مطالبے پر عمل نہیں کیا اور اپنی زندگی میں کبھی اللہ کی عبادت نہیں کی کبھی نہیں کہا کہ اے رب میرے گناہ کو معاف کر دے طواغیت اور ان کی عبادت اور دوستی سے اجتناب نہیں کیا تو وہ کافر اور مشرک ہے " لا الہ الا اللہ" کی گواہی کی تکذیب کرنے والا ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اسمیں کوئی اختلاف نہیں کہ توحید کے لیے ضروری ہے کہ وہ دل زبان اور عمل سے ہو اگر ان میں سے ایک چیز بھی نہ رہی تو آدمی مسلمان نہیں ہو گا اگر توحید کو پہچان لیا مگر اس پر عمل نہیں کیا تو وہ فرعون و ابلیس کی طرح کافر ہے۔

9 **نویں شرط ہے: اس پر مستقل رہنا:** اگر ایک شخص اس حال میں مر گیا کہ توحید کی ضد یعنی شرک پر تھا تو بھلے ساری زندگی زبان سے "لا الہ الا اللہ" کہتا رہا ہو اسے کوئی فائدہ نہیں ہو گا مسلم کی حدیث ہے۔ جس نے "لا الہ الا اللہ" کہا اور اس پر اسے موت آئی تو جنت میں داخل ہو گا۔ اس کا مفہوم یہ نکلے گا کہ جس نے " لا الہ الا اللہ" کہا مگر اس پر موت نہیں آئی اس کی ضد یعنی شرک پر آئی تو جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ نہ ہی جنتیوں میں سے ہو گا۔ اس لیے کہ اعتبار خاتمے کا ہے کہ کس حال میں خاتمہ ہوتا ہے جیسا کہ شرعی نصوص سے ثابت ہے۔

وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ:۲۱۷)

جو دین سے پھر گیا مرتد ہو گیا اور کفر کی حالت میں مر گیا تو ان لوگوں کے اعمال برباد ہیں دنیا و آخرت میں اور یہ لوگ جہنم والوں میں سے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں جس نے ” لا الہٰ الا اللہ “ کہا اور اللہ کے سوا معبودوں کا انکار کیا اور ” لا الہٰ الا اللہ “ کے معانی و مطالب سے باخبر تھا اخلاص کے ساتھ پڑھتا تھا۔ یقین تھا شک نہیں کرتا تھا۔ اس سے اور اس کے ماننے والوں سے محبت کرتا تھا۔ اس پر اور اس کے تقاضوں پر عمل کرتا تھا ان سب کے بعد اسی پر مر گیا تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور جس نے دل میں ان قیود و شرائط کو رکھے بغیر کہا تو اسے یہ کلمہ کوئی فائدہ نہیں دے گا اگرچہ ساری زندگی زبان سے دہراتا رہے اس مسئلہ سے تمام نصوص میں تطبیق کی یہ صورت ہیں۔

شیخ عبد الرحمن بن آل شیخ اپنی کتاب ” قرة عیون الموحدین “ میں کہتے ہیں کتاب و سنت میں ” لا الہٰ الا اللہ “ کے لیے بھاری قیود ہیں جن میں علم، یقین، اخلاص، صدق، محبت، قبول، اطاعت، اور اللہ کے علاوہ معبودوں کا انکار ہے جب کہنے والے میں یہ تمام قیود جمع ہوں تو کلمہ اسے فائدہ دے گا اگر یہ قیود نہیں ہوں گے تو فائدہ نہیں دے گا۔ اس کے علم اور اس پر عمل کرنے میں لوگ مختلف ہیں کسی کو فائدہ دیتا ہے کسی کو نہیں دیتا۔ بعض نصوص کو اختیار کرنا بعض کو نہ کرنا اپنے مطلب کے دلائل لینا دوسروں سے چشم پوشی کرنا جیسا کہ دور حاضر کے جہمیہ کرتے ہیں یہ اپنی رائے کی تائید تلاش کرنا ہے یا ایسے قول یا عقیدے کے لیے تائید لانا ہے جس کی دلیل اللہ نے نازل نہیں کی یہ ان چوروں کی حرکت ہے جو علم چھپاتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے۔

دوسری بات: ” لا الہٰ الا اللہ “ کا اقرار اگر علم، یقین، اعتقاد، محبت، اخلاص اور صدق کے ساتھ ہو تو پھر لازم ہے کہ اس کا اسکا اظہار ظاہر یعنی جسمانی اعضاء کے ساتھ ہو، یہ ناممکن ہے کہ علم و اعتقاد، صدق اخلاص، توحید کی محبت ہو اور پھر ان کا اظہار اعضاء سے نہ ہو۔ ایک کا نہ ہونا دوسرے کے نہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اور ایک کی موجودگی دوسرے کی موجودگی کی دلیل ہے۔ یہی بات حدیث میں اس طرح بیان ہوئی ہے جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہوتا ہے تو پورا جسم صحیح ہوتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ وہ دل ہے۔ ظاہر و باطن کے تعلق کے بارے میں پہلے تفصیل گزر چکی ہے، ان دلائل کے بعد یہ جاہل شخص کس طرح فرض کرتا ہے کہ اعتقاد میں توحید کی گواہی ہو اور اس اعتقاد، اخلاص، صدق اور محبت کا اظہار اعضاء سے نہ ہو بلکہ اس کے الٹ کا اظہار ہو۔؟

تیسری بات: یہ جو آدمی جہنم سے نکل رہا ہے اور اس نے کوئی بھلائی نہیں کی تو دیگر نصوص کی روشنی میں اسے ان لوگوں پر محمول کرنا چاہیے جنہوں نے توحید کے علاوہ کوئی دوسری اچھائی نہیں کی تھی جس نے ظاہراً و باطناً توحید کو اپنایا اور شر سے ظاہراً و باطناً اجتناب کیا اور اس کے علاوہ کوئی نیک کام نہیں کیا تو یہ آدمی جہنم سے نکالا جائے گا اس کو رحمت ملے گی اور شفاعت فائدہ دے گی۔ اس طرح اس حدیث کو سمجھنا چاہیے۔ اس کو تاویل پر ہی محمول کرنا چاہیے اگر ایسا نہیں کریں گے تو پھر نصوص میں تعارض ہو گا اور بغیر کسی سبب کے اصول رڈ ہوں گے۔ نبی ﷺ کی حدیث ہے۔ مسلم نے روایت کی ہے: جب اللہ بندوں کے فیصلے سے فارغ ہو جائے گا اور پھر ارادہ کرے گا کہ اپنی رحمت سے لوگوں کو جہنم سے نکالے تو فرشتوں کو حکم کرے گا کہ جہنم سے ان لوگوں کو نکال دو جو اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہیں کرتے تھے یہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن پر وہ رحم

کرے گا جو" لا الٰہ الا اللہ" کہتے تھے فرشتے ان کو جہنم میں پہچان لیں گے سجدے کے نشانوں سے آگ انسان کا پورا وجود کھا جائے گی سوائے سجدے کے نشان کے، غور کریں کہ جن لوگوں کو اللہ اپنی رحمت کی وجہ سے جہنم سے نکالے گا ان کی ادنی ترین حد جس کی وجہ سے وہ نکالیں جائیں گے وہ توحید اپنانا اور اجتناب عن الشرک ہو گا۔ پھر اس بات پر غور کریں کہ " سجدے کے نشان سے پہچانیں گے" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز اس توحید کی شروط ولوازمات میں سے ہے جس کی وجہ سے آدمی جہنم سے نکلے گا۔ اور کلی طور پر نماز کو ترک کرنے والا موحدین میں سے نہیں ہو سکتا ان لوگوں میں سے نہیں ہو سکتا جو اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے جو کہ جہنم سے نکلنے اور جنت میں جانے کی شرط ہے۔ اس بات کو نبی ﷺ نے دوسری حدیث میں بیان کیا ہے جو صریح دلالت کرنے والی ہے: "جس نے نماز چھوڑ دی اس نے شرک کیا" دوسری حدیث ہے جس نے اسے چھوڑا اس نے کفر کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تارک نماز مشرک کافر ہے اسے شفاعت نصیب نہیں ہو سکتی یہ ان لوگوں میں شامل نہیں جنہیں رحمت و شفاعت ملے گی۔ ایک اور بات کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ یہ جو لوگ جہنم سے نکالیں جائیں گے اللہ کی رحمت کی وجہ سے یہ وہ لوگ ہوں گے جو" لا الٰہ الا اللہ" کہتے تھے اور اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے تھے یہ سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والے ہوں گے۔ جب انبیاء ورسولوں کی شفاعت ہو چکی ہو گی۔ اس کی دلیل حدیث ہے جسے السنۃ میں ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے: میں مسلسل اپنے رب سے شفاعت کرتا رہوں گا اور اللہ قبول کرتا رہے گا یہاں تک کہ میں کہوں گا اے اللہ میری شفاعت اس آدمی کے لیے بھی قبول کر جو" لا الٰہ الا اللہ" کہتا تھا۔ اللہ فرمائے گا اے محمد (ﷺ) یہ تیرے لیے بھی نہیں اور کسی اور کے لیے بھی نہیں ہو سکتی یہ بات میرے لیے مجھے میری عزت، جلال، ور حمت کی قسم میں جہنم میں ایسے کسی شخص کو رہنے نہیں دوں گا جو" لا الٰہ الا اللہ" کہتا تھا۔ "لا الٰہ الا اللہ" مذکورہ شرط کے ساتھ کہتا تھا جو شرعی نصوص سے ثابت ہیں اور یہ ضروری ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کو رحمت ملے گی اور شفاعت نصیب ہو گی جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی یہ موحدین ہوں گے جنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہیں کیا ہو گا اس کی دلیل یہ جملہ ہے کہ رسول اللہ e نے فرمایا: مجھے شفاعت دی گئی ہے مگر یہ اسے ملے گی جو اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہیں کرے گا۔ دوسری جگہ ہے: موحدین میں سے کچھ لوگوں کو جہنم میں عذاب کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ کوئلہ ہو جائیں گے پھر انہیں رحمت پالے گی تو وہ وہاں سے نکلیں گے اور جنت کے دروازے پر چھوڑ دیئے جائیں گے اہل جنت ان پر پانی چھڑکیں گے تو وہ ایسے اگ جائیں گے جیسے سیلاب کے بعد گھاس اگتی ہے پھر جنت میں داخل ہوں گے۔ اس میں غور کریں ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ موحدین ہوں گے جنہوں نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا ہو گا۔ اس کے علاوہ متعدد نصوص ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت میں جن کو رحمت پائے گی وہ موحدین ہوں گے جو ظاہر و باطن شرک سے اجتناب کرنے والے ہوں گے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: جنت میں صرف مومنین جائیں گے۔ یعنی موحدین۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ☆ النساء:۴۸﴾ "اللہ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جسے چاہے گا بخش

دیتا ہے۔"ان کے علاوہ بہت سے نصوص ہیں جو اس تعبیر پر دلالت کرتے ہیں جنہیں دیگر نصوص کے ساتھ ملا کر فیصلہ کرنا چاہیے جن کا مسئلے سے کسی نہ کسی طریقے سے تعلق ہو ان میں سے کسی نص کو بیکار نہیں چھوڑنا چاہیے جو وعد، وعید، جنت، جہنم سے متعلق ہو۔

یہ جو کچھ بیان ہوا اس سے ثابت ہوا کہ دور حاضر کے جہمیہ لفظ:((لم یعمل خیراً قط))سے جو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ توحید پر عمل جنت میں داخلے کے لیے معتبر شرط نہیں ہے تو یہ باطل ثابت ہوا۔

سامی: یہ تفصیلی امور ہیں اب نصوص میں تطبیق ضروری ہے جن نصوص کو ارجاء نے لیا ہے اور انہیں قاعدہ بنادیں۔

شقرہ: معذرت کیا آپ ارجاء کا معنی مجھے سمجھائیں گے۔؟

سامی: یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان اقرار کا نام ہے۔

شقرہ: اقرار؟ہاں۔

سامی: یہ کہتے ہیں کہ (اقرار کرنے والا) ایمان پر ہی رہتا ہے اگرچہ عمل نہ کرے۔ جہنم سے نکل آئے گا۔ ان میں سے کچھ کہتے ہیں کہ تصدیق کا نام ہے۔

شقرہ: اب میں سوال کرتا ہوں کہ تم سچے ہو یا اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)۔؟

ابوبصیر: اس کو خوفزدہ کرنے کے لیے اسے یہ باور کرا رہے ہیں کہ تم نے ارجائ سے متعلق جو کچھ کہا ہے یہ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرجئہ کہہ دیا حالانکہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ سامی نے مرجئہ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ اہل علم کے مرجئہ کے بارے میں آراء سے متجاوز نہیں ہے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الباری:100 / 1)میں کہا یہ لوگ ارجاء کی طرف منسوب ہیں جس کا معنی ہے "تاخیر" اس لیے کہ انہوں نے عمل کو ایمان سے موئخر کر دیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب ہے ان کی اکثریت نے اقرار باللسان کی شرط نہیں لگائی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مرجئہ کہتے ہیں کہ جس نے دل سے رب کو پہچان لیا اور زبان سے اقرار کر لیا وہ مومن ہے اگرچہ اس نے جسمانی عمل کوئی بھی نہ کیا ہو۔ (المسائل والرسائل:73 / 1)

کیا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے مرجئہ کی جو تعریف کی ہے جو سامی نے کی ہے تو کیا ان ائمہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) مرجئہ کہا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر لی؟ ایسا نہیں ہے یہ ائمہ بھی ان باتوں سے پاک ہیں جو مرجئہ کہتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایسی ذلت آمیز باتیں کرنے سے اور کفر سے بچائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کرنے سے محفوظ رکھے۔

سامی: بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم (ہی سچے ہیں۔)

شقرہ: نہیں تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا رہے ہو۔

ابو بصیر: اس بات کا مطلب دراصل سامی کی تکفیر کرنا ہے اس لیے کہ جو شخص رسول ﷺ کو جھٹلاتا ہے وہ کافر ہے حتیٰ کہ جہمیہ کے نزدیک بھی اس کی جراءت دیکھیں کس طرح اپنے مخالفین کی تکفیر کرتا ہے حالانکہ وہ مخالف اہل قبلہ والتوحید ہے۔ مگر شقرہ ان پر کتنی جلدی تہمت لگا رہا ہے حالانکہ یہی لوگ طواغیت الکفر کی تکفیر سے بچنے کے لیے کیسی کیسی تاویلیں کرتے ہیں۔؟

سامی: کیوں (میں کیوں رسول ﷺ کو جھٹلا رہا ہوں؟)

شقرہ: اس لیے کہ رسول ﷺ مرجئ تھے۔ میرے دوست وہ مرجئ تھے۔

ابو بصیر: یہ آدمی ہمیں اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ ہم اسے گستاخ کہیں۔ رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا بد اخلاق میرا نہیں خیال کہ یہ اپنے سرپرستوں طاغوتی حکمران کے ساتھ اس طرح گستاخی کرے گا۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (الفتاویٰ:226/1) جب مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نبی ﷺ کا تذکرہ ہوتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا یہاں تک کہ ان کے ہم نشین بھی اس کو محسوس کر لیتے۔ اس بارے میں ان سے ایک دن کسی نے پوچھ لیا تو انہوں نے کہا جو کچھ میں نے دیکھا ہے اگر تم دیکھ لو تو میری اس حالت پر اعتراض نہیں کرو گے۔ میں نے محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جو سید القراء تھا کہ ہم جب بھی ان سے کوئی حدیث پوچھتے وہ رونے لگ جاتے یہاں تک کہ ہم ان کو تسلی دیتے۔ میں نے جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا وہ بہت ہنس مکھ آدمی تھے مگر جب ان کے سامنے نبی ﷺ کا نام آتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ عبد الرحمن بن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب نبی ﷺ کا تذکرہ ہوتا تو ان کا رنگ ایسا ہو جاتا جیسے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو ان کی زبان سوکھ جاتی رسول ﷺ کے رعب سے۔ میں نے الہروی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے جو خوش مزاج آدمی تھے جب ان کے سامنے نبی ﷺ کا نام لیا جاتا تو وہ ایسے ہو جاتے جیسے کسی کو پہچانتے نہیں نہ انہیں کوئی پہچانتا ہے۔ میں عامر بن عبد اللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتا تھا جب نبی ﷺ کا نام ان کے سامنے لیا جاتا تو رونے لگتے یہاں تک کہ آنکھوں میں آنسو باقی نہ رہتے۔ میں صفوان بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتا تھا وہ مجتہد اور عبادت گزار تھے جب نبی ﷺ کا نام آتا تو وہ رونے لگتے یہاں تک کہ لوگ ان کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے انہیں اکیلا چھوڑ دیتے، یہ ہے ادب ہمارے اسلاف رحمۃ اللہ علیہم کا نبی ﷺ کے لیے یہ حالت ہوتی تھی ان کی جب نبی ﷺ کا نام آتا تھا۔ اس داعئ سلفیت میں ہمارے عظیم اسلاف کی طرح ادب واخلاق کہاں ہے؟ ابن حجر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (الزواجر:29/1) میں کہتے ہیں: جس نے مذمت کے طور پر ہمارے نبی ﷺ کی طرف نامناسب بات منسوب کر لی یا ان کے بارے میں گھٹیا انداز گفتگو اختیار کیا یا ان کی طرف جھوٹ و منکر منسوب کر دیا۔ یا ان کی طرف بعض انسانی عیوب کی نسبت کر دی تو ان میں سے کوئی بھی کام کر لیا تو وہ شخص بالاجماع کافر ہے اسے قتل کیا جائے گا اکثر علماء کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ خالد بن ولیدt نے اس آدمی کو قتل کر دیا تھا جس نے لفظ ''عند صاحبکم'' کہا تھا اور خالد رضی اللہ عنہ نے اسے توہین آمیز کلمہ سمجھا تھا۔

سامی: ''اعوذ باللہ'' اللہ کی پناہ.........۔

شقرہ: میرے سامنے اعوذ باللہ مت کہو تم لوگوں نے نبی ﷺ پر ارجاء کا حکم لگایا ہے۔

ابو بصیر: یہ گمراہ جہمی جس نے نبی ﷺ پر بلا علم وبرہان وخوف کے جھوٹ بولا انہیں مرجئہ وجہمیہ کہا۔ سامی کا اس کو مرجئہ کہنا اس نے نبی ﷺ کو ارجائی قرار دیا۔ اس لیے کہ سامی نے وہی بات کی جو نبی ﷺ نے کی تھی نبی ﷺ نے جو بات کی وہ سامی نے کی ہے اس نے جہالت اور مخالف کو ڈرانے کے لیے اس قول کو نبوت کا جامہ پہنا دیا۔ حالانکہ ادب کا تقاضا یہ تھا کہ یہ خود کو الزام دیتا اپنی بات میں غلطی تلاش کرتا بجائے اس کے کہ نبی ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کر دیا۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ اگر کسی خارجی کو کہا جائے کہ تم خارجی ہو اس لیے کہ خوارج کی رائے اپنائے ہوئے ہو تو وہ کہنے والے کو کہے کہ تم نے تو نبی ﷺ کو خارجی کہہ دیا اس لیے کہ میں جو کہہ رہا ہوں وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے اور جو رسول ﷺ نے کہا تھا وہی میں کہہ رہا ہوں تو کیا یہ بے ادبی اور جسارت نہیں ہو گی نبی ﷺ کی شان میں گستاخی نہیں ہو گی؟ یہی حال اس گمراہ کا ہے کہ اس نے ارجاء کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دیا۔

شقرہ: سامی ایسی کوئی نص لے آؤ جو اس حدیث کے معارض ہو جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: جس نے دل کے اخلاص سے "لا الٰہ الا اللہ" کہہ دیا زندگی میں کسی بھی دن تو یہ اس کو فائدہ دے گا۔ اس کے معارض کوئی نص لے کر آؤ۔

ابو بصیر: اس کے معارض کوئی نص نہیں ہے لیکن دیگر نصوص ایسے موجود ہیں جن میں ایسے الفاظ کا اضافہ ہے جنہیں معتبر مانا جاتا ہے۔ اس حدیث کے ساتھ انہیں بھی لیا جاتا ہے۔ شروط التوحید کا جہاں تذکرہ ہے وہاں یہ حدیثیں ذکر ہو چکی ہیں۔ وہاں دیکھ لو۔

سامی: میں کہتا ہوں کہ نصوص میں تطبیق دینا ضروری ہے.........۔

شقرہ: لاؤ میرے پاس نص لے کر آؤ.........۔

سامی: اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ ☆النساء:۶۴﴾ "ہم نے رسول صرف اس لیے بھیجے تاکہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔" اللہ نے رسولوں کی بعثت کی حکمت بتائی ہے کہ وہ ہے اطاعت۔ جب رسول کی اطاعت نہیں ہو گی تو رسول کی بعثت کی حکمت ہی ختم ہو جائے گی۔

شقرہ: اب میں تمہارے اس اعتراض یا سوال کا جواب دوں گا۔ یہ جو آیت تم نے پیش کی ہے تو کیا بندوں کی اطاعت (سب کی) برابر ہے یا ان میں فرق ہے۔؟

سامی: الگ الگ ہے۔ (فرق ہے)

شقرہ: اچھا جس نے "لا الٰہ الا اللہ" کہہ دیا اس نے اطاعت کی یا نہیں یہ اصل عقیدہ ہے۔

ابو بصیر: آیت مذکور میں اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے بندوں پر رسول کی اطاعت تمام اوامر میں فرض کی ہے اور تمام منہیات سے اجتناب فرض کیا ہے۔ اب جس نے ایک میں اطاعت کر لی دوسری میں نہیں کی تو یہ ناقص وبے فائدہ

اطاعت ہے اس کے ایمان و کفر کا حکم اس کی معصیت کے لحاظ سے ہو گا اگر اس نے رسول کی نافرمانی توحید اور اس کی شروط میں کی ہے تو یہ ایسی معصیت ہے جو اسلام سے خارج کر کے کفر کی طرف لے جاتی ہے اگرچہ اس نے دوسرے معاملات میں اطاعت کی ہے مگر ہر اطاعت اسلام میں داخل نہیں کرتی اور نہ ہی آخرت میں فائدہ دیتی ہے۔ کفار قریش وغیرہ نے توحید ربوبیت میں رسول ﷺ کی اطاعت کی تھی لیکن یہ ناقص اطاعت تھی اس نے انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا اس لیے انہوں نے توحید کے دوسرے پہلو میں نافرمانی کی۔ اس میں سے یہ بھی ہے کہ جس نے صرف ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے میں رسول ﷺ کی اطاعت کی مگر اس پر عمل نہیں کیا تو اس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کی تمام شروط پر مطالبات پر عمل نہیں کیا جن کے بغیر اس کا اقرار صحیح نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ ناقص اطاعت ہے اور ایسی ناقص ہے کہ اپنے مرتکب کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے یہ اطاعت کتنی بھی کر لی جائے کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ ہم دوبارہ بتا دیتے ہیں کہ ایمان و کفر کے مسائل وعد وعید کے مسائل ایک ہی نص سے لینے جائز نہیں بلکہ تمام متعلقہ نصوص کو لینا چاہیے ورنہ نتیجہ افراط یا تفریط کا نکلے گا۔

سامی: میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

شقرہ: میں سوال یہ کر رہا ہوں کہ جس نے خلوص دل سے '' لا الٰہ الا اللہ'' کہدیا اس نے اطاعت کی یا نہیں۔ جتنا سوال ہے اتنا جواب دو۔

سامی: ابتداً تو اطاعت کر لی۔

شقرہ: وضاحت کرو ابتداً یا نہایتاً کیا مطلب ہے۔؟

سامی: اسلام میں داخل تو ہوا مگر اس کا اسلام برقرار نہیں رہے گا۔

ابوبصیر: سامی کا مقصد یہ ہے کہ '' لا الٰہ الا اللہ'' کہنے سے وہ اسلام میں داخل تو ہو گیا مگر وہ اسلام کو برقرار نہیں رکھ سکے گا اگر استطاعت کے باوجود اس کے لوازمات و شروط کو پورا نہیں کرے گا یہ ایسی بات ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں یہ ایسا ہی ہو گا گویا ایک آدمی ایک ہی وقت میں دو متضاد چیزوں کا حامل ہے۔

شقرہ: اچھا اب میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ ایک آدمی یہودی یا نصرانی تھا اس نے '' لا الٰہ الا اللہ'' کہہ دیا پھر اس نے غسل کر لیا اور ظہر کی نماز کا وقت تھا وہ نماز کے لیے آیا مگر پڑھی نہیں اور اسی ''لا الٰہ الا اللہ'' پر اس کا انتقال ہو گیا۔ وہ جنت میں جائے گا یا نہیں۔؟

سامی: جنت میں جائے گا۔

شقرہ: کیوں؟

سامی: نیا نیا دین میں آیا تھا۔

شقرہ: یہ نیا نیا دین میں آنے کی بات کہاں سے لائے ہو؟ یہ کیا ہے۔؟

سامی: ان احادیث میں سے جن میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول ﷺ کے پاس آکر کہا میں پہلے جنگ میں جاؤں یا پہلے مسلمان ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان ہو جاؤ۔ اس آدمی نے نماز نہیں پڑھی اور مر گیا.........۔

ابو بصیر: اس حدیث میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ نیا نیا دین میں آنا تکفیر کے لیے مانع ہے۔ البتہ ذات انواط کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے جس میں ہے کہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے تو انہوں نے رسول ﷺ سے مطالبہ کیا کہ ان کے لیے بیری کا درخت مقرر کر دیں جس کے پاس وہ حالت کفر میں بیٹھتے تھے اور اس پر تلواریں لٹکاتے تھے جیسا کہ مشرکوں کے لیے ایسا درخت ہے کہ وہ اس کے پاس بیٹھتے ہیں اور تلواریں لٹکاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! تم نے وہ بات کہ دی جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ ہمارے لیے بھی ایسے معبود مقرر کر دو جیسے ان کے ہیں۔ اللہ کی قسم تم لوگ پہلے والوں کے نقش قدم پر چلو گے۔ اس واقعہ کے بارے میں علماء کہتے ہیں کہ کلمۂ کفر کہنے کے باوجود ان کی تکفیر جو چیز مانع تھی وہ تھا ان کا نیا نیا مسلمان ہونا وہ استطاعت نہیں رکھتے تھے کہ جو کچھ ان پر واجب ہے وہ اسلام کے شروع دنوں میں سیکھ لیں جبکہ اس پر اتفاق ہے کہ عجز مسئلہ و ذمہ داری کو رفع کر دیتا ہے جب تک کہ استطاعت اور علم نہ آجائے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نیا نیا مسلمان ہونا اگر علم آنے کے بعد توحید کے نواقض میں سے کسی ناقض کا مرتکب ہو جائے تو (یہ تکفیر میں مانع نہیں ہوگا) اس کا عذر نہیں ہوگا اس لیے کہ عذر میں یہ واقع ہوا ہے اس سے عدم معرفت ہے صرف نیا مسلمان ہونا نہیں ہے۔ یہ قابل توجہ بات ہے۔

شقرہ: اچھا اگر یہ آدمی مکمل عمل کر کے مر جائے اور اگر دو یا تین آدمی ہوں ایک تو اس دوران مر گیا (عمل کے موقع آنے سے پہلے) دوسرے نے انتظار کیا مگر نماز مغرب یا عشاء نہیں پڑھی۔ اب نماز کے ترک پر تو مواخذہ نہیں ہوگا مگر "لا الہ الا اللہ" کا ثواب اسے ملے گا یا نہیں۔؟

سامی: تارک نماز میں اختلاف ہے۔۔

شقرہ: نماز کو چھوڑ کر ہم کسی اور عمل کی بات کر لیتے ہیں پھر۔؟

سامی: جب" لا الہ الا اللہ" کہہ دیا اور عمل نہیں کیا تو یہ کافر ہے اس لیے کہ مکمل طور پر عمل کو ترک کرنا کفر ہے۔

شقرہ: تمہارا استدلال غلط ہے۔ میں نے سوال کیا تو تم نے کہا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ........﴾ جبکہ میں کہتا ہوں جو شخص اخلاص قلب سے "لا الہ الا اللہ" کہے اس کا کیا حکم ہے؟ کیا تم نے یہ نہیں کہا کہ اس نے اطاعت کی۔؟

سامی: نہیں اس نے اللہ کی اطاعت نہیں کی۔

ابو بصیر: اس طرح کہتے تو صحیح ہوتا کہ اس نے اللہ کی اطاعت ناقص کی ہے۔ جب اس نے توحید پر عمل نہیں کیا تو اس سے تکفیر کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب ایک شخص عمل نہیں کر رہا توحید کے آثار اس سے ظاہر نہیں ہو رہے تو ہم کیسے فرض کر لیں کہ یہ توحید پر بر قرار ہے۔

شقرہ: اچھا وہ اللہ کی اطاعت نہیں کر رہا؟ اسلام میں داخل ہونے کی کیا علامت ہے۔؟

سامی: یہی تو فرق مرجئہ اور اہل سنت میں ہے۔

شقرہ: رہنے دو بھائی: محمد (ﷺ) بھی تمہارے نزدیک مرجئہ ہو گئے۔

ابو بصیر: کس طرح یہ اپنے اوپر ارجاء کا لگنے والا الزام محمد ﷺ پر لگا رہا ہے۔ اس کے خیال میں محمد ﷺ بھی ارجاء کی بات کر رہے ہیں لہٰذا جو شخص اس پر اعتراض کرے گا وہ نبی ﷺ پر طعن کرنے والا شمار ہو گا اور مخالف کو چاہیے کہ اس سے بچ کر رہے۔ پھر اس کے بولنے کا ادب و آداب اور بہترین اخلاق بھی ملاحظہ کریں کہ تمام انسانوں کے سردار صاحب رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام بغیر صلاۃ و سلام اور بغیر نسبت نبوت کے لے رہا ہے جبکہ حدیث میں آتا ہے۔ جس کے سامنے میری ذکر ہوا اور وہ درود پڑھنا بھول گیا تو (گویا) وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اے محمد ﷺ جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر ہو رہا ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے اور مرنے کے بعد اللہ اسے جہنم میں ڈال دے۔ تو اللہ اسے دور کر دے۔ آمین کہیے۔ میں نے آمین کہی (طبرانی نے اسے جامع الصغیر صحیح میں روایت کیا ہے)۔ جبکہ یہ گمراہ شخص جب طواغیت کا ذکر کرتا ہے جو عزت و تکریم (اور محمد ﷺ کا بغیر تکریم) کے ساتھ کرتا ہے۔

سامی: تم لوگوں نے بعض نصوص اپنائے ہوئے ہیں جبکہ ہم تمام نصوص اپناتے ہیں۔

شقرہ: میرے پاس نصوص نہیں ہیں۔

ابو بصیر: سچ کہتا ہے اس کے پاس نصوص نہیں ہیں بلکہ خواہشات، گمراہی، کجی اور شبہات ہیں۔

شقرہ: (میں نے نصوص مانگے تو) تم نے غلط نص پیش کر دیا جب تم نے ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ.........﴾ پیش کی۔ میرا سوال یہ ہے کہ ایک آدمی "لا الٰہ الا اللہ" کہتا ہے اور زکاۃ دیتا ہے۔ دوسرا آدمی نماز بھی نہیں پڑھتا اور زکاۃ بھی نہیں دیتا اور "لا الٰہ الا اللہ" کہتا ہے کیا کہتے ہو اس نے اللہ کی طاعت کی یا نہیں۔؟

سامی: (بات سمجھ نہیں سکا)

شقرہ: میں دوبارہ اپنی بات دہرا دیتا ہوں ایک آدمی شہادتین کے علاوہ تین چار ارکان چھوڑ دیتا ہے اور ایک رکن پر عمل کرتا ہے کیا اس نے اللہ کی اطاعت کی یا نہیں کی؟ ایک آدمی "لا الٰہ الا اللہ" کہتا ہے اور اسلام کے تمام ارکان پر عمل

کرتا ہے۔ دوسرا آدمی "لا الہ الا اللہ" کہتا ہے اسلام کے ارکان میں سے صرف ایک پر عمل کرتا ہے بقیہ پر نہیں کرتا۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی یا نہیں۔؟

سامی: ہم دیکھیں گے کہ اس نے جو اعمال چھوڑے ہیں کیا وہ کفر کو واجب کرتے ہیں؟ اگر کرتے ہیں تو ہم اسے کافر قرار دیں گے۔۔

شقرہ: روزہ چھوڑتا ہے۔؟

سامی: کافر نہیں ہے۔

شقرہ: زکاۃ چھوڑ دیتا ہے۔؟

سامی: وہ بھی ایسا ہی ہے (کافر نہیں ہے)

شقرہ: حج چھوڑ دیتا ہے۔؟

سامی: وہ بھی ایسا ہی ہے۔ (کافر نہیں ہے)

ابو بصیر: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے:

1 اللہ کی عبادت کی جائے اور غیر کا انکار کیا جائے۔

2 نماز قائم کرنا۔

3 زکاۃ دینا۔

4 بیت اللہ کا حج کرنا۔

5 رمضان کے روزے۔

ارکان کے بغیر عمارت صحیح نہیں بنتی ان کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی نہ برقرار رہ سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ سلف نے ارکان اسلام میں سے کچھ یا ایک کو ترک کرنے والے کے کفر میں اختلاف کیا ہے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (فتاوی: 20/96) میں لکھتے ہیں: اسلام کے پانچ بنیادی ارکان ہیں جن کا حکم دیا گیا ہے اگرچہ اس کے ترک کا ضرر اس کے مرتکب سے آگے نہیں جاتا۔ ان کے ترک کرنے پر جمہور علماء کے نزدیک قتل کیا جائے گا اور بہت سے اسلاف کہتے ہیں کہ وہ کافر قرار دیا جائے گا۔ ائمہ میں سے بعض کے نزدیک ایک رکن کے ترک پر بھی قتل کیا جائے گا اس لیے کہ اسلام کی بنیاد ان پر ہے یہ سلف رحمۃ اللہ علیہم کی ایک جماعت سے اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ بعض ائمہ کہتے ہیں کہ قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کافر قرار دیا جائے گا سوائے نماز و زکاۃ کے بعض کہتے ہیں نماز و زکاۃ کی وجہ سے قتل کیا جائے گا مگر اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔ بعض کہتے ہیں صرف نماز کے ترک پر قتل کیا جائے گا مگر کافر نہیں کہا جائے گا جیسا شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

ہے تارک نماز کی تکفیر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم جمہور سلف سے منقول ہے۔ ان باتوں کے یہاں نقل کرنے کا ہمارا مقصد ان میں سے صحیح قول کو ترجیح دینا ہے تاکہ ہم قارئین کو ان ارکان کی اہمیت سے آگاہ کریں اور یہ بتا سکیں کہ ان کے تارک یا کسی ایک رکن کے تارک کی تکفیر نہ کرنا سلف کی ایک رائے نہیں ہے جس میں اختلاف نہ ہو (سلف کا اتفاق اس پر نہیں ہے) جیسا کہ بھائی کے جواب سے معلوم ہوتا ہے۔

شقرہ: اگر نماز ترک کر دی۔؟

سامی: ہم توقف کریں گے۔

ابو بصیر: تارک نماز پر کفر یا اسلام کا حکم لگانے میں سامی کا توقف چند وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

1 یہ سامی کی پہلی بات سے متصادم ہے جس میں اس نے تارک نماز کو کافر کہا تھا۔ جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا اور مکمل طور پر عمل ترک کرنے والا کافر ہے۔

2 جو شخص اسلام میں یقین کے ساتھ داخل ہوا تو وہ یقینی و صریح کفر کے ساتھ ہی نکلے گا۔ اس مسئلے میں سامی کے لحاظ سے پہلا نصف تو موجود ہے مگر دوسرا نصف نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ سامی تارک صلاۃ کے کفر میں متردد ہے اور جب تردد آجائے تو تکفیر سے رک جانا بہتر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے سامنے صرف ایک ہی راستہ باقی بچا ہے کہ وہ اس پر اسلام کا حکم لگائے اگرچہ ہم سمجھتے ہیں بلکہ ترجیح دیتے ہیں اس بات کو کہ کلی طور پر نماز کو ترک کر دینے والا یقینی کافر ہے جسے ہم اپنے مقام پر بیان کر دیں گے۔

شقرہ: کیوں؟ (کیوں توقف کرو گے۔؟)

سامی: اس لیے کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

ابو بصیر: کسی مسئلے کے اختلافی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس میں توقف کیا جائے اور راجح اور مرجوح کی طرف توجہ نہ کی جائے۔

شقرہ: تب اسے کافر نہ کہیں۔؟

سامی: نہیں (میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں) بلکہ ہم توقف کریں گے کبھی وہ کافر ہو سکتا اور کبھی کچھ اور.........۔

شقرہ: میں آپ سے راجح قول کی نشان دہی چاہتا ہوں کہ وہ کیا ہے۔؟

سامی: توقف کریں گے۔ اس پر حکم نہیں لگائیں گے ابھی مجھے معلوم نہیں۔

ابو بصیر: میں کہتا ہوں کہ کلی طور پر نماز ترک کرنے والے کے بارے میں راجح بات یہ ہے کہ وہ کافر ہے یقینی کافر خارج اسلام یہ اس وقت ہے کہ وہ نماز کی فرضیت کا اقراری ہو یہ ہے کتاب و سنت سے ثابت شدہ مسئلہ اور اقوال سلف، صحابہ، تابعین وغیرہم ائمہ مہدیین رحمۃ اللہ علیہم کا اس کی تفصیل حاضر ہے:

کتاب اللہ سے دلائل

دوسری دلیل:

فَاِنۡ تَابُوۡا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِى الدِّيۡنِ‌ وَنُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ (التوبۃ:١١)

اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں زکوۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ہم آیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں یقین کرنے والی قوم کے لیے۔

آیت کا مفہوم یہ نکلے گا کہ اگر وہ شرک سے توبہ نہ کریں اور نماز قائم کریں، زکاۃ دیں تو ہمارے دینی بھائی نہیں ہیں۔ اور دینی بھائی بندی کی کی نفی صرف کافروں سے ہوتی ہے لیکن جب دیگر نصوص آگئیں جنہوں نے تارک زکاۃ کو کفر سے پھیر دیا جیسا کہ مسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ جو بھی مال جمع کرنے والا اگر اس کا حق نہیں دیتا یہاں تک کہ جب اللہ قیامت کے دن بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے تمہاری گنتی کے مطابق تو وہ شخص اپنا راستہ دیکھے گا جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔ جب اسے مشیت پر چھوڑا جائے گا کہ یا جنت کی طرف یا جہنم کی طرف تو یہ اس شخص کے ساتھ ہوتا ہے جو توحید پر مر گیا ہو کافر نہ ہو اس لیے کہ کافر کے لیے قیامت میں صرف جہنم ہے۔ اس میں دلیل یہ ہے کہ شرعی قرینہ ایسا پایا گیا ہے جس نے تارک زکاۃ سے کفر کو پھیر دیا مگر تارک نماز کے ساتھ ایسا نہیں ہے لہٰذا متعین ہوا کہ تارک نماز کافر ہے تارک زکاۃ نہیں۔

دوسری دلیل:

يَوۡمَ يُكۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ وَّيُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَۙ‏ ، خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ‌ ؕ وَقَدۡ كَانُوۡا يُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ وَهُمۡ سٰلِمُوۡنَ (القلم:٤٢،٤٣)

جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور انہیں سجدے کے لیے بلایا جائے گا تو وہ استطاعت نہیں رکھیں گے۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئیں ہوں گی انہیں ذلت نے ڈھانپ رکھا ہو گا ان لوگوں کو (دنیا میں) سجدے کے لیے بلایا جاتا تھا (مگر یہ نہیں آتے تھے) حالانکہ یہ صحیح سالم تھے۔

یہ کافروں کے لیے وعید ہے اور منافقین کے لیے جو دنیا میں اللہ کے سامنے سجدے کے لیے بلائے جاتے تھے اور نماز کے لیے تو یہ انکار کرتے تھے تو جو بھی دنیا میں نماز کا تارک ہے وہی آیت میں وعید کا مستحق مراد لیا گیا ہے۔ یہ نص اسے شامل ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تفسیر (4/435) لکھتے ہیں: جب انہیں دنیا میں سجدے کے لیے بلایا جاتا تھا تو وہ صحیح سلامت ہونے کے باوجود رک جاتے تھے اس طرح قیامت کے دن انہیں عذاب ہو گا اس طرح کہ سجدے کی طاقت ہی نہیں دی جائے گی جب اللہ

عزوجل تجلی دکھائے گا اور مومن سجدہ کریں گے اس کے آگے کافروں اور منافقین میں سے کوئی بھی سجدہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھے گا بلکہ جب سجدہ کرنے کی کوشش کریں گے تو گدی کے بل پیچھے کو گر جائیں گے جیسا کہ وہ دنیا میں مومنین کے طریقے کے الٹ چلتے تھے۔اس کی تفسیر میں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کفار و منافقین کی پشت گائے کی سینگ کی طرح (سخت) ہو جائے گی اور سجدہ کی استطاعت نہیں رکھیں گے۔ مسلم کی روایت کردہ حدیث میں ہے اللہ جہنم میں تمام کافروں بت پرستوں اور اہل کتاب کے کافروں کو ڈال دے گا صرف وہ لوگ بچ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے گناہ گاروں نیکوکاروں کے پاس اللہ معمولی صورت میں آجائے گا ان سے پوچھے گا تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ ہر قوم جس چیز کی عبادت کرتی تھی اس کے پیچھے چلی گئی۔وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم دنیا میں ان لوگوں سے علیحدہ ہو گئے تھے حالانکہ ہمیں ان کی بہت ضرورت تھی مگر ہم ان کے ساتھ نہیں ہوئے۔تو اللہ فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں۔وہ کہیں گے ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے دو یا تین مرتبہ ایسا ہو جائے گا اور قریب ہو گا کہ ان میں سے کوئی پلٹ جائے کہ اللہ فرمائے گا کیا تمہارے اندر کوئی ایسی نشانی ہے جس کے ذریعے سے تم اسے پہچان سکو؟ وہ کہیں گے جو شخص نفاق و ریاء کے لیے سجدہ کرتا تھا اس کی کمر اللہ تختہ بنا دے گا وہ جب بھی سجدہ کرنا چاہے گا اپنی گدی کے بل گر جائے گا۔سوال یہ ہے کہ جب یہ حال اس شخص کا ہو گا جو اپنی طرف نفاق کے طور پر سجدہ کرتا تھا تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جس نے کبھی کوئی سجدہ نہیں کیا ہو گا؟ اور اس کا ٹھکانہ کون سا ہو گا؟ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اسے کافروں کے ساتھ جہنم میں ڈال دیا جائے گا جب اس دن اتنے بڑے مظاہرے کے لیے صرف بندوں میں سے وہ رہ جائے گا جو خوشی سے ورضامندی سے سجدہ کرتا تھا یا وہ جو نفاق سے سجدہ کرتا تھا ان کے علاوہ کوئی تیسرا شریک نہیں ہو گا۔تارک و نماز و سجدہ کو ان گناہ گاروں یا نیکوکاروں میں شامل نہیں کیا جو اللہ کی عبادت کرنے والے تھے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث ثابت ہے کہ تارک نماز کے بارے میں فرماتے ہیں: کفر و بندے کے درمیان صرف نماز کا ترک ہے اور فرماتے ہیں: ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان عہد نماز ہے جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے کفر کر لیا۔فرماتے ہیں: ایمان۔بندے اور کفر کے درمیان نماز ہے جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے شرک کر لیا۔فرمایا: سب سے آخری چیز دین میں سے جو گم ہو گی وہ نماز ہے۔جب نماز نہیں رہے گی تو پھر کوئی ایسی چیز باقی نہیں ہو گی جو اسے اسلام میں باقی رکھ سکے اور اس پر اسلام کا حکم لگایا جاسکے۔اسی طرح فرمایا کہ اسلام کا آخری کڑا جو ٹوٹے گا وہ نماز ہے۔فرمایا: بندے اور کفر یا شرک کے درمیان نماز کا ترک کرنا ہے جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا ان کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں جو تارک نماز کے کفر پر دلالت کرتی ہیں۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: جس نے نماز چھوڑ دی اس کا دین نہیں ہے۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جس کی نماز نہیں اس کا ایمان نہیں جس کا وضوء نہیں اس کی نماز نہیں۔حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں: نماز چھوڑنا کفر ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔محمد بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ تارک نماز کافر ہے اسی اہل علم کی رائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول

ہے کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے کافر ہے۔ عبد اللہ بن شفیق العقیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے علاوہ کسی عمل کا ترک کفر نہیں سمجھتے تھے۔

میں کہتا ہوں: یہ لوگ جو کفر مراد لیتے تھے وہ کفر اکبر ہے جو ملت سے خارج کرنے والا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ بہت سے اعمال کے ترک کو کفر اصغر کہتے تھے جو ملت سے خارج نہیں کرتا۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عمر، عبد الرحمن بن عوف، معاذ بن جبل، ابو ہریرہ وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ جس نے جان بوجھ کر ایک مرتبہ بھی فرض نماز چھوڑ دی یہاں تک کہ اس کا وقت نکل گیا وہ کافر مرتد ہے ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے اختلاف منقول نہیں ہے۔ حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ جس نے نماز جان بوجھ کر چھوڑی یہاں تک کہ اس کا پورا وقت نکل گیا تو وہ کافر ہے۔ اس جماعت میں عمر، عبد اللہ بن مسعود، ابن عباس، معاذ بن جبل، جابر بن عبد اللہ، ابو الدرداء رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عبد اللہ بن مبارک، ابراہیم نخعی، حکم بن عتیبہ، ایوب سختیانی، ابو داؤد الطیالسی، ابو بکر بن ابی شیبہ، زہیر بن حرب وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔ (ترغیب وترہیب)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (فتاویٰ:28/308) میں لکھتے ہیں: اکثر سلف کی رائے ہے کہ اسے کافر سمجھ کر قتل کیا جائے گا یہ تب ہے کہ وہ اس کی فرضیت کا قائل ہو، تارک نماز کو کافر کہنے والے قول کو ترجیح دینے کے دلائل ہمارے پاس یہ ہیں۔ اور ہم نے مخالفین کے دلائل بھی دیکھے ہیں وہ ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے جیسا کہ کلیتاً تارک نماز کے کفر کو کفر اصغر عملی قرار دینا۔ ترک نماز کو کفر اکبر ملت سے خارج کرنے والا ہی قرار دینا چاہیے۔ ان لوگوں پر تعجب ہے جو خود کو سلفی کہتے ہیں جس کا مطلب ہوتا ہے کہ سلف کی رائے کو مقدم کرنا خلف پر مگر یہ لوگ اکثر مقامات پر ''خواہشات کی وجہ سے'' خلف کی رائے کو سلف کی رائے پر مقدم کرتے ہیں جیسا کہ موجودہ مسئلے میں کر رہے ہیں یہ کیسی سلفیت ہے جس کا یہ دعویٰ کر رہے ہیں۔؟

شقرہ: ان لوگوں میں کسی نے اللہ کی اطاعت نہیں کی۔؟

سامی: جو عمل کیے وہ تو اللہ کی اطاعت کر لی.........۔

شقرہ: ''لا الٰہ الا اللہ'' عمل ہے؟ کبھی نہیں۔

سامی: عمل ہے لیکن اکیلا کافی نہیں۔۔

شقرہ: سامی یہ فکر تم کہاں سے لائے ہو یہ تمہاری باتیں تو تمام عقلاء کی عقلوں کے منافی ہے۔

ابو بصیر: یہ ظالمانہ بہتان ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ امت کے وہ علماء جو کہتے ہیں کہ ایمان، اعتقاد، قول اور عمل کا نام ہے اور توحید ایمان کے لیے شرط ہے کیا وہ عقلاء نہیں ہیں؟ سامی کا قول کہ عمل شرط ہے یہ سلف کے اقوال کے مطابق ہے۔ اس کا یہ الزام کہ سامی کی بات تمام عقلاء کے قول سے معارض و منافی ہے یہ امت کے سلف پر بہتان ہے ہم یہ کہنا نہیں چاہتے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے۔

شقرہ: یہ بات بہت ہی فضول ہے سامی تمہیں یہ کوئی فائدہ نہیں دے گا قطعاً کوئی فائدہ نہیں کرے گا۔ تمہیں اپنی باتوں میں اچھی تربیت کی ضرورت ہے۔ ایک ہی جگہ تم تین چار قسم کے تضادات کا شکار ہو۔ کبھی کہتے ہو ہاں اس لیے کہ اس نے جنس عمل کو ترک نہیں کیا۔ جب میں کہتا ہوں کہ ترک نماز؟ تو تم کہتے ہو توقف کریں گے تکفیر نہیں کریں گے۔ اچھا میں بھی تمہارے توقف کے ساتھ ہوں......... کیا وہ کافر ہے؟ کیا خیال ہے۔؟

ابو بصیر: تمہارے لیے کیسے ضروری ہے کہ اس کی تکفیر سے توقف کرو اور پھر کہو کہ وہ کافر ہے؟ یہ تمہاری عادت ،خواہش یا حق قبول کرنے سے سینے کی تنگی ہے جو تم سے اس تناقض الجھاؤ والی بات کا تقاضا کرتے ہیں۔؟

سامی: یہ تمہارا اجتہاد ہے تمہارے لیے ہے۔

شقرہ: تو پھر اس پر کفر یا عدم کفر کا حکم لگائے گا۔؟

سامی: شرعی نصوص، کتاب وسنت۔

شقرہ: ہم نے نصوص میں اختلاف نہیں کیا۔ مکمل اختلاف کیا ہے۔

ابو بصیر: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اختلاف نہیں کیا مکمل اختلاف کیا کیا عقلاء کے نزدیک ایک ہی چیز اور اس کا نقیض بیک وقت لا سکتے ہیں۔؟

شقرہ: تب لوگ ایک ہی انسان پر کفر وعدم کفر کا حکم لگانے میں کیوں اختلاف کرتے ہیں؟ کیا بہتر نہیں ہے کہ ہم ایسی بات کو کیوں ترجیح نہ دیں جس سے جان چھوٹ جائے؟ اور جس مسئلے میں ہم اختلاف کر رہے ہیں اس سے بھی چھوٹ جائیں گے کیسے ترجیح دیں؟ کیا خیال ہے۔؟

ابو بصیر: مضطرب والجھن والی بات ہے واضح نہیں ہے مقصد سمجھ میں نہیں آتا کوئی جاہل ترین آدمی بھی اس طرح بات نہیں کرتا۔

شقرہ: کیا ہم اس پر کفر کا حکم لگائیں کہ یہ حکم ہم پر واپس آجائے؟ (کہ ہم پر کفر کا حکم واپس نہیں آئے گا) کیا خیال ہے تمہارا۔؟

ابو بصیر: یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ تارک نماز پر کفر کا حکم لگانے سے حکم واپس اختلاف کرنے والوں پر نہیں آتا۔ اس لیے کہ یہ حکم اجتہاد علم اور تقویٰ کی بنیاد پر لگایا گیا ہے۔ خواہش وجہل کی بنا پر نہیں۔ پھر علماء کا تارک نماز کے بارے میں اختلاف بھی پہلے گزر چکا ہے مگر اس میں یہ کہیں نہیں تھا کہ تارک نماز کو کافر نہ ماننے والے ماننے والے کو کہا ہو کہ کفر تم پر لوٹ آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حکم دلیل کی بنیاد پر شرعی نصوص کی روشنی میں ہوتا تھا علم پر مبنی شارع کے مقصد کے حصول کی نیت سے ہوتا تھا۔ دور حاضر کے جہمیہ یہ سب جانتے ہیں لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے نصوص شرعیہ میں جو بددیانتی کی ہے وہ

مخالف کو ڈرانے کے لیے کافی ہے مخالف ان کے شاذ اور عقیدہ سلف کے خلاف باتوں پر اس بددیانتی کی وجہ سے لاجواب ہو جائے گا۔

سامی: (اس کی بات نہیں سمجھ سکا)۔

شقرہ: میں اب نماز کے بارے میں بات کرتا ہوں۔

سامی: نماز کی جو بات ہے تو میں کہہ چکا ہوں کہ وہ نہ کافر ہے نہ مسلمان (یعنی یہ فیصلہ ابھی ہم نے نہیں کیا توقف کیا ہے) اللہ ہی اس کی حالت سے واقف ہے جب تک کہ ہمیں اس مسئلہ میں راجح صورت نہیں ملتی۔

شقرہ: تم کب راجح بات معلوم کرو گے؟ قیامت کے دن؟ کب؟ یا جب جان کنی کا وقت آ جائے گا۔؟

ابو بصیر: یہ مذاق اور استہزاء دیکھیں یہ ہے ان کی عادت اپنے مخالف کے ساتھ۔

شقرہ: سامی اب تمہیں اپنی تمام باتوں پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ اب میں تم سے آخری سوال پوچھتا ہوں۔ تم کہتے ہو کہ میں یونیورسٹی جاؤں گا اور جاتا ہوں میں نے یونیورسٹی کی مثال دی جو اس مسئلے میں بہت عمدہ و اعلیٰ مثال تھی تاکہ تم پر حکم لگایا جا سکے کہ تم منکر و جھوٹ کے مرتکب ہو رہے ہو اور تم اس نظام کفر پر راضی ہو جسے تم نے خود نظام کفر کہا ہے۔ تم نے کہا ہے کہ میں جامعہ جاؤں گا۔ کیوں جاؤ گے جامعہ۔؟

ابو بصیر: اس بات کا مطلب مخالف پر کفر کا حکم لگانا ہے اس لیے کہ کفر پر راضی ہونا بالاتفاق کفر ہے۔

سامی: میرے حالات ایسے ہیں کہ مجھے یونیورسٹی جانا پڑتا ہے حالانکہ میں (وہاں کے نظام کفر پر) راضی نہیں ہوں یہ ضروری نہیں کہ ہر انسان اس کا جواب دے کہ وہ یہ کام کیوں کر رہا ہے۔

شقرہ: تم پھر جامعہ کیوں جاتے ہو؟ میرے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ تمہارے ظاہری عمل کی بنا پر تمہیں کافر قرار دوں اس لیے کہ تم طاغوت پر راضی ہو۔ کیا خیال ہے۔؟

ابو بصیر: شقرہ چاہتا ہے کہ جب سلف کے اقوال کے مطابق سامی ظاہری اعمال پر اعتماد کرتا ہے تو اس بنا پر اس کی تکفیر کی جائے اس لیے کہ اس کا ظاہری عمل اسے کفر پر راضی ثابت کرتا ہے اور جب اس ظاہر میں واقع نہ ہو گا تو ظاہر پر حکم نہیں لگے گا جب تک کہ اس کا باطن اور دل نہ دیکھ لیا جائے۔ یہ اس کا مبلغ علم ہے یہ تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ جو مرضی ہے کرتے رہو۔ ہم دیکھتے ہیں کفر کسی پر لوٹ آتا ہے۔ تکفیر و تخویف مشہور ہتھیار ہے جو تم سے پہلے خوارج نے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے خلاف استعمال کیا ہے۔

سامی: میں راضی نہیں ہوں۔ (کفر کے نظام و طاغوت پر)

شقرہ: میں تمہارے ظاہر پر حکم لگا رہا ہوں میں تم پر کفر کا حکم لگا رہا ہوں۔

ابو بصیر: یہ غلو اور افراط دیکھیں جو اپنے مخالفین کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔ وہ مخالفین جو اہل قبلہ واہل توحید ہیں جبکہ طاغوتی حکمران کے ساتھ انکار و یہ نرمی، تاویل، ارجاء، اور تفریط کا ہوتا ہے۔ کسی نے ان کے بارے میں سچ کہا ہے کہ یہ خوارج ہیں۔ مسلمانوں کے لیے انتہائی سخت اور طاغوتی حکمرانوں کے لیے بہت ہی نرم ہیں۔

سامی: اب یہ بھی بتاؤ کہ حکمرانوں کے بارے میں کیا کہیں؟ جو ان حکمرانوں کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔؟

ابو بصیر: یہ مطلق نہیں ہے بلکہ عمل کی نوعیت کے لحاظ سے ہے اور جتنا وہ طواغیت کے قریب ہو گا اس کے حساب سے ہو گا۔ جس کا ظاہری عمل طواغیت کے ساتھ دوستی اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد ہو گا وہ کافر ہے۔ اسی طرح جو شخص قوانین وضعیہ پر فیصلے کرتا ہے یا شریعت کے خلاف قوانین وضع کرتا ہے جیسا کہ طاغوتی پارلیمنٹ ہیں۔ یا جس کا عمل ان قوانین کا نفاذ کا ہو گا جیسے وزیر وزراء تو یہ شخص بلاشک وشبہ کافر ہے اس کے کفر میں صرف مرجئہ یا جہمیہ ہی شک کر سکتے ہیں۔

شقرہ: وہ کیوں۔؟

سامی: اس لیے کہ وہ بھی راضی نہیں ہے کوئی بھی راضی نہیں ہوتا۔ میں اگر بت پرستی پر راضی ہو جاؤں تو کافر ہوں یا نہیں۔؟

ابو بصیر: کفر کو مطلقاً رضا کے ساتھ مقید کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ ہر وقت کی رضا کی نفی کفر کی نفی نہیں کرتی ۔کفر بعض دفعہ بغیر رضا کے بھی ہوتا ہے۔ جو عناد، استہزاء، دنیا کی محبت اور فائدے کے لیے کفر کرتا ہے وہ بھی کافر ہے اگرچہ دلی اور اعتقادی طور پر وہ اس کفر پر راضی نہیں ہوتا۔

اللہ کا فرمان ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسۡتَحَبُّوا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا عَلَى الۡاٰخِرَةِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ(النحل:۱۰۶-۱۰۷)

یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

اللہ نے یہ بتایا ہے کہ ان کا کفر دنیا کو آخرت پر ترجیح کی وجہ سے تھا۔ حدیث ہے کہ: آدمی صبح مسلمان ہو گا شام کو کافر ہو جائے گا ،شام کو مومن ہو گا صبح کا کافر ہو جائے گا اپنا دین دنیاوی مفاد کے لیے فروخت کرے گا اس کے کفر کی وجہ دنیاوی مفاد کا حصول ہے اس سے کوئی غرض نہیں کہ دلی واعتقادی لحاظ سے راضی تھا یا نہیں۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

شقرہ: مجھے کیا معلوم۔؟

سامی: میں راضی ہوں، راضی ہوں مطلب یہ کہ جب ظاہری طور پر میں ان کے ساتھ چلتا ہوں وہی کرتا ہوں جو وہ چاہتے ہیں یا کرتے ہیں کیا میں کافر ہوں یا نہیں؟ یہ ہمارے درمیان اختلاف نوجوانوں کے مابین یہ حکام کا مسئلہ نہیں ہے صرف

عمل کا ہے کام کا ہے میں حکومت کے ساتھ کام میں شامل ہوں (سرکاری ملازم ہوں) کفر پر راضی ہونا کیا یہ کفر ہے یا نہیں ؟موجودہ حالت کے بارے میں بتاؤ۔

شقرہ: مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ تم راضی ہو یا نہیں۔؟

ابوبصیر: تناقض، خواہشات کی پیروی اور بحث کا شوق دیکھیں ابھی سامی کو صرف اس بنا پر کافر قرار دے رہا تھا کہ وہ صرف جامعہ جاتا ہے لہٰذا کفر پر راضی ہے۔ اوراب سامی اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ میں کفر پر راضی ہوں (تو میرے لیے کیا حکم ہے؟) اس پر یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے کیا معلوم تم راضی ہو یا نہیں؟ قارئین نے بھی اس طویل مباحثہ کے دوران محسوس کیا ہوگا کہ ان لوگوں نے سامی کے ساتھ انصاف نہیں کیا اس کی کسی بات کا اعتراف نہیں کیا حالانکہ اس کی بہت سی باتیں علم پر مبنی تھیں حق پر تھیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ فطرتاً خواہشات کے پیرو اور بحث ومباحثے کے خواہشمند ہیں حق کو تسلیم کرنا ان کی فطرت نہیں ہے۔

سامی: میرا طرز عمل (میرے طرز عمل سے تم اندازہ نہیں کرسکتے کہ میں راضی ہوں۔)

شقرہ: تمہارا طرز عمل کیا ہے؟ دو چیزیں ہیں دلالت کرنے والی ایک زبان قال دوسری زبان حال، زبان قال کے بارے میں تو قطعی بات یہ ہے کہ اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا اس لیے کہ اس نے زبان سے اقرار کیا ہے۔

ابوبصیر: جب یہ بات ہے تو پھر اس شخص کی تکفیر سے کیوں خاموش ہو جو زبان سے اقرار کر رہا ہے اور تم کہتے ہو کہ ہمیں کیا معلوم کہ وہ دل سے کفر پر راضی ہے یا نہیں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک زبان قال کفر پر دلیل نہیں ہے جب تک کہ اس کے ساتھ دلی طور پر کفر پر رضامندی نہ ہو جو کہ تمہارے ہاں واحد شرط تکفیر کے لیے ہے۔

شقرہ: لیکن زبان حال کی تاویل ممکن ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کافر ہے یا نہیں؟ اسی لیے ہم زبان حال کی وجہ سے کہ وہ تاویل کا احتمال رکھتی ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم کافر ہو لیکن تم نے خود اپنے آپ کو کافر قرار دیدیا ہے۔

ابوبصیر: وہ اپنے آپ پر کفر کا حکم لگا رہا ہے اس لیے کہ وہ ظاہری طور پر کفر پر رضامندی کو کفر سمجھتا ہے اور کفر کی دلیل بھی۔ لہٰذا اس بنیاد پر (شقرہ کے خیال میں) وہ جامعہ جانے کی وجہ سے کافر ہے۔

البانی کی مداخلت: اگر زبان حال سے خصوصاً دل کی رضامندی اور عمل کی وضاحت کردی تو وہ عملاً راضی ہے۔

ابوبصیر: یہاں شیخ نے وضاحت کردی کہ ان کا مخالف سامی زبان حال کی وجہ سے کافر ہے اس لیے کہ وہ ظاہری عمل اور کفر پر رضامندی کو کفر سمجھتا ہے۔ اور وہ جامعہ جانے کی وجہ سے عملاً کفر پر راضی ہے۔ حالانکہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ تقسیم کے کفر پر ظاہراً عملاً رضامندی کفر نہیں ہے اور قلبی وباطنی رضامندی کفر ہے۔ یہ تقسیم غلط ہے باطل ہے اس پر اللہ کی طرف سے کوئی دلیل نہیں ہے یہ صرف دور حاضر کے جہمیہ کی اختراع ہے اور کچھ نہیں۔

سامی: ہم دوبارہ آیت کی طرف آتے ہیں: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِن بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ﴾ اکراہ صرف ظاہر پر ہوتا ہے۔ عمل پر ہوتا ہے کسی انسان کے عقیدے پر نہیں۔۔

شقرہ: یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی ہے۔؟

سامی: عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے بارے میں۔

شقرہ: عمار نے کیا کہا تھا۔؟

سامی: کلمۂ کفر کہا تھا۔

شقرہ: تم تو کہتے ہو کہ اکراہ عمل پر ہوتا ہے۔ میرے بھائی سبب نزول کو دوبارہ پڑھ لیں اس کے بعد آکر بات کریں۔

ابو بصیر: آیت ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِن بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ.........﴾ واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ اکراہ عمل و اعضاء پر ہوتا ہے، دل و اعتقاد پر نہیں ہو سکتا اکراہ کے تحت اگر کسی کا دل کفر پر مطمئن ہو تو وہ کافر ہے اس کے لیے بالاجماع اکراہ عذر نہیں ہے۔ اس کے باوجود یہ گمراہ شخص بحث کرتا ہے۔ اور اپنے مخالف کی زبان سے مسلسل حق سننے کے باوجود اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ کیا اکراہ صرف زبانی اقرار سے ہوتا ہے یا زبانی اقرار و عمل دونوں سے اس میں علماء کے مابین اختلاف ہے راجح قول یہ ہے اکراہ تمام اعضاء ظاہرہ پر ہوتا ہے۔ اس کے مصالح و مفاسد کا لحاظ رکھا گیا ہے تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس آدمی کے سامی پر اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکراہ صرف زبان پر سمجھتا ہے دیگر اعضائے بدن پر نہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب معاملہ ہمیشہ اسی طرح رہے گا تو وہ امت چاہے حکمران ہوں یا عوام کے لیے کیسے جائز قرار دے گا کہ وہ کفر عملی میں اکراہ کے تحت کیسے ملوث ہوں گے۔؟

سامی: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس نے ایمان کے بعد کفر کیا اس نے کفر کے لیے شرح صدر کر لیا۔ اکراہ عقیدے پر نہیں ہوتا۔ میں عمل پر مجبور کیا جاسکتا ہوں بت کو سجدہ کرنے پر۔ صلیب گلے میں لٹکانے پر۔ لیکن عقیدہ پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ جس نے بھی عملاً کفر کیا اس نے شرح صدر کیا اسی لیے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ آیت جہم کے قول کی خرابی پر دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ جس نے کفر کی بات کی اس پر کفر واقع ہو گیا۔

البانی: بہر حال تم اس شرح صدر سے متعلق ہی بات کرتے ہو اس بات سے متعلق کچھ نہیں کہتے حالانکہ یہ اس موضوع پر فیصلہ کن بات ہے شاید تم صرف اسی نکتہ کے لیے آیت پڑھتے ہو یعنی جب کوئی کفر میں مبتلا ہو گیا تو اس نے کفر کے لیے شرح صدر کیا۔؟

سامی: جب موانع تکفیر نہ ہوں۔

ابو بصیر: سامی کی بات کاٹی گئی مکمل نہیں کرنے دی گئی میرے خیال میں شیخ کی بات کا جواب یہ ہوتا کہ جو بھی بغیر اکراہ کے کفر میں واقع ہو گیا وہ کافر ہے اس نے کفر کے لیے شرح صدر کیا ہے۔ آیت کا منطوق و مفہوم اس پر دلالت کرتے ہیں۔ بحث کا مدار یہی ہے۔

البانی: میرے بارے میں ایسی بات کرو۔

سامی: ہرگز نہیں کبھی نہیں۔

البانی: جب تم ایک انسان کے بارے میں استطاعت نہیں رکھتے اور پھر کہتے ہو کہ ضروری نہیں کہ جس نے کفر کے لیے شرح صدر کیا وہ کافر ہے۔

ابو بصیر: یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کفر کے لیے ضروری نہیں ہے کہ شرح صدر ہو بلکہ ہم جو کہہ رہے ہیں اور علماء جو کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جس نے ظاہراً کفر کیا بغیر اکراہ کے اور بغیر کسی شرعی طور پر معتبر موانع کے تو اس نے کفر کر لیا اور کفر بھی شرح صدر کے ساتھ اگرچہ وہ زبان سے اس کے خلاف بولے۔ یہاں اختلاف ممکن ہے۔

سامی: ہمارے پاس موانع تکفیر ہیں ایسا نہیں ہے کہ جس نے کفر کیا ہے ہم اسے کافر قرار دیں اس لیے کہ موانع تکفیر ہیں۔

ابو بصیر: اس کی بات پوری نہیں ہونے دی گئی۔

البانی: مجھے امید ہے کہ تم آیت سے نہیں پھرو گے۔

ابو بصیر: ان کا مخالف (سامی) آیت سے نہیں پھرا ان کا جو شبہ ہے جس کی طرف یہ اشارہ کر رہے ہیں وہ اسی طرح کے تفصیلی جواب کا تقاضا کرتا ہے مگر جب اس کے جوابات صحیح ہوتے ہیں علمی ہوتے ہیں تو یہ لوگ جلدی سے اس کی بات کاٹ دیتے ہیں یہ کہہ کر کہ یہ موضوع سے ہٹ گیا ہے اور اس نے بات پھیلا کر وسیع کر دی ہے۔

البانی: آیت اس شخص کو کافر قرار دے رہی ہے جس نے کفر کے لیے شرح صدر کیا ہو۔ جس نے بھی کفر کے لیے شرح صدر کیا وہ کافر ہے۔

ابو بصیر: جب بات اس طرح ہے تو اللہ نے صرف مکرہ کو کیوں مستثنیٰ کیا ہے؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مکرہ غیر مکرہ دونوں کو مستثنیٰ کرتے اگر شرح صدر نہ ہوتا۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (الفتاویٰ: 220/7) اگر یہ کہا جائے کہ یہ شروع آیت کے موافق ہے جس نے بغیر اکراہ کے کفر کیا تو اس نے کفر کے لیے شرح صدر کیا ورنہ آیت کا اول و آخر متناقض ہوں گے۔ اگر مراد یہ ہوتی کہ جس نے بھی کفر کیا اس نے کفر کے لیے شرح صدر کیا اور یہ بلا اکراہ ہوتا ہے تو اکراہ کو مستثنیٰ نہیں کیا جاتا، بلکہ مکرہ و غیر مکرہ دونوں کو اگر وہ شرح صدر نہ کریں تو مستثنیٰ ہونا چاہیے تھا۔ جب کلمۂ کفر خوشی سے کہا تو یہ کفر کے لیے شرح صدر کیا اور یہی کفر ہے۔

البانی: تم ایسا کوئی عالم نہیں لاسکتے جو یہ کہے کہ اگرچہ کفر کے لیے شرح صدر بھی نہ کرے (تب بھی کافر ہے) ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔ یہ تصور تک نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی عالم صریح قرآن کی مخالفت کرے گا۔

ابو بصیر: شیخ سوال اس طرح نہیں ہونا چاہیے تھا نہ اس وجہ سے اختلاف ہوا ہے اختلاف یہ ہے کہ جس نے بغیر اکراہ کے ظاہراً کفر کر لیا کیا اس نے کفر کے لیے شرح صدر کر لیا یا نہیں؟ یہ ہے اصل نزاع واختلاف؟ ہم آپ کو سوال کی صحیح صورت بتاتے ہیں تاکہ آپ لوگ متفق ہو کر یک جماعت بن کر سامنے آجائیں کیا آپ بتاسکتے ہیں کسی عالم کے بارے میں جہم کے علاوہ کہ وہ کہتا ہو کہ بغیر اکراہ وشرعی مانع کے کفرِ ظاہری کرنا کفر کے لیے شرح صدر نہیں ہے؟ ہم جواب کا انتظار کریں گے بھلے کتنی ہی مدت تک کرنی پڑے۔

سامی: کشف الشبہات میں محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی.........۔

ابو بصیر: سامی کی بات کاٹ دی گئی محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتانے نہیں دیا گیا۔

البانی: محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ سر آنکھوں پر ان کی تمام کاوشیں قابل قدر ہیں لیکن یہ (محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ) ایک حدیث کا تذکرہ کرتے ہیں جس میں ایک آدمی نے مکھی مزار پر چڑھاوے کے طور چڑھائی تھی کیا تمہیں وہ حدیث یاد ہے۔؟

سامی: اس حدیث کو آپ نے صحیح کہا ہے.........۔

البانی: گذشتہ باتوں کو چھوڑیں ہمیں الجھاؤ مت اب تمہیں حدیث یاد ہے؟ وہ کہتے ہیں ایک آدمی تھا وہ بت کے پجاریوں کے پاس سے گزرا تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ کفر کرو بت کی عبادت کرو اس نے انکار کیا انہوں نے کہا کہ ایک مکھی تقرب کی نیت سے چڑھادو اس نے ایسا ہی کیا اور جہنم میں چلا گیا اس طرح یہ حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں ہے۔ اس آدمی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جس نے مکھی کا نذرانہ دیا کیا یہ کافر مرتد ہوا۔؟

سامی: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

البانی: محمد بن عبد الوہاب نے پیش کی ہے۔۔

سامی: ہم محمد بن عبد الوہاب کا اتباع نہیں کرتے یہی آپ سے ہم نے سیکھا ہے۔

شقرہ: یہ تم نے پہلے نہیں سیکھا تھا.........۔

البانی: ایسی باتیں مت کرو۔ یہ سچ کہہ رہا ہے کچھ سیکھا تھا کچھ نہیں۔

ابو بصیر: شیخ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے حق وباطل کی پہچان میں کچھ صحیح کہا کچھ غلط۔

البانی: اصل بات یہاں یہ ہے کہ اس آدمی نے اکراہ کے تحت مکھی چڑھائی ورنہ قتل ہو جاتا جس طرح اسی واقعہ میں اس کے ساتھی کے قتل کا ذکر ہے کیا یہ آدمی جہنم میں جائے گا.........؟۔

سامی: جب اکراہ کی تمام صورتیں موجود ہوں گی اس لیے نہیں کہ وہ مومن ہے.........۔

البانی: اچھا محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس قصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس نے چڑھاوا دیا اگرچہ ایک مکھی ہی ہو وہ کافر ہو گیا جبکہ فرق کرنا ضروری ہے اب تم عمار والی آیت ﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ﴾ پیش کرو۔

ابو بصیر: محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو طعن کیا گیا ہے اور اشارے کیے گئے ہیں اور جو کچھ ان لوگوں سے سنا گیا ہے اس پر ہم مندرجہ ذیل اعتراضات کرتے ہیں:

1 حدیث اور اس کے بارے میں علماء کے اقوال پیش کرتے ہیں اور پھر دیکھیں گے کیا محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ اس طعن کے مستحق ہیں؟ طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی مکھی کی وجہ سے جنت میں اور ایک مکھی کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آدمی ایک قوم کے پاس سے گزرے جن کا ایک بت تھا وہ اس وقت تک کسی کو گزرنے نہیں دیتے تھے جب تک کچھ بت کو نذر نہ دیں۔ انہوں نے ان میں سے ایک کو کہا نذر دو اس نے کہا میرے پاس کچھ نہیں انہوں نے کہا ایک مکھی ہی چڑھا دو اس نے ایسا کیا اور انہوں نے اسے راستہ دیدیا وہ جہنم میں چلا گیا دوسرے کو بھی یہی کہا اس نے کہا میں اللہ کے علاوہ کسی کے لیے نذرانہ نہیں دے سکتا انہوں نے اسے قتل کر دیا وہ جنت میں چلا گیا۔ (احمد۔ باب الزہد: 84 / 33 دار لکتاب العربی)

طارق بن شہاب البجلی الاحمسی ابو عبد اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہا جاتا ہے اس نے کچھ سنا نہیں۔ البغوی کہتے ہیں: کوفہ آیا تھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں: وہ صحابی نہیں، یہ حدیث مرسل ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں: اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا مگر ان سے کچھ سنا نہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں: جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ صحابی ہے اور جب اس نے کچھ نہیں سنا تو اس کی روایت مرسل صحابی ہے۔ اور ایسی روایت مقبول ہے۔ نسائی نے اس کی کئی احادیث روایت کی ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ صحابی ہے۔ ابن حبان نے ان کی تاریخ وفات ۳۸ ہجری سند سے ثابت کر کے بتائی ہے۔ (تیسیر العزیز الحمید: 194۔ فتح المجید: 148)

2 متن کے لحاظ سے دیکھیں تو اس میں یہ نہیں ہے کہ اس آدمی نے اکراہ کے تحت مکھی چڑھائی تھی اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا تاکہ یہ آیت ﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ﴾ سے معارض ہو جب وہ آدمی جہنم میں گیا اور اس کا سبب فعل تھا تو یہ اس بات پر محمول ہو گا کہ اس نے وہ فعل اخلاص کے ساتھ کیا تھا اکراہ کے بغیر تھا ان کے اس مطالبہ کو معمولی سمجھ کر کیا تھا یہ کفر کے لیے شرح صدر تھا۔

(قرۃ العیون الموحدین: 80) میں ہے وہ جہنم میں اس لیے گیا کہ اس نے دل سے قصد کیا تھا اور اپنے عمل کی اطاعت کی تھی لہٰذا اس کے لیے جہنم واجب ہو گئی تھی۔ اس میں مسلم کی حدیث پہلے گزری ہوئی حدیث کا معنی بھی پایا جاتا ہے جو باب الخوف من الشرک جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس نے اللہ سے ملاقات کی اللہ نے میری امت سے خطا اور بھول معاف کر دی ہے اور اکراہ کو معاف کر دیا ہے۔ (احمد، ابن ماجہ، طبرانی، حاکم، صحیح الجامع: 1731) حدیث کا مفہوم یہ نکلے گا کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ

سابقہ امتوں کی خطاء ونسیان بھی معاف نہیں ہے اور اکراہ بھی نہیں صرف امت محمد ﷺ کے لیے یہ معافی خاص ہے۔ جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں ہے مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو نہیں دی گئیں۔ ایک ماہ کی مسافت پر میری مدد کی گئی ہے۔ میرے لیے ساری زمین مسجد وپاک بنائی گئی ہے میری امت کے کسی شخص کو جہاں نماز پالے وہ وہیں پڑھ لے میرے لیے غنیمت حلال ہے جو پہلے کسی کے لیے نہیں تھی۔ مجھے شفاعت دی گئی ہے۔ پہلے نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں۔

3 محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ سے آپ لوگ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اکراہ بھی عذر نہیں ہے۔ یہ آپ لوگوں کا مکر ہے اور محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے ودعوت پر حملہ ہے یہ اس کے خلاف ہے جو ان سے کئی مقامات پر ثابت ہے۔

4 ایسی حدیث سے استشہاد کرنا جو آپ لوگوں کے نزدیک ضعیف ہے یہ تمہارے لیے لازم نہیں کرتا کہ تم طعن، اشارے، جرح وتوہین کرو جبکہ تم شیخ کے عقیدے ودعوت سے لوگوں کو متنفر کر رہے ہو۔ پھر کتنی ہی حدیثیں ہیں جنہیں آپ نے صحیح کہا ہے اور ان کی وجہ سے امت کو الزام دیا اس پر مقابلہ ومباحثہ بلکہ جھگڑا کیا اور پھر کچھ عرصہ بعد ان کا ضعف آپ پر آشکارا ہو گیا اگر آپ اپنی اس غلطی کے استدراک سے قبل فوت ہو جاتے تو آپ کے بارے میں لوگ وہی کہتے جو محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہتے ہیں۔؟

5 محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ضعیف حدیث سے استشہاد کیا ہے تو دنیا میں کوئی بھی عالم نہیں ہے جس نے کبھی ضعیف حدیث سے استشہاد نہ کیا ہو تو کیا آپ کے لیے جواز بن گیا کہ علماء پر طعن کریں صرف ایک غلطی کی بنیاد پر؟ یا یہ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ سے حسد اور ان کی دعوت پر حملہ ہے؟ ہم نے دور حاضر کے جہمیہ جو کہ شیخ ناصر الدین الالبانی کے قریبی لوگوں کو دیکھا ہے، وہ ان لوگوں کو سلفی کہتے ہیں جو محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے پر اعتراض کرتے ہیں اور ان دس نواقض میں غلطیاں تلاش کرتے ہیں جن کے کفر پر اجماع نقل کیا ہے سوائے ایک ناقض کے جس پر یہ خود بھی متفق ہیں یعنی استحلال اور قلبی طور پر انکار۔

البانی: اگرچہ دیر ہو گئی مگر میں وہی بات کروں گا جو ابو مالک نے کی تھی جو کچھ تم نے پڑھا ہے اس میں غور کرو اور اس منہج کو اپناؤ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا☆ النساء:۵۹﴾ "اگر تم کسی معاملے میں اختلاف کر بیٹھو تو اسے اللہ ورسول ( ) ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ ویوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ (تمہارے حق میں) بہتر ہے اور باعتبار انجام کے اچھا ہے۔" اپنے آپ کو غور وفکر کے لیے تیار رکھو ہم اس سوال کے جواب لیے جو کوئی اور تم سے کرے یا خود تمہارے ذہن میں پیدا ہو جناب اب آپ نے ﴿اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ☆ النساء:۶۴﴾ سے استدلال کیا ہے یہ انہی کا کلام تھا اور جواب کا ماحصل بھی تھا کہ لیطاع کا مطلب ہے اطاعت کا معاملہ اگر اطاعت ناقصہ ہو؟ تم آیت کو کیسے سمجھو گے میرا نہیں خیال کہ تم اس سے اطاعت کاملہ سمجھو گے۔

ابو بصیر: اس میں فرق موجود ہے کہ اللہ کی اطاعت کاملہ ہے یا ناقصہ اور ان حدود کے درمیان کے ان کی وجہ سے انسان دائرہ اسلام میں رہتا ہے ان دونوں کو باہم خلط کرنا تلبیس تضلیل اور دھوکہ ہے پہلا مسئلہ جو ہے تو اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ لیطاع وغیرہ آیات جن میں اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے سے مراد رسول کی مکمل اطاعت ہے تمام اوامر میں جو اپنے لیے اس کے علاوہ کا دعویٰ کرتا ہے وہ بالاتفاق منافق کافر ہے۔ وہ شخص ہے جو ناقص اطاعت کرتا ہے مگر ساتھ یہ اقرار کرتا ہے کہ مکمل اطاعت اس پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور:٦٣)

جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ انہیں فتنہ یا عذاب الیم پہنچے۔

فتنہ سے مراد یہاں کفر و شرک ہے۔ فرمان ہے:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء:٦٥)

تیرے رب کی قسم یہ لوگ ااس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافی معاملات میں تجھے حکم نہ مان لیں اور پھر تیرے فیصلے سے اپنے دل میں حرج نہ محسوس کریں مکمل طور پر تسلیم کر لیں۔

البتہ وہ اطاعت جو آدمی کو اسلام میں باقی رکھتی ہے اور قیامت میں نفع بخش ثابت ہو گی تو یہ وہ اطاعت ہو گی جس میں توحید پر عمل مع اس کے ظاہری و باطنی شروط کے ہو۔ دوسری دین کی اطاعت کا نہ ہونا (جب تک کہ جحود کا انکار عناد و کبر نہ ہو) یہ گناہ اور عذاب کا سبب ہے مگر اپنے مرتکب سے ایمان و اسلام کی نفی نہیں کرتا۔

سامی: (سامی کی بات واضح نہیں تھی اس لیے ہماری سمجھ میں نہیں آئی)۔

البانی: اچھا تو بات اس کے برعکس ہے کہ اطاعت ہونی چاہیے چاہے ناقص ہی ہو۔ یہاں شقرہ نے شیخ کی بات کاٹ دی اور کہا کہ: جو شخص خلوص دل سے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہتا ہے اور کبھی بھی کوئی عمل نہیں کرتا یہ اس کی ناقص اطاعت ہے یہ بات تسلیم کرنے کے علاوہ تمہارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔

ابو بصیر: اختلاف اس پر نہیں ہے۔ اختلاف اس بات پر ہے کہ اطاعت ناقصہ جو عمل سے خالی ہو وہ قیامت میں نفع بخش ہے اور کیا ایسا کرنے والا اسلام میں رہتا ہے یا نہیں؟ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ اس طرح کی اطاعت ناقصہ قیامت میں کوئی فائدہ نہیں دے گی اور ایسی اطاعت کرنے والا اسلام میں برقرار نہیں رہتا اس لیے کہ شروط ایمان موجود نہیں ہیں جن میں توحید پر عمل اور شرک سے کنارہ کشی ہے۔ سامی کا تمہاری اس بات کو تسلیم کرنا کہ یہ اطاعت ناقصہ ہے اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ تمہاری یہ بات صحیح ہو گئی کہ عمل سے مطلقاً خالی ایمان نفع بخش ہوتا ہے۔

شقرہ: ہم آپ کے سامنے عذر پیش کرتے ہیں کہ آپ کے پاس دلیل ہے نماز کی کہ اس کا تارک کافر ہے اور اس کی تفسیر تم نے اس طرح کی جس طرح دیگر علماء کرتے ہیں کہ تارک نماز کا کفر ارتداد ہے لیکن تم ہمیشہ اس جزئی بات نماز میں توقف کرتے ہو مناسب نہیں کہ تم اس دوران شیخ سے مجادلہ و مباحثہ کرو جب وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ جس نے خلوص دل سے "لا الہ الا اللہ" کہہ دیا اللہ نے اس کا جسم آگ پر حرام کر دیا اس نے اللہ کی ناقص اطاعت کر لی؟ مگر تمہاری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا کیوں؟ باوجویکہ تم اب کہہ رہے ہو ﴿لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ﴾ میں ضروری نہیں کہ اطاعت کاملہ ہو ورنہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں رہے گا۔

ابو بصیر: جب ہم یہ بات کرتے ہیں کہ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی اطاعت تمام اوامر میں مکمل اطاعت کرنی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس کی اطاعت ناقص رہی وہ کافر ہو گیا۔ اس لیے کہ ایمان کی صحت کے لیے شرط اور واجب میں فرق ہے۔ ہر شرط واجب ہے مگر ہر واجب شرط نہیں ہے دونوں کو ایک قرار دینا تلبیس، تدلیس و تضلیل ہے۔

شقرہ: اگرچہ اطاعت ناقصہ ہو یہاں یہ بات بھی آتی ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اطاعت سے اضافہ اور معصیت سے کمی ہوتی ہے۔

ابو بصیر: یہ جو ایمان، وعد اور وعید کے بارے میں جہم کی طرح رائے رکھتے ہیں اس قول میں جہم نے متضاد بات کی ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے اس لیے کہ اگر ایمان کے گھٹنے بڑھنے کی بات ہو گی تو یہ بھی لازم آئے گا کہ معصیات کا ایمان پر سلبًا یا ضعفًا اثر ہوتا ہے معصیت کی نوعیت یا کمیت کے لحاظ سے صغیرہ گناہوں کا اثر ایمان پر کم ہوتا ہے بنسبت کبیرہ گناہوں کے جیسے شراب، زنا، چوری، قتلِ ناحق ان تمام کبیرہ گناہوں کو ملا کر بھی ان کا جو اثر ایمان پر ہوتا ہے وہ شرک سے کم ہوتا ہے مگر شرک ایمان پر اثر کے لحاظ سے دیگر گناہوں سے علیحدہ ہے شرک دل سے ایمان کو مکمل طور پر ختم کر دیتا ہے جبکہ دیگر گناہوں سے ایسا نہیں ہوتا فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ☆ الزمر: ۶۵﴾ "اگر تم نے شرک کر لیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔" فرمان ہے: ﴿وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ☆ الانعام: ۸۸﴾ "اگر یہ (انبیاء بالفرض) شرک کر لیتے تو ان کے اعمال باطل ہو جاتے۔" صحیح حدیث میں آتا ہے ایمان اور کفر ایک آدمی کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے جبکہ تم کہتے ہو کہ جمع ہوتے ہیں جب تک کہ استحلال و تکذیب قلبی نہ ہو اس طرح تم لوگوں نے شرک کو دیگر گناہوں کے ساتھ برابر قرار دیدیا ایمان پر اثر کے لحاظ سے۔ جس طرح دیگر گناہ دل سے ایمان کو ختم نہیں کرتے اس طرح تمہارے نزدیک شرک و کفر بھی دل سے ایمان ختم نہیں کرتے اس سے تمہارا یہ دعویٰ جھوٹا ثابت ہوا کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور تم نے جو عقیدۂ سلف کا پردہ اپنے اوپر ڈال رکھا ہے وہ ہٹ گیا ہم کہتے ہیں کہ کون سا گناہ صغیرہ ہے جو اگر استحلال قلبی سے کیا جائے تو وہ ملت سے خارج کرنے والا کفر ہے؟ لہٰذا ضروری ہے

کہ شرک کو دیگر گناہوں سے علیحدہ کیا جائے اس لحاظ سے کہ شرک بذاتہ کفر ہے چاہے استحلال کے ساتھ ہو یا بغیر استحلال کے ساتھ ہو۔

شقرہ: میں اس دوران بحث میں تعجب کرتا رہا جبکہ استاد تم سے کچھ سننا چاہتے تھے۔ تم دونوں کے درمیان جو بحث اب تک ہوئی اگر صحیح بات کی جائے تو وہ اس میں تھی کہ اطاعت ناقص یا مکمل؟ یہ کہتا ہے کہ جس نے خلوص دل سے " لا الٰہ الا اللہ " کہا اس پر یہ آیت تفسیر کے ساتھ صادق آتی ہے تو پھر اس تمام مدت بحث کس لیے کی۔؟ (والسلام علیکم)

ابو بصیر: علیک السلام۔ یہاں کیسٹ ختم ہو گئی اور اس پر ردّ بھی مکمل ہو ا اللہ سے امید ہے کہ وہ اسے قبول فرمائے گا اور ہمارا علم خالص اپنی رضا کے لیے بنادے گا جس طرح کہ ہم یہ امید کرتے ہیں جس شخص کو اس زمانے میں جہمیہ و مرجئہ کے شبہات نے گمراہ کیا ہے (اسے راہ راست دکھائے)۔

شیخ ناصر الدین الالبانی سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس ردّ کو مکمل طور پر پڑھ لیں دو یا تین عبارتیں سن کر جلدی میں کوئی حکم نہ لگائیں جن کی نشان دہی ان کے ساتھیوں نے کی ہو۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ انہیں حق کی طرف رجوع کرنے کی توفیق دے اور ان کا خاتمہ اللہ کی رضا پر ہو۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جب ہم نے ان کے ان شبہات پر ردّ شرع کیا تھا جن کی وجہ سے اکثر ممالک کے لوگ فتنے میں مبتلا ہوئے ہیں تو ہمارا مقصد شیخ محترم پر جرح یا اپنی تشہیر نہیں تھی ہمارا مقصد صرف حق کی طرف داری کرنا تھا جس پر ہم کسی کو مقدم نہیں رکھتے۔ وہ حق جس سے اللہ خوش ہوتا ہے اگرچہ لوگ ناراض ہوں۔ اللہ کی عزت و تکریم ہمارے دلوں میں ہر چیز سے بڑھ کر ہے۔ ہم یہ اعلان کرتے ہیں اور جو ہمارے عقیدے کا تقاضا بھی ہے کہ ہم شیخ کی اچھی صفات کو پسند کرتے ہیں جو مشہور بھی ہیں اور بہت زیادہ بھی ہیں ہم ان صفات کا انکار نہیں کرتے صرف ان باتوں کو ناپسند کرتے ہیں جو انہوں نے حق کے خلاف کی ہیں ہم ان کی وہ تمام باتیں لیتے ہیں جو حق کے موافق ہوں اور جن میں ان سے غلطی ہوئی حق کی مخالفت ہوئی ہم حق کی محبت میں ان باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ شیخ کو ہم آخر میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اپنے لیے۔ اپنے ساتھیوں کے لیے اپنی باتوں سے جو کچھ وہ کہتے ہیں مخلوق سے پہلے وہ خالق کی نگاہ میں آتی ہیں لہٰذا آپ طاغوت کے مددگار نہ بنیں اہل توحید کے خلاف (اگرچہ اس کا نام آپ نے خوارج سے جنگ رکھا ہے) اگر آپ حق کا ساتھ نہیں دے سکتے تو کم از کم حق کے مخالفین کی مدد تو نہ کریں اگرچہ ایک لفظ کے ذریعے سے ہی کیوں نہ ہو۔ ہم شیخ کو یہ بھی مشورہ دیتے ہیں کہ برے ساتھیوں سے اجتناب کریں ان کے قریب نہ جائیں نہ انہیں قریب آنے دیں۔ وہ خود تو برے ہیں ہی مگر آپ کے ساتھ بہت برا کر رہے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ آپ ہر چیز کو ان کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

یہ تھیں میری چند گزارشات جو میں نے خیر خواہی کے طور پر گوش گزار کیں۔

اِنۡ اُرِيۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ‌ؕ وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ‌ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ (ھود:۸۸)

میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک میری استطاعت ہے صرف اللہ سے توفیق مانگتا ہوں اسی پر بھروسہ ہے اسی کی طرف توجہ ہے۔

وصلی اللہ علی محمدا النبی الامی وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بفضل اللہ بروز جمعہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ کو تکمیل ہوئی

عبد المنعم مصطفیٰ حلیمہ حفظہ اللہ ابو بصیر الطرطوسی

مترجم:عبد العظیم حسن زئی حفظہ اللہ



اخوانکم فی الاسلام:

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

Website: http://muwahideen.co.nr/
Email: salafi.man@live.com